وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ

نصائح لقمانی

مدلل

پسند فرمودہ

پیرِ طریقت حضرتِ اقدس مولانا اختیار الملک دامت برکاتہم

دیوبندی حنفی چشتی نقشبندی قادری سہروردی

تالیف

محمد حیات

خانقاہ اشرفیہ گلشن چشتیہ محلہ چھتی ڈھیری
برلب شاہراہ ریشم تحصیل وضلع مانسہرہ
ہزارہ ڈویژن صوبہ خیبر پختونخواہ

خانقاہ اشرفیہ گلشن چشتیہ گاوس پورہ شریف
ڈاک خانہ کوزہ بانڈہ تحصیل وضلع بٹگرام
ہزارہ ڈویژن صوبہ خیبر پختونخواہ

جملہ حقوق بحقِ مؤلف محفوظ ہیں

نام:............................نصائح لقمانی

مؤلف:............................محمد حیات صاحب

پسند فرمودہ:............................سیدی و مرشدی حضرت اقدس مولانا اختیار الملک صاحب مدظلہم

سن اشاعت:............................۱۴۳۶ھ (2015ء)

طبع:............................اوّل

تعداد............................۵۰۰

ملنے کے پتے

خانقاہ اشرفیہ گلشنِ چشتیہ گاؤں پوڑہ شریف
ڈاک خانہ کوزہ بانڈہ تحصیل و ضلع بٹگرام
ہزارہ ڈویژن صوبہ خیبر پختونخواہ

خانقاہ اشرفیہ گلشنِ چشتیہ محلّہ چھتّی ڈھیری
برلب شاہراہ ریشم تحصیل و ضلع مانسہرہ
ہزارہ ڈویژن صوبہ خیبر پختونخواہ

رابطہ نمبر

0313-5818618
0314-5022157
0346-9646044

0341-9220418
0301-8130396

لقمان علیہ السلام جمہور سلف کے نزدیک نبی نہیں بلکہ ولی اور حکیم تھے ۱۷
حکمت جو لقمان کو دی گئی اس سے کیا مراد ہے؟ ۱۷
دوسری وصیتِ لقمانی متعلقہ عقیدہ وحدانیت: ۱۸
تیسری وصیتِ لقمانی متعلقہ اِصلاحِ عمل ۱۹
چوتھی وصیتِ لقمانی متعلقہ اصلاحِ خلق ۱۹
پانچویں وصیتِ لقمانی متعلقہ آداب معاشرت ۲۰
حضرت لقمان علیہ السلام اور تلخ خربوزہ: ۲۵
اچھے اعضاء اور بُرے اعضاء: ۲۸
حکمت ودانائی کی نو باتیں ۳۰
❀......پہلی نصیحت......اپنی نگاہ کو پست رکھنا ۳۰
بے ریش لڑکوں کی طرف قصداً نظر کرنا بھی اس میں داخل ہے ۳۲
غیر محرم کی طرف نظر کرنا حرام ہے اس کی تفصیل ۳۲
ایک بلیغ نکتہ: ۳۳
نظر کی حفاظت چند احادیثِ مبارکہ سے ۳۴
نظر کی حفاظت کے متعلق چند حکایات ۳۵
امرد کو دیکھنے کی سزا ۳۵
احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کا واقعہ ۳۵
بدنظری سے قرآن کا بھول جانا ۳۵
آنکھ جاتی رہی ۳۶
ایک متقی کی دعا سے بارانِ رحمت ۳۶
برخ اسود کی اللہ سے دن میں ۱۳ امرتبہ ہنسی مذاق: ۳۶
حضرت لقمان علیہ السلام کی حکمت وبرکت سے ہزاروں کی توبہ ۳۷

اللہ پاک کی ستّاری کا عجیب واقعہ:.................... ۳۸
بچے کا بوسہ.................... ۳۸
زندگی بھر بدنظری نہ کی ہو:.................... ۳۸
اکابر اولیاء اللہ کی امارد سے احتیاط:.................... ۳۹
مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ:.................... ۴۰
یہ ہے تقویٰ:.................... ۴۰
خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پردہ کا استفسار.................... ۴۰
قیاس باطل کا علاج.................... ۴۱
امرد فتنہ ہے.................... ۴۱
لوطی کی سزا.................... ۴۱
بدنظری کی سزا.................... ۴۲
حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور پردہ کا اہتمام:.................... ۴۳
غیر کی نظر سے اپنی بیوی کو بچانے کا عجیب واقعہ.................... ۴۳
پردہ.................... ۴۴
عجیب حکایت.................... ۴۴
امام صاحب رحمہ اللہ کی امرد سے احتیاط.................... ۴۵
امام احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط:.................... ۴۵
امام مالک رحمہ اللہ کی احتیاط:.................... ۴۶
حضرت یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل:.................... ۴۶
اسلافِ امت کا طرز عمل:.................... ۴۶
حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا سہواً نظر پڑ جانے پر بھی استغفار کرنا:.................... ۴۶
تیس ابدال کی نصیحت:.................... ۴۷
بدنظری کے روحانی نقصانات یہ ہیں.................... ۴۷
بدنظری کے طبّی نقصانات.................... ۴۷
بدنظری کا علاج.................... ۴۸
بدنظری سے بچنے پر انعامات.................... ۴۸

❀......دوسری نصیحت......''زبان کو بند رکھنا''............ ۵۰
ولی اللہ کو غیبت سننے پر تنبیہ............ ۵۲
زبان کی بے شمار آفتیں ہیں:............ ۵۴
زبان کی حفاظت کے متعلق چند احادیث مبارکہ............ ۵۵
بشارت............ ۵۵
وعید:............ ۵۵
آفاتِ لسان............ ۵۸
غیبت کا عذاب............ ۶۳
قیامت کا مفلس............ ۶۴
غیبت و بدگمانی کی مذمت:............ ۶۵
زبان کی حفاظت:............ ۶۶
خاموشی کے فوائد............ ۶۷
حفاظتِ زبان کا علاج............ ۶۷
اقوالِ زریں............ ۶۸
زبان کی حفاظت کے متعلق چند حکایات............ ۶۹
غیبت و چغلی کی سزا............ ۶۹
الضیبة اشد من الزناء............ ۷۰
غیبت کا انجام:............ ۷۰
غیبت کی بدبو عادی ہو جانے کی بنا پر محسوس نہیں ہوتی............ ۷۱
غیبت کرنے پر عبرت ناک خواب:............ ۷۱
اشارہ کے ذریعہ غیبت کرنا:............ ۷۲
غیبت............ ۷۳
❀......تیسری نصیحت......حلال روزی پر قناعت............ ۷۴
تطفیف............ ۷۷
حلال روزی کے متعلق چند احادیث............ ۷۹
حرام کی نحوست............ ۸۲

حلال روزی سے متعلق حکایات ۸۳
بغیر اجازت روشنی کا فائدہ ۸۴
حرام سے ابدال زمانہ کی دعا بے اثر ۸۵
سرکاری ملازم اور گھریلو کام ناجائز ۸۵
حضرت لاہوری اور مشتبہ آم ۸۶
ابراہیم بن ادہم کا تقویٰ واحتیاط ۸۶
امام شافعی کا امام احمد کی ضیافت اور اس کے انوارات ۸۷
حلال کی برکت ونورانیت ۸۸
حلال کی برکت اور حضورِ اقدس ﷺ کی زیارت ۸۹
بے احتیاطی کا اثر اعمال پر ۹۰
مشتبہ کھانے کا اثر ۹۰
حلال غذا اور اسم اعظم ۹۱
خدا گنجے کو ناخن نہ دے ۹۱
معلوم نہیں حلال ہے یا حرام ۹۲
حرام سے بجائے اچھے اعمال کے بُرے اعمال کا داعیہ پیدا ہوتا ہے: ۹۲
اولاد پر حلال وحرام کا اثر ۹۲
حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا تقویٰ واحتیاط: ۹۳
ایک بزرگ کا حلال وحرام گوشت الگ کرنا: ۹۳
حلال مال کی حفاظت کا اثر انگیز واقعہ: (زکوٰۃ کی برکت) ۹۴
غذائے حرام کا اثر ۹۴
اکل حلال چار مصائب کا حل ۹۵
حرام کھانے کی وجہ سے ایک گھوڑے کی نافرمانی ۹۵
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ ۹۶
مشتبہ سے بچنا: ۹۷
۷ا سال تک بکری کا گوشت نہ کھایا: ۹۷
رزقِ حلال کے لیے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مزدوری کرنا: ۹۷

مشتبہ لقمے سے بچنا: ۹۸
سیرت و کردار، حرام سے پرہیز: ۹۸
مشتبہ مال سے بچنے کا اہتمام: ۹۹
مہتمم و نائب مہتمم کی تقویٰ و پرہیز گاری: ۹۹
مراتب حلال و حرام ۱۰۰
حلال و حرام کی تحقیقات ۱۰۱
حرام کا مصرف ۱۰۱
رزق کمانے کے جائز ذرائع ۱۰۲
✵......شکار ۱۰۲
✵......زراعت ۱۰۲
✵......صنعت و حرفت ۱۰۲
✵......تجارت ۱۰۳
✵......ملازمت ۱۰۳
روزی کمانے کے ناجائز ذرائع ۱۰۳
✽......سود ۱۰۳
✽......رشوت ۱۰۴
✽......سمگلنگ، بلیک مارکیٹنگ، ذخیرہ اندوزی: ۱۰۴
✽......حرام اشیاء کی تجارت ۱۰۴
❀......چوتھی نصیحت ......شرم گاہ کی حفاظت ۱۰۵
شرمگاہ کی حفاظت کے متعلق چند احادیثِ مبارکہ ۱۰۹
شرمگاہ کی حفاظت سے متعلق چند حکایات ۱۱۲
مسکی رحمۃ اللہ علیہ کا حیرت انگیز قصہ (خوشبودار ولی) ۱۱۳
گناہ سے بچنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت ۱۱۴
حفاظت شرمگاہ کے اثرات و برکت ۱۱۴
اللہ دیکھ رہا ہے ۱۱۵
شہوت پر قابو پانے کا اجر ۱۱۶

زنا کا عذاب:........................ ۱۱۷
زنا کے چھ وبال........................ ۱۱۷
دنیا کے تین وبال یہ ہیں:........................ ۱۱۸
آخرت کے تین وبال یہ ہیں:........................ ۱۱۸
زنا کے نو وبال........................ ۱۱۸
مخالفت شہوت کی برکت........................ ۱۱۸
اللہ کا دروازہ........................ ۱۱۹
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عجیب تقویٰ........................ ۱۲۰
زنا کرنے کے انفرادی اور اجتماعی نقصانات........................ ۱۲۰
زنا کا فوری دُنیوی انجام........................ ۱۲۲
اس فعلِ قبیح سے بچنے کی تدابیر........................ ۱۲۳
❀......پانچویں نصیحت......بات میں سچائی پر قائم رہنا........................ ۱۲۵
سچائی سے متعلق چند احادیث مبارکہ........................ ۱۲۶
جھوٹ باعثِ خواری........................ ۱۲۷
سچائی وصدق کی اقسام........................ ۱۲۸
اُسوۂ رسولِ مقبول ﷺ........................ ۱۲۹
سچائی کے متعلق چند حکایات........................ ۱۳۰
۞......سچائی پر رہائی........................ ۱۳۰
۞......سچائی کی برکت........................ ۱۳۰
۞......صدیق کی نشانیاں........................ ۱۳۱
۞......بے احتیاطی پر حدیث لینے سے اجتناب........................ ۱۳۱
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات کی تصدیق اللہ نے کی:........................ ۱۳۲
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا جھوٹ سے اجتناب:........................ ۱۳۳
حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور جھوٹ سے پرہیز:........................ ۱۳۴
❀......چھٹی نصیحت......''عہد کا پورا کرنا''........................ ۱۳۶
عہد کی اقسامِ اربعہ........................ ۱۳۶

وعدہ پورا کرنے کے متعلق چند احادیثِ مبارکہ ۱۴۳
وعدہ کی پابندی سے متعلق چند حکایات ۱۴۶
❀......عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ایرانی شہزادہ ۱۴۶
❀......بارگاہ الٰہی سے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو جھڑک ۱۴۶
❀......ایفائے عہد پر قاتل کی معافی ۱۴۷
❀......حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوجندل کو واپس کرنا ۱۴۹
❀......دو صحابہ کو غزوہ بدر سے روکنا ۱۴۹
ایفائے عہد: ۱۵۰
معاہدہ کی پاسداری کا نادر واقعہ: ۱۵۰
وعدہ کی برکت ۱۵۲
ایفائے قول وعہد کے فوائد وبرکات: ۱۵۲
حضرت کا وعدہ سے احتیاط فرمانا: ۱۵۴
ایفائے عہد کا نمونہ ۱۵۴
❀......ساتویں نصیحت ......مہمان کا اکرام کرنا ۱۵۶
مہمان نوازی کی رسم جاری فرمائی ۱۵۶
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مجوسی مہمان ۱۵۷
❀......سنت سلام: ۱۵۸
❀......مہمان اور مہمان داری کے چند اصول ۱۵۸
ضیافت کے فضائل ۱۶۲
مہمان کا اکرام کرنے کے بارے میں چند احادیث ۱۶۹
مہمان کے حقوق ۱۷۲
مہمان کے آداب ۱۷۲
میزبان کے آداب ۱۷۳
مہمان کے آداب خاص دعوت کے موقع پر ۱۷۵
ادب ومحبت کا حسین امتزاج: ۱۷۵
کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کس طرح بہانے ڈھونڈتی ۱۷۵

مہمان نوازی کے متعلق چند حکایات.......................................۱۷۷
مہمانوں کو کھانا کھلانے سے باقی باللہ بن گیا.......................................۱۷۷
حضور ﷺ کے مہمان کی مہمانی.......................................۱۷۸
چراغ کا بجھانا.......................................۱۷۸
مہمان کے لئے رونا.......................................۱۷۹
کرامت صدیق و برکت مہمان.......................................۱۷۹
کافر مہمان کا اکرام.......................................۱۸۰
مہمان کا سامان سر پر.......................................۱۸۰
سادگی و بے تکلفی.......................................۱۸۱
اکتالیس چراغ.......................................۱۸۱
ایثار.......................................۱۸۲
مہمان کے لیے قمیص کا رہن رکھنا.......................................۱۸۳
مہمان باعثِ برکت ہے.......................................۱۸۴
اکرامِ ضیف پر آزادی.......................................۱۸۴
خدمتِ مہمان کی فضیلت:.......................................۱۸۵
اکرام خادم.......................................۱۸۵
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی میں مہمانوں کا طرزِ عمل.......................................۱۸۶
ایک تابعی کا دوست کے مال سے مہمانوں کی ضیافت کرنا.......................................۱۸۶
ابوالخیر تینانی کا مہمان کے پیچھے کھانا لے جانا.......................................۱۸۷
حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مہمان نوازی.......................................۱۸۷
قوم کا سردار قوم کا خادم.......................................۱۸۹
تین ہزار برس تک اللہ کے ہاں دعوت:.......................................۱۸۹
مہمان کا اکرام.......................................۱۹۰
حالت نزع میں مہمان کا خیال.......................................۱۹۰
اکرام ضیف.......................................۱۹۰
مہمان کے ساتھ جو کھانا کھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حساب نہیں لیتا:.......................................۱۹۱

مہمان کو بے تکلف کرنے کی تدبیر: ۱۹۲
غرباء کا اخلاص ۱۹۳
❀......آٹھویں نصیحت...... پڑوسی کی حفاظت ۱۹۴
پڑوسی کا حق ۱۹۵
پڑوسی کے حق کے بارے میں چند احادیثِ مبارکہ ۱۹۶
پڑوسیوں کے چند حقوق ۱۹۸
پڑوسی کے بارے میں چند حکایات ۲۰۰
مرنے کے بعد سخاوت کا عجیب واقعہ ۲۰۲
بادشاہ کی جوانمردی ومروت: ۲۰۳
پڑوس کی قیمت ایک ہزار دینار: ۲۰۳
حق ہمسائیگی: ۲۰۴
شرفا وغرباء کی مدد کا طریقہ: ۲۰۴
حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ: ۲۰۴
پڑوسیوں کے مکان کچے ہیں میں پکا کیسے بنواؤں: ۲۰۵
ایسا پڑوس ایسی سخاوت: ۲۰۶
❀......نویں نصیحت......فضول کام اور کلام کو چھوڑ دینا ۲۰۷
کھیلوں کے سامان کی خرید وفروخت ۲۱۰
بعض کھیل جو صراحتاً ممنوع کیے گئے ۲۱۱
لایعنی کلام اور کام کے بارے میں چند احادیث مبارکہ ۲۱۳
کان سے پہچان ۲۱۳
بے ہمہ باہمہ ۲۱۴
لایعنی سے احتراز: ۲۱۵
شجرہ مشائخ چشتیہ صابریہ قدس اللہ تعالی اسرارہم ۲۴۱
خانقاہ اشرفیہ گلشن چشتیہ کے نظام الاوقات ۲۴۳
سلسلہ چشتیہ میں نسبتِ عینیت کا زور ہے ۲۴۴
﴿علامہ قشیری نور اللہ مرقدہ کا ارشاد﴾ ۲۴۵

انتساب

میں اپنی کتاب ''نصائح لقمانی'' کو حصولِ برکت کے لیے سید الاوّلین والآخرین، شفیع المذنبین، حبیبِ ربِ العالمین، محمد رسول ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں پیش کرتے ہوئے...... اپنے مبداءِ فیض و مربی، آفتابِ رشد و ہدایت، مخدوم الامت، جامع شریعت و طریقت، شیخ الشیوخ، امام الاولیاء والاتقیاء والازکیاء...... مجاہدِ کبیر، قطب وقت، مبلغِ اعظم، عاشقِ سید المرسلین و شفیع المذنبین سیدنا محمد ﷺ، جامع الفیوض والبرکات، قاسم العلوم والخیرات، زبدۃ السالکین...... عارف باللہ حضرتِ اقدس سیدی، سندی، مرشدی و مولائی مولانا اختیار الملک صاحب مدظلہم العالی کی عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی روح کی طرف منسوب کرتا ہوں...... جن کی تعلیم و تربیت، فیضانِ صحبت اور دعاؤں سے اس فقیر ناچیز کو یہ کتاب پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

اور جو اس حدیثِ پاک کے صحیح مصداق تھے۔

خیارُ کم الذین اذا رأوا ذکر اللہ

(تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آجائے)

اور بقول رحمان بابا:

چہ یو قدم ئے تر عرشہ پورے رسی ما لیدلے دے رفتار دَ درویشانوں

العبد المذنب حقیر و فقیر محمد حیات عفا اللہ عنہ

خادم

خانقاہ اشرفیہ گلشن چشتیہ محلّہ چٹی ڈھیری تحصیل و ضلع مانسہرہ

و

خانقاہ اشرفیہ گلشن چشتیہ گاؤں پوڑہ شریف ڈاک خانہ کوزہ بانڈہ تحصیل و ضلع بٹگرام

عرض مؤلف

الحمدللّٰہ الذی لم یزل عالماً قدیرا۔ حیّاً قیوماً سمیعاً بصیرا۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ ارسلہ الی الناس کافۃ بشیرا ونذیرا وداعیاً الی اللّٰہ باذنہ وسراجاً منیرا ۔وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ واھل بیتہٖ کثیراً کثیرا اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسمِ اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ سِیْرُوا فِی الْاَرْضِ

کے ضمن میں حضرت اقدس سیدی سندی مرشدی ومولائی نے جب علاقہ سوات کی طرف اگست ۲۰۰۲ء میں رخت سفر باندھا تو محترم ومکرم حمیداللہ خان ایکسین، خلفاءِ کرام محمد عالم صاحب، شیر محمد صاحب، قاری فضل قدیر صاحب کے علاوہ طالب شاہ صاحب، غلام محمد صاحب، قاری جمیل الرحمٰن صاحب اور بندہ کو بھی حضرت صاحب کے ساتھ جانے کی سعادت نصیب ہوئی

کہاں میں کہاں نکہت گل
نسیم صبح یہ سب تیری مہربانی ہے

براستہ بشام شانگلہ ٹاپ پہنچنے پر نماز ظہر ادا کی اور کھانا کھایا پھر وہاں سے کالام کی طرف روانہ ہوئے جب پہنچے تو مغرب کا وقت تھا وہاں نماز ادا کرنے کے بعد میں نے حضرت سے عرض کیا کہ دل میں یہ بات آرہی ہے اور ایک شوق ہے کہ لقمان حکیم علیہ السلام کے جو نصائح ہیں ان کی قرآن وسنت میں اہمیت اور بزرگان سلف نے اس پر کس طرح عمل کیا، اس کے متعلق حکایات وغیرہ کو جمع کیا جائے اور کتابچہ کی صورت میں شائع کیا جائے اور اس کا نام نصائح لقمانی رکھا جائے تو حضرت نے فی البدیہ فرمایا کس کا انتظار ہے شروع کردیں۔ بعد میں فرمایا اس نیت سے لکھیں کہ ممکن ہے کسی کو فائدہ پہنچ جائے اور ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے۔ ۲ ماہ بعد اکتوبر میں بندہ نے نصائح لقمانی پر کام شروع کیا اور ایک سال کا وقت صرف ہوا۔

بندہ نے کتب مختلفہ اور خصوصاً حضرت شیخ سیدی ومرشدی کی کتاب اصلاح نفس اور

حضرت کے ملفوظات وغیرہ سے مدد لی اور یہی میرا اصل سرمایہ ہے۔
اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہوئے بندے کی اصلاح وفلاح ونجات کا ذریعہ بنائے۔

اس سلسلہ میں بندہ مخدومی صاحبزادہ حضرت مولانا محمد بلال صاحب کا انتہائی شکر گزار ہے کہ جنہوں نے مفید مشوروں کے ساتھ ساتھ موزوں ومناسب تبدیلی اور ترتیب سے کتاب کی زینت دوبالا کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم عمل میں وسعت ودوام عطا فرمائے۔ اوران کے علاوہ عاطف علی پاشا اور محمد شوکت کا انتہائی شکر گزار ہے......جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کمپوزنگ، وتصحیح الاغلاط کے ساتھ ساتھ مناسب ومفید تبدیلیاں فرما کر کتاب کی زینت کو دوبالا کردیا۔

بندہ فیصل شہزاد مغل کا بھی انتہائی شکر گزار ہے کہ جنہوں نے اپنا ذاتی لیپ ٹاپ کتابت کے لیے وقف کرکے امورِ کتابت میں آسانی پیدا کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی جان، مال، اولاد اور وقت میں برکت عطا فرمائے اور حضرت کے فیض سے ان کو اوران کے پورے خاندان کو مستفید فرماتے ہوئے سلسلہ کی اشاعت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین ثم آمین)

اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرما کرنا کارہ سمیت تمام مریدین، متعلقین، عاشقین، صادقین اور عامۃ المسلمین کو اس سے استفادہ وعمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدس کو صحتِ کاملہ، عاجلہ، دائمہ، مستمرہ عطا فرماتے ہوئے ان کا سایۂ رحمت ہم سب پر دیر تک اور دور تک قائم ودائم رکھے اور دونوں خانقاہوں کو نفخِ صور تک سرسبز وشاداب رکھے۔

(آمین ثم آمین)

بحرمۃِ سید المرسلین وشفیع المذنبین سیدنا محمد ﷺ وبحرمۃ سیدی ومرشدی دامت برکاتہم العالیہ

طالبِ دُعا محمد حیات خادم خانقاہ اشرفیہ گلشن چشتیہ پوڑہ ومانسہرہ

تقریظ

سیدی ومرشدی حضرت اقدس مولانا اختیار الملک صاحب دامت برکاتہم

الحمدللّٰہ الذی لم یزل عالماً قدیرا۔ حیّاً قیوماً سمیعاً بصیرا۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ ارسلہ الی الناس کافۃ بشیرا اونذیرا وداعیاً الی اللّٰہ باذنہ وسراجاً منیرا۔وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واھل بیتہٖ کثیراً کثیرا

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ○

قال اللّٰہ تبارک وتعالٰی "لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ"

ترجمہ:......البتہ ان کے قصوں میں عقل والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

وقال النبی ﷺ ذکر الانبیاء من العبادہ وذکر الصالحین الکفارہ او کمال قال علیہ السلام

ترجمہ:......انبیائے کرام کا تذکرہ عبادت ہے اور اولیائے کرام کا تذکرہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں انبیائے کرام علیہم السلام سابقہ اُمتوں اور اولیائے کرام کے قصے بار بار بیان فرمائے ہیں۔تاکہ عقل والے ان قصوں میں غور وفکر کرکے عبرت حاصل کریں۔اسی طرح نبی آخر الزمان ﷺ کے ارشاد گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کے قصوں کو سننا اور سنانا عبادت ہے اور اولیائے کرام کے قصوں کو سننا اور سنانا گناہوں کا کفارہ ہے۔

جس طرح بارش برسنے سے خشک زمین میں پھل پھول اُگتے ہیں اور زمین سرسبز وشاداب ہوکر لہلہانے لگتی ہے۔اسی طرح اولیائے کرام کے تذکروں سے قلب پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔جس سے قلب میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ومحبت کے پھل پھول اُگتے ہیں اور قلب اللہ کی محبت میں سرشار ہوکر جھومنے لگتا ہے۔

اسی مناسبت سے عزیزی ومحبی محمد حیات صاحب (جو فقیر کے خلیفہ بھی ہیں،حلقۂ احباب

میں ایک امتیازی، علمی شان رکھتے ہیں) نے نصائح لقمانی کے نام سے جو رسالہ مرتب کیا بندہ نے اس کا مطالعہ کیا اور بہت مفید پایا جس انداز سے انہوں نے اس کو ترتیب دیا اور احادیث و واقعات حکایات بیان کیں...... وہ قارئین کے لئے باعث دلچسپی و مفتاح اصلاح ہیں۔ اللہ تعالیٰ محمد حیات صاحب کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے اور اپنی لازوال دائمی پکی سچی محبت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے بوسیلہ سرور کونین ﷺ اور بطفیل سیدی و مرشدی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اس کو قبول فرما کر ہماری بخشش و نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

بحرمةِ سید المرسلین و شفیع المذنبین سیدنا محمد ﷺ وبحرمةِ سیدی و مرشدی نور اللہ مرقدہٗ

العبد المذنب حقیر و فقیر اختیار الملک عفا اللہ عنہ

خانقاہ اشرفیہ گلشن چشتیہ محلّہ چٹی ڈھیری تحصیل و ضلع مانسہرہ

و

خانقاہ اشرفیہ گلشن چشتیہ گاؤں پوڑہ شریف ڈاک خانہ کوزہ بانڈہ تحصیل و ضلع بٹگرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نصائح لقمانی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ

ترجمہ......اور ہم نے دی لقمان کو عقل مندی کہ اللہ کا شکر کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے ۲۱ویں پارے میں ایک پوری سورت ''سورہ لقمان'' کے نام سے نازل فرمائی ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام وہب بن منبّہ کی روایت کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے اور مقاتل نے ان کا خالہ زاد بھائی بتلایا ہے اور تفسیر بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ ان کی عمر دراز ہوئی، یہاں تک کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ یہ بات دوسری روایات سے بھی ثابت ہے کہ لقمان علیہ السلام حضرت داوٗد علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئے ہیں۔

اور تفسیر درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے کہ لقمان ایک حبشی غلام تھے۔ نجاری کا کام کرتے تھے۔ (اخرجه ابن ابی شيبه واحمد فی الزهد وابن جرير وابن المنذر وغيره)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ان کے حالات دریافت کئے گئے تو فرمایا کہ پست قد، پست ناک کے حبشی غلام تھے اور مجاہد نے فرمایا کہ حبشی غلام، موٹے ہونٹ والے، پھٹے ہوئے قدموں والے تھے۔

ایک سیاہ رنگ حبشی حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے پاس کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا تو حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تسلی کے لئے فرمایا کہ تم اپنے کالے ہونے پر غم نہ کرو کیونکہ کالے لوگوں میں تین بزرگ ایسے ہیں جو لوگوں میں سب سے بہتر تھے...... حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور مَهْجَعْ (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام) اور حضرت لقمان علیہ السلام۔

لقمان علیہ السلام جمہور سلف کے نزدیک نبی نہیں بلکہ ولی اور حکیم تھے

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جمہور سلف کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ نبی نہیں تھے، صرف حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نبی ہونا نقل کیا جاتا ہے۔ مگر اس کی سند ضعیف ہے اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس پر اتفاق ہے کہ وہ فقیہ اور حکیم تھے نبی نہیں تھے (تفسیر مظہری)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ان کے بارے میں ایک عجیب روایت منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت لقمان کو اختیار دیا تھا کہ نبوت لے لو یا حکمت۔ انہوں نے حکمت کو اختیار کیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ان کو نبوت کا اختیار دیا گیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر اس کے قبول کرنے کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر ورنہ مجھے معاف فرمایا جائے۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ لقمان علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے حکمت کو نبوت پر کیوں ترجیح دی جبکہ آپ کو دونوں کا اختیار دیا گیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ نبوت بڑی ذمہ داری کا منصب ہے اگر وہ مجھے بغیر میرے اختیار کے دے دیا جاتا تو حق تعالیٰ خود اسکی کفالت فرماتے کہ میں اس کے فرائض ادا کر سکوں اور اگر میں اپنے اختیار سے اس کو طلب کرتا تو ذمہ داری مجھ پر ہوتی (ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ)

اور جبکہ لقمان علیہ السلام کا نبی نہ ہونا جمہور کے نزدیک مُسلّم ہے۔ تو پھر ان کو وہ حکم جو قرآن میں مذکور ہے " ان الشکر لی " یہ بذریعہ الہام ہوسکتا ہے، جو اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے شرعی مسائل میں لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جب داؤد علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی تو فتویٰ دینا چھوڑ دیا کہ اب میری ضرورت نہیں رہی۔......بعض روایات میں ہے کہ بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔ حضرت لقمان علیہ السلام سے کلمات حکمت بہت منقول ہیں۔

وھب بن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت لقمان علیہ السلام کی حکمت کے دس ہزار سے زائد ابواب پڑھے ہیں۔

حکمت جو لقمان کو دی گئی اس سے کیا مراد ہے؟

لفظ حکمت قرآن کریم میں متعدد معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

"علم، عقل، حلم و بردباری، نبوت، اصابت رائے"

ابوحیان نے فرمایا کہ حکمت سے مراد وہ کلام ہے جس سے لوگ نصیحت حاصل کریں اوران کے دلوں میں مؤثر ہو۔اور جس کولوگ محفوظ کر کے دوسروں تک پہنچائیں۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حکمت سے مراد عقل وفہم اور ذہانت ہے......اور بعض حضرات نے فرمایا کہ علم کے مطابق عمل کرنا حکمت ہے......اور درحقیقت ان میں کوئی تضاد نہیں یہ سبھی چیزیں حکمت میں داخل ہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے لقمان علیہ السلام کے کچھ کلماتِ حکمت کا ذکر فرمایا ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائے تھے۔یہ کلماتِ حکمت اس لئے نقل فرمائے کہ دوسرے لوگ بھی ان سے فائدہ اٹھائیں۔

ان کلمات حکمت میں سب سے اوّل تو عقائد کی درستی ہے۔اوران میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو سارے عالَم کا خالق و مالک بلاشرکت غیرے یقین کرے۔......اس کے ساتھ کسی غیراللہ کو شریکِ عبادت نہ کرے کہ اس دنیا میں اس سے بڑا بھاری ظلم کوئی نہیں ہوسکتا(کہ خدا تعالیٰ کی کسی مخلوق کو خالق کے برابر ٹھہرائے)اسی لئے فرمایا

يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

ترجمہ......اے بیٹے شریک نہ ٹھہرائیو اللہ کا بے شک شریک بنانا بھاری بے انصافی ہے(معارف القرآن)

آگے حضرت لقمان کی دوسری نصیحت اور کلماتِ حکمت آئے ہیں جو اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمائے تھے

دوسری وصیتِ لقمانی متعلقہ عقیدہ وحدانیت:

یہ اعتقاد جازم رکھا جائے کہ آسمان وزمین اوران کے اندر جو کچھ ہے اس کے ایک ایک ذرہ پر اللہ تعالیٰ کا علم بھی محیط اور وسیع ہے اور سب پر اس کی قدرت بھی کامل ہے۔کوئی چیز کتنی ہی چھوٹی سے چھوٹی ہو جو عام نظروں میں نہ آسکتی ہو،اسی طرح کوئی چیز کتنی ہی دوری پر ہو،اسی طرح کوئی چیز کتنے ہی اندھیروں اور پردوں میں ہو اللہ تعالیٰ کے علم ونظر سے نہیں چھپ سکتی اور وہ جس کو چاہیں جب چاہیں جہاں چاہیں جیسے چاہیں اپنی قدرت کاملہ سے حاضر کر سکتے ہیں۔حق تعالیٰ کے علم وقدرت کا ہر چیز پر محیط ہونا خود بھی اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور عقیدہ توحید کی بہت بڑی دلیل ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو حق تعالیٰ کی علم وقدرت کے بنیادی عقیدے کی طرف توجہ دلا کر

یہ نصیحت فرمائی کہ اگر کوئی کتنے ہی پردوں کے اندر اندھیرے میں گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علم محیط سے وہ باہر نہیں، اس لئے گناہ نہ کرنا۔

تیسری وصیت لقمانی متعلقہ اِصلاحِ عمل

اعمالِ واجبہ تو بہت ہیں۔ مگر ان میں سب سے بڑا اور اہم عمل نماز ہے۔ جیسا کہ نماز کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَر

''بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔''

اس لئے اعمال صالحہ واجبہ میں سے نماز کے ذکر پر اکتفاء فرمایا

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ

''یعنی اے میرے بیٹے نماز کو قائم کرو۔''

اقامت صلوٰۃ کا مفہوم صرف نماز پڑھ لینا نہیں بلکہ اس کے تمام ارکان وآداب کو پوری طرح بجالانا، اس کے اوقات کی پابندی کرنا با جماعت نماز ادا کرنا اور اس پر مداومت کرنا سب اقامتِ صلوٰۃ کے مفہوم میں داخل ہیں۔

چوتھی وصیت لقمانی متعلقہ اصلاحِ خلق

اسلام ایک اجتماعی دین ہے۔ فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ جماعت کی اصلاح اس کے نظام کا اہم جزو ہے اس لئے نماز جیسے اہم فریضے کے ساتھ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کا فریضہ ذکر فرمایا گیا کہ لوگوں کو نیک کاموں کی دعوت دو اور برے کاموں سے روکو۔

وأمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرْ

یہ دو فریضے ہیں...... ایک اپنی اصلاح اور دوسرا عام مخلوق کی اصلاح...... دونوں ایسے ہیں کہ دونوں کی پابندی میں خاصی مشقت ومحنت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اس پر ثابت قدم رہنا آسان نہیں، خصوصاً اِصلاحِ خلق کے لئے امر بالمعروف کی خدمت کا صلہ دنیا میں ہمیشہ عداوتوں اور مخالفتوں سے ملا کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ قبل اعلانِ نبوت کے سب مشرکین کے محبوب تھے لیکن جب تبلیغ فرمائی تو دشمن بن گئے اور

قرآنی فتویٰ ہے کہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِي بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا

اس لئے اس وصیت کے ساتھ ہی یہ وصیت بھی فرمائی کہ

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآاَصَابَكَ اِنَّ ذَالِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

''یعنی ان کاموں میں تمہیں جو کچھ تکلیف پیش آئے اس پر صبر وثبات سے کام لو۔''

پانچویں وصیتِ لقمانی متعلقہ آداب معاشرت

ولا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاس (اور اپنے گال لوگوں کے لیے نہ پھُلا)

تصعر، صعر سے مشتق ہے جو اُونٹ کی ایک بیماری ہے جس سے اس کی گردن مڑ جاتی ہے جیسے انسانوں میں لقوہ معروف بیماری ہے جس سے چہرہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ مراد اس سے رُخ پھیر لینا ہے، مطلب ہے کہ لوگوں سے ملاقات اور گفتگو میں ان سے منہ پھیر کر گفتگو نہ کرو جو ان سے اعراض کرنے اور تکبر کرنے کی علامت ہے اور اخلاق شریفانہ کے خلاف ہے۔

ولا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا (اور زمین پر اکڑ کر نہ چل)

مرح اکڑ کر، اِترا کر چلنا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے سارے عناصر سے پست اُفتادہ بنا دیا ہے۔ تم اسی سے پیدا ہوئے اسی پر چلتے پھرتے ہو۔ اپنی حقیقت کو پہچانو۔ اِترا کر نہ چلو جو متکبرین کا طریقہ ہے۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا۔

انّ اللّٰہ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ''اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا کسی متکبر فخر کرنے والے کو''

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ ''اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو''

نہ بہت دوڑ بھاگ کر چلو کہ وہ وقار کے خلاف ہے...... حدیث میں ہے کہ چلنے میں بہت جلدی کرنا مومن کی رونق ضائع کر دیتا ہے (جامع صغیر عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ)...... اور اس طرح چلنے میں خود اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو تکلیف بھی پہنچنے کا خطرہ رہتا ہے۔

اور نہ بہت آہستہ چلو جو...... یا تو ان تکبر اور تصنع کرنے والوں کی عادت ہے جو لوگوں پر اپنا امتیاز جتانا چاہتے ہیں۔ یا عورتوں کی عادت ہے جو شرم وحیا کی وجہ سے تیز نہیں چلتیں یا پھر بیماروں کی عادت ہے جو اس

پر مجبور ہیں پہلی صورت حرام اور دوسری بھی اگر عورتوں کی مشابہت پیدا کرنے کے قصد سے ہو تو ناجائز ہے اور یہ قصد نہ ہو تو پھر مردوں کے لئے ایک عیب ہے......اور تیسری صورت میں اللہ کی ناشکری ہے کہ تندرستی کے باوجود بیماروں کی ہیئت بنائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام کو یہود کی طرح دوڑنے سے بھی منع کیا جاتا تھا اور نصاریٰ کی طرح بہت آہستہ چلنے سے بھی......اور حکم یہ تھا کہ ان دونوں چالوں کی درمیانی چال اختیار کرو۔

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ

''اور اپنی آواز کو پست کرو'' ......مراد پست کرنے سے یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز نہ نکالو اور شور نہ کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ

''بے شک چوپایوں میں سب سے زیادہ مکروہ آواز گدھے کی ہے جو بہت شور کرتا ہے۔''

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے نصیحت فرمائی کہ اے بیٹے آدابِ معاشرت میں ان امور کا خاص خیال رکھنا۔

۱ ......اوّل لوگوں سے گفتگو اور ملاقات میں متکبرانہ انداز سے رخ پھیر کر بات نہ کی جائے۔

۲ ......دوسرے زمین پر اکڑ کر چلنے کی ممانعت فرمائی۔

۳ ......تیسرے درمیانی چال چلنے کی ہدایت۔

۴ ......اور چوتھے بہت زور سے شور مچا کر بولنے کی ممانعت فرمائی۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات وشمائل میں یہ سب چیزیں جمع تھیں۔

شمائل ترمذی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تھے تو آپ کا کیا طرز ہوتا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خوش وخرم معلوم ہوتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں نرمی اور برتاؤ میں سہولت مندی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت سخت نہ تھی، بات بھی درشت نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ شور مچانے والے تھے، نہ فحش گو تھے، نہ کسی کو عیب لگاتے تھے، نہ بخل

کرتے تھے......جو چیز دل کو نہ بھاتی اس کی جانب سے غفلت برتتے تھے، دوسرے کو اس کی طرف سے ناامید بھی نہ کرتے تھے۔(اگر حلال ہو اور اس کی رغبت ہو)......اور جو چیز اپنی مرغوب نہ ہو، دوسرے کے حق میں اس کی کاٹ نہ کرتے تھے (بلکہ خاموشی اختیار فرماتے تھے)......تین چیزیں آپ ﷺ نے بالکل چھوڑ رکھی تھیں:

* جھگڑنا
* تکبر کرنا
* جو چیز کام کی نہ ہو اس میں مشغول ہونا (معارف القرآن جلد ۷ ص ۳۴ تا ۴۰)

حضرت لقمان سے جو کلماتِ حکمت (اپنے بیٹے کو نصیحت کے طور پر) نقل کی گئی ہیں بڑی عجیب ہیں وہ بہت کثرت سے روایات میں آئی ہیں۔منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ بیٹا علماءِ حق کی مجلس میں کثرت سے بیٹھا کرو اور حکماء کی بات اہتمام سے سنا کرو۔اللہ تعالیٰ شانہ حکمت کے نور سے مُردہ دل کو ایسا زندہ فرماتے ہیں جیسا کہ مُردہ زمین زوردار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔

ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بیٹا اللہ تعالیٰ شانہ سے اسی طرح امید رکھو کہ اس کے عذاب سے بے خوف نہ ہو جاؤ اور اسی طرح اس کے عذاب سے خوف کرو کہ اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔صاحبزادہ نے عرض کیا کہ دل تو ایک ہی ہے اس میں خوف اور امید دونوں کس طرح جمع ہوں؟

انہوں نے فرمایا کہ مومن ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس کے لئے گویا دو دل ہوتے ہیں۔ایک میں پوری امید اور ایک میں پورا خوف......ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بیٹا۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ

بہت کثرت سے پڑھا کرو۔اللہ تعالیٰ شانہ کے الطاف میں بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں جو کچھ آدمی مانگتا ہے وہ مل جاتا ہے۔

ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا نیک عمل اللہ تعالیٰ شانہ کے ساتھ یقین کے بغیر نہیں ہوسکتا۔جس کا یقین ضعیف ہوگا اس کا عمل بھی سست ہوگا۔بیٹا جب شیطان تجھے کسی شک میں مبتلا کرے تو اس کو یقین کے ساتھ مغلوب کر اور جب تجھے عمل میں سستی کی طرف لے جائے تو قبر اور قیامت کی یاد سے اس پر غلبہ حاصل کر اور جب دنیا میں رغبت یا خوف کے راستے سے وہ تیرے پاس آئے تو کہہ دے کہ دنیا ہر حال میں چھوٹنے والی چیز

ہے۔(دنیا کی راحت وتکلیف کودوام نہیں)

اُن کا ارشاد ہے کہ بیٹا جو شخص جھوٹ بولتا ہے۔اس کے منہ کی رونق جاتی رہتی ہے۔اور جس شخص کی عادتیں خراب ہوں گی اس پر غم سوار ہوگا اور پہاڑ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا احمقوں کو سمجھانے سے زیادہ آسان ہے۔

ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا جھوٹ سے اپنے آپ کو بہت محفوظ رکھو۔جھوٹ بولنا چڑیا کے گوشت کی طرح لذیذ تو معلوم ہوتا ہے، لیکن بہت جلد جھوٹ بولنے والے شخص کے ساتھ دشمنی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ بیٹا جنازہ میں اہتمام سے شرکت کیا کرو اور تقریبات میں شرکت سے گریز کیا کرو۔اس لئے کہ جنازہ آخرت کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور شادیاں تقریبات دنیا کی طرف مشغول کرتی ہیں۔

* بیٹا جب پیٹ بھرا ہوا ہو اس وقت نہ کھاؤ۔ پیٹ بھرے پر کھانے سے کتے کو ڈال دینا بہتر ہے۔
* بیٹا نہ اتنا میٹھا بنو کہ لوگ تمہیں نگل جائیں نہ اتنا کڑوا بنو کہ لوگ تھوک دیں۔
* بیٹا تم مرغ سے زیادہ عاجز نہ بنو کہ وہ تو سحر کے وقت جاگ کر چلّانا شروع کردے اور تم اپنے بستر پر پڑے سوتے رہو۔
* بیٹا توبہ میں دیر نہ کرو کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں وہ اچانک آجاتی ہے۔
* بیٹا جاہل سے دوستی نہ کرو۔ایسا نہ ہو کہ اس کی جہالت کی باتیں تمہیں اچھی معلوم ہونے لگیں اور حکیم سے دشمنی مول نہ لو، ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے اعراض کرنے لگے۔اور پھر اس کی حکمتوں سے تم محروم ہو جاؤ۔
* بیٹا اپنا کھانا متقی لوگوں کے سوا کسی کو نہ کھلاؤ اور اپنے کاموں میں علمائے ربانیین سے مشورہ لیا کرو۔

ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ

* بیٹا نیک لوگوں کے پاس اپنی نشست کثرت سے رکھا کرو کہ ان کے پاس بیٹھنے سے نیکی حاصل کرسکو گے اور اگر ان پر کسی وقت اللہ کی رحمتِ خاصہ نازل ہوئی تو اس میں سے تم کو کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا اور اپنے آپ کو بُرے لوگوں کی صحبت سے دور رکھو کہ ان کے پاس بیٹھنے سے کسی خیر کی تو امید نہیں اور اگر ان پر کسی وقت عذاب ہوا تو اس کا اثر تم تک پہنچ جائے گا۔
* ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ باپ کی مار، اولاد کے لئے ایسی مفید ہے جیسا کہ پانی کھیتی کے لئے۔

ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا تم جس دن سے دنیا میں آئے ہو، ہر دن آخرت کے قریب ہوتے جا رہے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ آخرت کے لئے تیاری میں ہر وقت مشغول رہا کرو۔

* بیٹا قرض سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو کہ یہ دن کی ذلت اور رات کا غم ہے۔

* بیٹا جب تم سے کوئی شخص آکر کسی کی شکایت کرے کہ فلاں نے میری دونوں آنکھیں نکال دیں اور واقعہ میں اس کی دونوں آنکھیں نکلی ہوئی ہوں تو اس وقت تک اس کے متعلق کوئی رائے قائم نہ کرو جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو...... کیا خبر ہے کہ اس نے خود پہل کی ہو اور اس نے اس سے پہلے چار آنکھیں نکال دی ہوں (درمنثور)

*......فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت لقمان علیہ السلام کا انتقال ہونے لگا، تو انہوں نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا کہ بیٹا میں نے تم کو اس مدتِ زندگی میں بہت سی نصیحتیں کیں۔ اس وقت (آخری وقت ہے) چھ نصیحتیں تم کو کرتا ہوں:

۱......دنیا میں اپنے آپ کو فقط اتنا ہی مشغول رکھنا جتنی زندگی باقی ہے (اور وہ آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں)۔

۲......حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف جتنی تمہیں احتیاج ہے اُتنی ہی اس کی عبادت کرنا (اور ظاہر ہے کہ آدمی ہر چیز میں اس کا محتاج ہے)

۳......آخرت کیلئے اس مقدار کے موافق تیاری کرنا جتنی مقدار وہاں قیام کا ارادہ ہو (اور ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد تو وہاں کے علاوہ کوئی مقام ہی نہیں)

۴...... جب تک تمہیں جہنم سے خلاصی کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک اس سے خلاصی کی کوشش کرتے رہنا۔ (ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہو تو جب تک اس کو مقدمہ کے خارج ہو جانے کا یقین نہ ہو، ہر وقت کوشش میں لگا رہتا ہے)

۵......گناہوں پر اتنی جرأت کرنا جتنا جہنم کی آگ میں جلنے کا حوصلہ اور ہمت ہو (کہ گناہوں کی سزا ضابطہ کی چیز ہے اور مراحم خسروانہ کی خبر نہیں)

۶...... جب کوئی گناہ کرنا چاہو، ایسی جگہ تلاش کر لینا جہاں حق تعالیٰ شانہٗ اور اس کے فرشتے نہ دیکھیں (کہ خود

حاکم کے سامنے، سی آئی ڈی کے عملہ کے سامنے بغاوت کا انجام معلوم ہے) (تنبیہ الغافلین)

ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اُن سے ارشاد فرمایا کہ تم اس کو پسند کرتے ہو کہ تم کو بادشاہ بنا دیا جائے اور تم حق کے موافق حکومت کرو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ اگر میرے رب کی طرف سے یہ حکم ہے تو مجھے عذر نہیں اس لئے کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے میری اعانت ہوگی۔ اور اگر مجھے اس کا اختیار ہے کہ میں قبول کروں یا نہ کروں تو میں معافی کا خواستگار رہوں۔ میں اپنے ذمے مصیبت رکھنا نہیں چاہتا۔ فرشتوں نے پوچھا کہ لقمان یہ کیا بات ہے؟

اُنہوں نے جواب دیا کہ حاکم بڑی سخت جگہ میں ہوتا ہے۔

ناگوار چیزیں اور ظلم ہر طرف سے اُس کو گھیر لیتا ہے۔ (اس میں اس کی مدد ہو سکے یا نہ ہو سکے) اگر حق کے موافق فیصلہ کرے تب تو نجات ہو سکتی ہے، ورنہ جنت کے راستے سے بھٹک جائے گا...... اور کوئی شخص دنیا میں ذلیل بن کر دن گزار دے یہ اس سے بہتر ہے کہ دنیا میں شریفانہ زندگی گزار کر آخرت کے اعتبار سے ضائع ہو جائے...... اور جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے۔ دنیا اس سے چھوٹ جاتی ہے اور آخرت کے کام کا رہتا نہیں...... فرشتوں کو اُن کے جواب سے بڑی حیرت ہوئی۔ اس کے بعد وہ سو گئے تو حق تعالیٰ نے اُن پر حکمت کو ڈھانک دیا۔ (درمنثور)

لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا کہ بدترین شخص کون ہے؟ اُنہوں نے فرمایا جو اس کی پرواہ نہ کرتا ہو کہ کوئی شخص اُس کو برائی کرتے ہوئے دیکھ لے۔

(فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۰۰ تا ۵۰۴)

حضرت لقمان علیہ السلام اور تلخ خربوزہ:

حضرت لقمان علیہ السلام کسی رئیس کے یہاں نوکری کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور معیت سے ان کے اندر ایسی پاکیزہ صفات اور عادات و عالی اخلاق موجود تھے جو انسانیت کی رفعت و شرافت اور مقبولیت عند اللہ کے صحیح مصداق تھے۔ آپ کے ان اخلاق عالیہ کا ان کے آقا پر گہرا اثر ہوا یہاں تک کہ اس رئیس نے ان کو اپنا مقرب و محبوب بنا لیا اور خود ان کا محبّ اور غلام (باطناً) بن گیا۔

یہ محبت کی کرامت ہے کہ محبت سے بادشاہ اپنے محبوب کا غلام بن جاتا ہے...... پھر اس رئیس کا

یہ معمول ہوگیا کہ ہر نعمت کھانے سے پہلے حضرت لقمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتا اور جب حضرت لقمان علیہ السلام آسودہ ہوکر کھالیتے تو بچا ہوا یہ رئیس کھالیتا۔ حضرت لقمان اُس رئیس کی محبت وعادت کی رعایت سے کھالینے کے بعد بقیہ اس کے لئے بھیج دیا کرتے۔ ایک دن خربوزہ کی فصل میں کہیں سے خربوزہ آیا۔ اُس وقت لقمان حکیم موجود نہ تھے۔ رئیس نے ایک غلام کو بھیجا کہ لقمان حکیم کو بلا کر لاؤ۔ جب آپ تشریف لائے تو رئیس نے اپنے ہاتھ سے اُس خربوزہ کی قاشیں بنائیں اور ایک ایک قاش محبت سے کھلاتا جاتا تھا اور دل ہی دل میں مسرور ہورہا تھا کہ میری اس محبت کا ان پر کیا اثر ہورہا ہوگا۔

حضرت لقمان خوشی خوشی ہر قاش کھاتے اور شکر بجالاتے یہاں تک کہ ستّر قاشیں کھالیں۔ جب ایک قاش باقی رہ گئی تو اُس رئیس نے کہا کہ اس کو میں کھاؤں گا تاکہ دیکھوں کہ یہ خربوزہ کتنا شیریں ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے قاش کو منہ میں رکھا ہی تھا کہ اُس کی تلخی سے نوک زبان سے حلق تک آبلے پڑ گئے اور ایک گھنٹہ تک بے ہوش رہا۔ جب افاقہ ہوا تو لقمان حکیم سے عرض کیا کہ اے جانِ جاں! آپ نے کس طرح اس خربوزہ کو کھالیا اور اس قہر کو کس طرح لطف سمجھا۔ جب ایک قاش کھانے سے مجھ پر یہ بَلا نازل ہوئی تو ستّر قاشوں کو آپ نے کس طرح برداشت کیا؟

حضرت لقمان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے خواجہ آپ کے دست نعمت سے صدہا نعمتیں کھائیں ہیں جن کے شکر کے بوجھ سے میری کمر خمیدہ ہورہی ہے، پس اس بات سے مجھے شرم آئی کہ جس ہاتھ سے اس قدر نعمتیں ملی ہوں اسی ہاتھ سے آج اگر ایک تلخی عطا ہورہی ہو تو اس سے انحراف اور روگردانی کروں۔ اے خواجہ شکر عطا فرمانے والے آپ کے ہاتھ کی لذت نے اس خربوزہ کی تلخی کو شیرینی سے بدل دیا۔

(معارفِ مثنوی، ص۹۲)

ہمارے حضرت شیخ دامت برکاتہم اس واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد اس بات کی تعلیم ونصیحت فرماتے ہیں کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات واحسانات بندوں پر ہورہے ہیں لیکن اگر کوئی واقعہ یا حادثہ کبھی بظاہر تکلیف دِہ پیش آجاتا ہے تو انسان ناشکرا اور بے صبرا ہوجاتا ہے۔ مگر جن بندوں کو اللہ تعالیٰ نے صالحین کے فیضِ صحبت سے دین کی خوش فہمی عطا فرمائی ہو۔ ان کا قلبِ سلیم رنج وتکلیف کی حالت میں اپنے رب سے راضی رہتا ہے۔ اور یہ سوچ لیتا ہے کہ دنیا شفاخانہ ہے اور ہم سب مریض ہیں۔ طبیب کبھی مریض کو حلوہ بادام کھلاتا ہے اور کبھی تلخ دوائیں پلاتا ہے۔ ان دونوں حالتوں میں مریض کا نفع ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ

حاکم بھی ہیں اور حکیم و رحیم بھی۔ ہمارے اوپر تقدیر الٰہی سے جو حالات بھی آتے رہتے ہیں خواہ راحت کے ہوں یا تکلیف کے ہر حال میں ہمارا ہی نفع ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ علم الٰہی میں بعض بندوں کے لئے جنت کا عالی مقام تجویز ہو چکا ہے لیکن اس مقام تک پہنچنے کے لئے ان کے پاس عمل نہیں ہوتا تو حق تعالیٰ انہیں کسی مصیبت میں مبتلا فرما دیتے ہیں، جس پر صبر کر کے وہ اس مقام کو حاصل کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

پس ہم سب کو چاہیے کہ تکلیف کی حالت میں بھی راضی رہیں یعنی زبان پر اور دل میں اعتراض نہ لاویں......البتہ گناہوں سے استغفار اور دعا کرتے رہا کریں کہ اے اللہ ہم کمزور ہیں، بلاؤں کے تحمل کی طاقت نہیں۔ آپ اپنی رحمت سے اس نعمتِ بلا کو عافیت کی نعمت سے تبدیل فرما دیجئے۔ مصیبت اور بلا کو مانگنے کی ممانعت ہے اور عافیت طلب کرنے کا حکم ہے۔ بلاؤں کا مانگنا بہادری کا دعویٰ ہے۔ اور عافیت مانگنا اپنے ضعف و عاجزی کا اظہار ہے جو عند اللہ محبوب ہے۔

زور سوئے زاری آپر اے مہیں
باتضرع باش تا شاداں شوی
گریہ کن تابے دہاں خنداں شوی

بڑھ گیا ان سے تعلق اور بھی
دشمنی خلق رحمت ہو گئی

(مجذوب)

* حضرت لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے حکمت کس سے سیکھی ہے؟ فرمایا بے وقوف سے۔ پوچھا گیا یہ کیسے؟

فرمایا بے وقوف کے اندر جو بری خصلت نظر آئے اس سے بچتا ہوں، اس سے میں اس مرتبے تک پہنچا ہوں۔ قرآن پاک میں سورہ لقمان کے اندر لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت فرمائی ہے وہ عجیب و غریب ہے۔ اس کا بغور مطالعہ کر کے ان صفات کو اپنے اندر لانا چاہیے۔ حق تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

(اصلاح نفس، ج ۱، ص ۱۶۶)

اچھے اعضاء اور بُرے اعضاء:

ابن ابی شیبہ امام احمد اور ابن جرید نے خالد ربعی کا قول نقل کیا ہے کہ لقمان حبشی غلام تھے، بڑھئی تھے۔ایک بار آقا نے حکم دیا کہ ایک بکری ذبح کرکے اس کی دو بہترین بوٹیاں لے آ۔حضرت لقمان نے زبان اور دل لے جا کر حاضر کر دیا۔کچھ دنوں کے بعد آقا نے دوبارہ حکم دیا کہ ایک بکری ذبح کر کے اس کے دو بدترین پارچے لے آ۔حضرت لقمان نے پھر زبان اور دل حاضر کر دیا۔آقا نے حیرت سے پوچھا کہ دونوں بار ایک ہی چیز لائے۔فرمایا! دونوں پاکیزہ رہیں تو سارے اعضاء سے بہتر ہیں۔اور اگر گندے ہوں تو سب سے زیادہ برے بھی یہ ہی ہیں۔(اصلاح نفس، ج ۱ ،ص ۱۶۶)

۞ حضرت لقمان علیہ السلام ایک روز بڑی مجلس میں لوگوں کو حکمت کی باتیں سنا رہے تھے۔ایک شخص آیا اور اس نے سوال کیا کہ تم وہی نہیں جو میرے ساتھ فلاں جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔لقمان علیہ السلام نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں۔اس شخص نے پوچھا کہ پھر آپ کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا کہ خلقِ خدا آپ کی تعظیم کرتی ہے اور آپ کے کلمات سننے کے لیے دور دور سے جمع ہوتی ہے۔

لقمان علیہ السلام نے فرمایا اس کا سبب میرے دو کام ہیں۔ایک ہمیشہ سچ بولنا، دوسرے فضول باتوں سے اجتناب کرنا۔اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ چند کام ایسے ہیں جنہوں نے مجھے اس درجہ پر پہنچایا اگر تم اختیار کر لو تو تمہیں بھی یہ ہی درجہ اور مقام حاصل ہو جائے گا۔وہ کام یہ ہیں۔

﴿۱۔﴾...... اپنی نگاہ کو پست رکھنا۔
﴿۲۔﴾...... زبان کو بند رکھنا۔
﴿۳۔﴾...... حلال روزی پر قناعت کرنا۔
﴿۴۔﴾...... اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنا۔
﴿۵۔﴾...... بات میں سچائی پر قائم رہنا۔
﴿۶۔﴾...... عہد کو پورا کرنا۔
﴿۷۔﴾...... مہمان کا احترام کرنا۔
﴿۸۔﴾...... پڑوسی کی حفاظت کرنا۔
﴿۹۔﴾...... فضول کام اور کلام کو چھوڑ دینا۔

چونکہ لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ حکمت و دانائی کے نہایت ہی بلند مرتبے پر فائز تھے اس لئے مندرجہ بالا مختصر مگر نہایت ہی جامع اور مہتم بالشان امور کی طرف نشاندہی فرما کر گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔لہٰذا

قرآن وحدیث کی روشنی میں ان مہ پاروں کی اہمیت وافادیت کے بارے میں ترتیب وار بیان کیا جاتا ہے۔

حکمت و دانائی کی نو باتیں

پہلی نصیحت......اپنی نگاہ کو پست رکھنا

ارشاد خداوندی ہے

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوامِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ...... وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ......

ترجمہ...... کہہ دے ایمان والوں کو، نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور تھامتے رہیں اپنے ستر کو......اس میں خوب ستھرائی ہے ان کے لئے ، بے شک اللہ کو خبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ۔......اور کہہ دے ایمان والیوں کو کہ نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور تھامتی رہیں اپنے ستر کو۔

يَغُضُّوا......غض سے مشتق ہے جس کے معنی کم کرنے اور پست کرنے کے ہیں (راغب)......نگاہ پست اور نیچی کرنے سے مراد نگاہ کو ان چیزوں سے پھیر لینا ہے جن کی طرف دیکھنا شرعاً ممنوع و ناجائز ہے (ابن کثیر)

ابن حیان نے یہی تفسیر فرمائی ہے۔اس میں غیر محرم عورت کی طرف بری نیت سے دیکھنا تحریماً اور بغیر کسی نیت کے دیکھنا کراھۃً داخل ہے۔......اور کسی عورت یا مرد کے ستر شرعی پر نظر ڈالنا بھی اس میں داخل ہے۔(مواضع ضرورت علاج معالجہ وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں)

کسی کا راز معلوم کرنے کے لئے اس کے گھر میں جھانکنا اور تمام وہ کام جن میں نگاہ کے استعمال کرنے کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے اس میں داخل ہیں۔

ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ نگاہ پست کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں سے نگاہ پھیر کر اپنی نظر کی حفاظت کی جائے جن کی طرف دیکھنا شرعاً ممنوع و ناجائز ہے۔مطلقاً نگاہ پست کرنا مراد نہیں، کیونکہ بعض چیزوں مثلاً قرآن پاک کی آیات کو صرف دیکھنا، اہل اللہ اور والدین کو محبت کی نظر سے دیکھنا۔گنبد خضریٰ، بیت اللہ وغیرہ کو صرف دیکھنا عبادت ہے۔اسی طرح بشری تقاضوں کے تحت جہاں شریعت نے اجازت دی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کو صرف اور صرف ایک نظر عقیدت و محبت سے دیکھنا ایک

سال کی عبادت سے زیادہ ثواب رکھتا ہے جس میں قیام اللیل اور دن کو روزہ رکھنا شامل ہے۔

وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُم ......شرم گاہوں کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ نفس کی خواہش پورا کرنے کی جتنی ناجائز صورتیں ہیں ان سب سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔ اس میں زنا، لواطت اور دو عورتوں کا باہمی مساحقت کرنا (جس سے شہوت پوری ہو جائے)، ہاتھ سے شہوت پوری کرنا (یعنی مشت زنی) یہ سب ناجائز اور حرام ہیں۔ مراد اس آیت کی ناجائز و حرام شہوت رانی اور اس کے تمام مقدمات کو ممنوع کرنا ہے، جن میں سے ابتدا اور انتہا کو تصریحاً بیان فرما دیا...... باقی درمیانی مقدمات سب اس میں داخل ہو گئے۔ فتنہ شہوت کا سب سے پہلا سبب اور مقدمہ نگاہ ڈالنا اور دیکھنا ہے اور آخری نتیجہ زنا ہے۔ ان دونوں کو صراحۃً ذکر کر کے حرام کر دیا گیا۔ ان کے درمیانی مقدمات مثلاً باتیں سننا، ہاتھ لگانا وغیرہ یہ سب ضمناً آ گئے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔

"كُلُّ مَاعَصَى اللهِ بِه فَهُوَ كَبِيرَةٌ وقد ذكر اطرفين"

یعنی جس چیز سے بھی اللہ کے حکم کی مخالفت ہوتی ہو سب کبیرہ ہی ہیں...... لیکن آیت میں ان کے دو طرف ابتداء وانتہاء کو ذکر کر دیا گیا۔ ابتدا نظر اٹھا کر دیکھنا اور انتہا زنا ہے۔ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "نظر ایک زہریلا تیر شیطان کے تیروں میں سے ہے۔ جو شخص باوجود دل کے تقاضے کے اپنی نظر پھیر لے تو میں اس کے بدلے اس کو ایسا پختہ ایمان دوں گا جس کی لذت وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔ (طبرانی)

اور صحیح مسلم میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: اگر بلا ارادہ اچانک کسی غیر محرم عورت پر نظر پڑ جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اپنی نظر اس طرف سے پھیر لو۔ (ابن کثیر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ پہلی نظر تو معاف ہے، دوسری گناہ ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ پہلی نظر جو بلا ارادہ اچانک پڑ جائے وہ غیر اختیاری ہونے کے سبب معاف ہے ورنہ بالقصد پہلی نظر بھی معاف نہیں (ہاں جہاں نکاح کے ہونے کا یقین محکم ہو وہاں ایک نظر ڈال سکتا ہے)۔

بے ریش لڑکوں کی طرف قصداً نظر کرنا بھی اس میں داخل ہے

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بہت سے اسلاف اُمت کسی امرد لڑکے کی طرف دیکھتے رہنے سے بڑی سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے اور بہت سے علماء نے اس کو حرام قرار دیا ہے (غالباً اس صورت میں جبکہ بُری نیت اور نفس کی خواہش کے ساتھ نظر کی جائے)۔

غیر محرم کی طرف نظر کرنا حرام ہے اس کی تفصیل

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

اس طویل آیت کے ابتدائی حصہ میں تو وہی حکم ہے جو اس سے پہلے آیت میں مردوں کو دیا گیا ہے کہ اپنی نظریں پست رکھیں یعنی نگاہ پھیرلیں۔ مردوں کے حکم میں عورتیں بھی داخل تھیں مگر اُن کا علیحدہ ذکر تاکید کے لئے کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اپنے محارم کے سوا کسی مرد کو دیکھنا حرام ہے۔ بہت سے علماء کا قول یہ ہے کہ غیر محرم مرد کو دیکھنا عورت کے لئے مطلقاً حرام ہے۔ خواہ شہوت اور بری نظر سے دیکھے یا بغیر کسی نیت شہوت کے، دونوں صورتیں حرام ہیں۔ اور اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک روز اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اور میمونہ رضی اللہ عنہا دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ اچانک عبداللہ ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا صحابی) آ گئے (اور یہ واقعہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد پیش آیا تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو حکم دیا کہ ان سے پردہ کرو۔ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو نابینا ہیں۔ نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں، نہ ہمیں پہچانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو تم تو ان کو دیکھ رہی ہو۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وقال الترمذی حدیث حسن صحیح)

اور دوسرے بعض فقہاء نے کہا کہ بغیر شہوت کے غیر مرد کو دیکھنے میں عورت کے لئے مضائقہ نہیں۔ اُن کا استدلال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ مسجد نبوی کے احاطے میں کچھ حبشی نوجوان عید کے روز اپنا سپاہیانہ کھیل دکھا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھنے لگے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی آڑ میں کھڑے ہو کر اُن کا کھیل دیکھا اور اس وقت تک دیکھتی رہیں جب تک کہ خود ہی اس سے اُکتا نہ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے نہیں روکا......اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نظر شہوت تو حرام ہے۔

اور بلاشہوت نظر کرنا خلافِ اولیٰ ہے اور ایک عورت کا دوسری عورت کے مواضعِ ستر کو دیکھنا بغیر خاص ضرورتوں کے یہ بھی اس آیت کی رو سے حرام ہے کیوں کہ موضعِ ستر یعنی مَردوں کا ناف سے گھٹنوں تک اور عورتوں کا کل بدن بجز چہرہ اور ہتھیلیوں کے یہ مواضعِ ستر ہیں۔ان کا چھپانا سب سے فرض ہے۔نہ کوئی مرد دوسرے مرد کا ستر دیکھ سکتا ہے نہ کوئی عورت دوسری عورت کا ستر دیکھ سکتی ہے اور مرد کسی عورت کا اور عورت کسی مرد کا ستر دیکھے یہ بدرجہ اولیٰ حرام ہے اور آیتِ مذکورہ کے حکم غضِّ بصر کے خلاف ہے کیونکہ آیت کا مطلب جو اُوپر بیان ہو چکا ہے اس میں ہر ایسی چیز سے نظر پست رکھنا اور ہٹا لینا مُراد ہے جس کی طرف دیکھنے کو شرع میں ممنوع کیا گیا ہے۔اس میں عورت کے لئے عورت کا ستر دیکھنا بھی داخل ہے۔

(معارف القرآن جلد ۶ ص ۳۹۸ تا ۴۰۰)

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ خداوندی ہے

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا

ترجمہ:......بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی۔

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے کان اور آنکھ اور دل کو صحیح طور پر استعمال کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ قیامت کے دن کان سے سوال ہوگا کہ تو نے عمر میں کیا کیا سنا؟ آنکھ سے سوال ہوگا کہ تمام عمر میں کیا کیا دیکھا؟ دل سے سوال ہوگا کہ تمام عمر دل میں کیسے کیسے خیالات پکائے اور کن چیزوں پر یقین کیا؟

* ایک بلیغ نکتہ:

سماعت کا سب سے پہلے ذکر کیا، اس لئے کہ کان ایسا آلہ ہے کہ انسان چاہے یا نہ چاہے یہ آواز کو پکڑ لیتا ہے سن لیتا ہے۔اس کے بعد (آنکھ کا ذکر کیا کہ آنکھ دیکھتی رہتی ہے اختیاری غیر اختیاری دونوں طریق سے) تو آنکھ اس آواز کو دیکھنے کی جسارت کرتی ہے یوں جب آنکھ دیکھ چکی تو دل میں اس دیکھی ہوئی چیز کا عکس منتقل ہو جاتا ہے تب دل میں خیالات مختلفہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشادِ خداوندی ہے کہ:

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

ترجمہ:......آنکھوں کی خیانت اور جو کچھ سینے میں چھپاتے ہو، پورا جانتا ہے۔

ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ خیانت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص لوگوں سے اپنی نظر چرا کر کسی ایسی چیز پر نظر ڈالے جو اس کے لئے حرام اور ناجائز ہو۔ جیسے کسی غیر محرم کو شہوت سے دیکھے یعنی اس طرح نظر ڈالے کہ دیکھنے والے محسوس نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب چیزیں ظاہر ہیں۔ کیونکہ اللہ کے علم محیط اور صفت بصارت سے کوئی چیز باہر نہیں۔

اسی طرح ظاہراً آنکھ تو لوگ نیچی کر لیتے ہیں۔ لیکن قلب میں اس غیر محرم کا تصور کر کے لطف لیتے ہیں، جس کی ظلمت سے دل کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ نظر بد کی ظلمت کا اثر توبہ سے بھی پوری طرح نہیں جاتا۔ جب تک کہ دوبارہ تقاضا نہ ہو اور پھر وہاں نگاہ نیچی کر کے دل پر ترکِ گناہ کا صدمہ نہ برداشت کر لے، اس وقت تک دل پوری طرح منور اور صاف نہیں ہوتا۔

نظر کی حفاظت چند احادیثِ مبارکہ سے

ذیل میں چند ایسی احادیث مبارکہ کو نقل کیا جاتا ہے جن کا تعلق آنکھ اور اس کے متعلقات سے ہے:

1. حدیث پاک میں آیا ہے کہ آنکھ کا زنا نظر ہے، زبان سے گفتگو (نامحرموں اور حسینوں سے) یہ زبان کا زنا ہے۔ (جواہر البخاری ص ۴۹۴)
2. حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہر نظر کے ساتھ شیطان کی اُمیدیں لگی ہوتی ہیں (بیہقی)
3. حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نگاہ کو روکو اور شرمگاہ کی پوری حفاظت کرو ورنہ خدا تمہاری صورتیں بگاڑ دے گا۔ (طبرانی)
4. قیامت کے دن بہت سے خوش نصیب عرش کے سائے میں ہوں گے۔ منجملہ ان میں ایک وہ شخص ہوگا جس نے حرام کی طرف نگاہ پھیر کر بھی نہیں دیکھا۔ (جنت کی کنجی)

نظر کی حفاظت کے متعلق چند حکایات

امرد کو دیکھنے کی سزا

ایک شخص کو وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اے بندے تو اپنے گناہوں کا اقرار کرتا جا میں معاف کرتا جاؤں گا۔ لہٰذا میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا رہا اور رب کریم مجھے معاف کرتا رہا۔ آخر میں ایک گناہ ایسا تھا، جس کا اقرار مجھ سے نہ ہو سکا۔ اللہ نے اس کی برزخی سزا مجھے یہ دی کہ ۳۰ سال تک گرمی میں کھڑے رکھا جس سے میرے چہرے کا گوشت گل کر نیچے گر پڑا۔ پوچھنے پر بتایا کہ وہ گناہ یہ تھا کہ ایک دفعہ میں نے بے ریش لڑکے کو شہوت کی نظر سے دیکھا تھا۔ اللہ پاک اس مرض سے بچائے آمین۔

احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کا واقعہ

ایک آدمی اپنی حکایت بیان کر کے کہتا ہے کہ میں ذکر و شغل کرتا تھا جس سے میرے دل میں چراغ جلتا تھا (یعنی باطنی نور حاصل تھا)۔ ایک دن نہر کے کنارے جا رہا تھا۔ چند لڑکیوں کو دیکھا کہ پانی بھرنے کے لیے آئی تھیں۔ بدنظری کی نیت سے ان کو دیکھا تو اس دن سے وہ چراغ بجھ گیا، کبھی روشن نہ ہوا (یعنی باطنی نور بجھ گیا)۔

بدنظری سے قرآن کا بھول جانا

کسی بزرگ کے ساتھ ایک مرید جا رہا تھا۔ راستے میں ایک حسین بے ریش عیسائی لڑکے پر نظر پڑی۔ مرید اپنے شیخ سے کہنے لگا کہ حضرت ایسے حسین چہرہ کو بھی اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈالے گا؟ شیخ نے پوچھا کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے (نظر بد اس پر ڈالی)؟ کہا: جی ہاں میں نے دیکھ لیا۔ فرمایا: عنقریب تو اس کی سزا پائے گا اور پھر ایسا ہوا کہ وہ مرید جو حافظ قرآن تھا......۲۰ سال بعد سارا قرآن بھول گیا۔

یہ ہے بدنظری کی دُنیاوی سزا اور آخرت میں علیحدہ سزا ہے۔

آنکھ جاتی رہی

جواہرِ غیبی میں حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص طواف کرتا جاتا تھا۔ اور کہتا تھا: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنکَ کسی نے اُس کا حال دریافت کیا۔ کہنے لگا کہ ایک دفعہ کسی امردِ حسین کو نظرِ شہوت سے دیکھا تھا اُسی وقت غیب سے ایک طمانچہ لگا جس سے آنکھ جاتی رہی۔

ایک متقی کی دعا سے بارانِ رحمت

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں قحط سالی ہوئی۔ لوگوں نے آپ سے استسقاء (طلبِ بارش کی دعا) کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا میرے ہمراہ پہاڑ پر چلو۔ سب لوگ آپ کے ہمراہ چلے۔ جب پہاڑ پر پہنچے تو حضرت نے فرمایا میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ آوے جس نے کبھی گناہ کا ارتکاب کیا ہو۔ یہ سن کر سب لوگ لوٹ گئے، صرف ایک شخص یک چشمی رہ گئے جنہیں برخ کہتے تھے۔ حضرت نے ان سے کہا تم نے میری بات نہیں سنی؟ کہا ہاں سنی ہے۔ فرمایا پھر تم نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ کہنے لگے مجھے کوئی گناہ یاد نہیں ہے سوائے ایک گناہ کے جس کا آپ سے ذکر کرتا ہوں اگر وہ گناہ ہے تو لوٹ جاؤں گا۔ فرمایا وہ کیا ہے؟ کہا میں راستہ پر جا رہا تھا تو ایک کمرہ کا دروازہ کھلا ہوا نظر آیا۔ میں نے اپنی اس پھوٹی ہوئی آنکھ سے ایک شخص دیکھا جسے میں نہیں جانتا کہ وہ مرد تھا یا عورت۔ میں نے یہ کہہ کر کہ اے آنکھ تو نے میرے سارے بدن میں سے گناہ پر سبقت کی۔ اب تو میرے پاس نہ رہ۔ وہ آنکھ میں نے ہاتھ سے نکال لی۔ اگر یہ گناہ ہے تو میں لوٹ جاتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ تو گناہ نہیں ہے۔ پھر فرمایا اے برخ اللہ سے پانی مانگو۔ انہوں نے دعا کی کہ اے قدوس (پاک) جو کچھ تیرے پاس ہے وہ ختم نہیں ہوتا اور تیرا خزانہ فنا نہیں ہوتا، نہ تو بخیلی کے ساتھ متہم ہو سکتا ہے، پھر نہ معلوم یہ رکاوٹ کیا ہے اپنے فضل سے ہم پر اِسی وقت پانی برسا دے۔

برخ اسود کی اللہ سے دن میں ۱۳ مرتبہ ہنسی مذاق:

غرض وہ شخص اس طرح کی باتیں کہتا رہا، یہاں تک کہ بارش برسنے لگی اور اللہ تعالیٰ نے صرف آدھے دن میں اس قدر گھاس پیدا کر دی کہ لوگوں کے گھٹنوں کو چھونے لگی، برخ اس دعا کے بعد واپس چلا

گیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے میرا جھگڑا اور میرے ساتھ اس کا انصاف پسند آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ کہنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ برخ مجھ سے دن میں ۱۳ مرتبہ ہنسی مذاق کرتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ وہاں سے دونوں کیچڑ پانی میں واپس لوٹے، اللہ عزوجل کی رحمت وفضل کی برکت سے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی حکمت و برکت سے ہزاروں کی توبہ

بعض سلف سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان ایک شخص کے غلام تھے سیاہ فام۔ وہ شخص آپ کو بیچنے کیلئے بازار لے گیا۔ جب کوئی خریدار آتا تھا تو آپ دریافت کرتے تھے کہ تم مجھے خرید کر کیا کرو گے۔ جب وہ کوئی ضرورت اپنی بیان کرتا تو آپ فرماتے میری حاجت یہ ہے کہ تم مجھے نہ خریدو۔ حتیٰ کہ ایک خریدار نے آپ کے جواب میں یہ کہا کہ میں تم کو دربان بناؤں گا۔ آپ نے فرمایا تو خرید لے۔ چنانچہ وہ آپ کو خرید کر اپنے گھر لے آیا۔

اس مالک کی تین فاحشہ لڑکیاں تھی جو بدکاری کیا کرتی تھیں۔ اس کو اتفاقاً اپنی جائیداد کی جانب جانے کی ضرورت ہوئی تو آپ سے کہہ گیا کہ میں نے کھانا پانی اور ساری ضرورت کی چیزیں ان کے پاس پہنچا دیں ہیں۔ جب میں نکل جاؤں تو دروازہ بند کر کے باہر بیٹھا رہے اور میرے واپس آنے تک دروازہ نہ کھولیے۔ چنانچہ جب مالک باہر چلا گیا تو آپ نے حکم کی تعمیل کی۔ لڑکیوں نے کہا دروازہ کھول دے۔ آپ نے انکار کیا۔ ان لڑکیوں نے آپ کو مار کر زخمی کیا اور واپس لوٹ گئیں۔ آپ خون دھو کر وہیں بیٹھ گئے۔ جب مالک آیا تو آپ نے اسے اس واقعہ کی خبر نہ کی۔ پھر دوسری مرتبہ بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ اب بڑی لڑکی نے سوچا کہ یہ غلام حبشی کیسا اچھا آدمی ہے اور باوجود غلام ہونے کے اللہ کی عبادت میں مجھ سے اولیٰ (بہتر) ہے۔ میں بھی ضرور ہی توبہ کروں گی۔ چنانچہ اس نے توبہ کی۔ پھر چھوٹی نے کہا یہ غلام حبشی اور بڑی لڑکی دونوں مجھ سے زیادہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں میں بھی ضرور توبہ کروں گی۔ اس نے بھی توبہ کی۔ منجھلی لڑکی نے کہا یہ حبشی غلام اور دونوں بہنیں خدا کی اطاعت میں مجھ سے بہتر ہیں میں بھی ضرور توبہ کروں گی۔ اس نے بھی توبہ کی۔ جب شہر کے بدمعاشوں نے یہ خبر سنی تو کہنے لگے کہ یہ حبشی غلام اور فلاں شخص کی لڑکیاں ہم سے زیادہ خدا پرست ہیں

اب ہم بھی توبہ کریں گے۔ چنانچہ ان سب نے اللہ کی درگاہ میں توبہ کی اور سب متقی ہو گئے۔

اللہ پاک کی ستّاری کا عجیب واقعہ:

نقل ہے کہ ایک جوان بعض علماء سلف کی مجلس میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ جب واعظ یاستّار کہتے تو وہ جوان مانند شاخِ تر کے حرکت کرتا تھا۔ اس کے متعلق سوال کیا گیا۔ اس نے کہا میں عورتوں کا لباس پہن کر ہر شادی اور ولیمہ کی مجلس میں جہاں عورتیں جمع ہوتی تھیں جایا کرتا تھا۔ ایک دن ایک بادشاہ کی لڑکی کی شادی میں شریک ہوا۔ بادشاہ کی لڑکی کا ہار چوری ہوا۔ اسی وقت آواز دی گئی کہ دروازے بند کرو اور عورتوں کی تلاشی لو اور ایک ایک کی تلاشی لی گئی حتیٰ کہ میں اور ایک عورت رہ گئے۔ میں نے خلوصِ نیت اور توبہ کے ساتھ اللہ سے دعا کی اور کہا اگر آج رسوائی سے بچ جاؤں تو پھر کبھی ایسا فعل نہ کروں گا۔ وہ ہار میرے ساتھ والی عورت کے پاس نکلا تو لوگوں نے کہا دوسری عورت کو چھوڑ دو یعنی مجھ کو۔ چنانچہ مجھے چھوڑ دیا اور میرا حال ان سے پوشیدہ رہا۔ اسی دن سے جب ستّار کا نام آتا ہے تو اپنا عیب اور اس کا ستر کرنا یاد آجاتا ہے اور حرکت اور وجد مجھ پر طاری ہو جاتا ہے۔

بچے کا بوسہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ ایک مرید کے ساتھ جارہے تھے۔ راستے میں ایک بچہ کو آپ رحمہ اللہ نے بوسہ دیا اور مرید نے بھی ایسا ہی کیا تو حضرت غصہ ہوئے۔ آگے جا کر حضرت نے دیکھا کہ ایک بھٹی لوہے والی گرم ہے اس کو چوما۔ یہ مرید ڈر کر پیچھے ہٹا۔ فرمایا آؤ اب اس کو بھی چومو۔

زندگی بھر بدنظری نہ کی ہو:

جب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو کہرام مچ گیا۔ جنازہ تیار ہوا، ایک بڑے میدان میں لایا گیا۔ بے پناہ لوگ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے نکل پڑے۔ انسانوں کا ایک سمندر تھا جو حدِ نگاہ تک نظر آتا تھا۔ جب جنازہ پڑھانے کا وقت آیا تو ایک آدمی آگے بڑھا اور کہنے لگا: کہ میں خواجہ قطب الدین کا وکیل ہوں، حضرت نے ایک وصیت کی تھی۔ میں اس مجمعے تک وہ وصیت پہنچانا چاہتا ہوں۔ مجمعے پر سناٹا چھا گیا۔ وکیل نے پکار کر کہا! خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وصیت کی ہے کہ میرا جنازہ وہ

شخص پڑھائے جس کے اندر چار خوبیاں ہوں:

﴿۱﴾......زندگی میں جس کی تکبیر اولیٰ کبھی قضاء نہ ہوئی ہو۔

﴿۲﴾......اس کی تہجد کی نماز کبھی قضاء نہ ہوئی ہو۔

﴿۳﴾......اس نے غیر محرم پر کبھی بھی بری نظر نہ ڈالی ہو۔

﴿۴﴾......اتنا عبادت گزار ہو کہ اس نے عصر کی سنتیں بھی کبھی نہ چھوڑی ہوں۔

جس شخص میں یہ چار خوبیاں ہوں وہ میرا جنازہ پڑھائے۔ جب یہ بات سنائی گئی تو مجمع کو سانپ سونگھ گیا۔ کافی دیر گزر گئی، کوئی آگے نہ بڑھا۔ آخر کار ایک شخص روتے ہوئے حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کے قریب آیا، جنازے سے چادر اُٹھائی اور کہا:

”حضرت: آپ خود تو فوت ہو گئے مگر میرا راز فاش کر دیا۔ اس کے بعد بھرے مجمع کے سامنے اللہ کو حاضر ناظر جان کر قسم اُٹھائی کہ......میرے اندر یہ چاروں خوبیاں موجود ہیں......یہ شخص......وقت کا بادشاہ شمس الدین التمش تھا۔

(بچوں کا اسلام، شمارہ نمبر ۴۲، ص ۶)

اکابر اولیاء اللہ کی امارد سے احتیاط:

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں اور حسین لڑکوں کے ساتھ دس شیطان ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک بار حضرت حمام میں تھے کہ اچانک ایک امرد آ گیا۔ آپ نے فرمایا اس کو جلدی نکالو۔ میں اس کے ساتھ دس شیطان دیکھ رہا ہوں اور حکیم الامت رحمہ اللہ کی کیا شان تھی۔ آج ہم لوگ حکیم الامت کے عاشق کہلاتے ہیں۔ ہم لوگوں کی زیادہ ذمہ داری ہے حضرت کی تعلیمات پر چلنے کی۔ مولانا شبیر علی صاحب نے ایک بار ایک لڑکے کو اوپر بھیج دیا جہاں حضرت تفسیر بیان القرآن لکھ رہے تھے۔ حضرت فوراً نیچے اتر آئے۔ ایک لمحہ کی تنہائی کو گوارا نہیں فرمایا اور فرمایا کہ مولوی شبیر علی میری تنہائیوں میں ان لڑکوں کو نہ بھیجا کرو جن کی ابھی ڈاڑھی مونچھ نہیں آئی۔ اور فرمایا کہ جو لوگ مجھے اپنا بڑا سمجھتے ہیں اور مجھ سے عقیدت رکھتے ہیں میرے اس عمل سے سبق لیں۔ (ماہنامہ الصیانۃ، صفر المظفر ۱۴۱۵ھ، جولائی ۱۹۹۴ء)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ:

حضرتِ اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (ٹرین کا جب میل ہوتا تھا تو) دوسری ٹرین کی طرف دیکھتے بھی نہ تھے کہ کہیں کسی ڈبے میں کسی بے پردہ عورت پر نظر نہ پڑ جائے، اللہ اکبر کیا تقویٰ تھا۔

(علاماتِ محبت)

یہ ہے تقویٰ:

☆............حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اگر کوئی نوعمر لڑکا طلب حدیث کے لئے تنہا حاضر ہوتا تو آپ اس کو تنہائی میں حدیث پڑھانے سے انکار فرما دیتے تھے جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی اور آدمی نہ ہو، اور فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے عظیم القدر پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام نے اس لئے نکاح کر لیا تھا کہ نظر بد کے خطرہ سے محفوظ ہو جاویں (ہمارا کہاں ٹھکانا ہے ہمیں تو ایسے موقع سے بہت بچنا چاہیئے جن میں نظر بد کا ذرا سا بھی احتمال ہو)

(محاسن اسلام، نومبر ۲۰۰۱ء، ص ۵)

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پردہ کا استفسار

ایک بزرگ تھے، وہ پردہ کرانے میں زیادہ احتیاط نہ کرتے تھے۔ بلکہ عورتوں کو اپنے سامنے آنے دیتے تھے۔ یہ سمجھتے تھے کہ میں تو اب بہت بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اب میرے سامنے آنے میں کیا خرابی ہے۔ ایک اور بزرگ تھے، انہوں نے ان کو نصیحت کی کہ میاں غیر عورتوں کو اپنے سامنے مت آنے دیا کرو۔ انہوں نے ان کی نصیحت کا کچھ خیال نہ کیا۔ آخر ایک مرتبہ خود انہوں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی مسئلہ کو دریافت کیا کہ میں بوڑھا ہوں، اب عورتوں کے میرے سامنے آنے میں کسی بُری بات کا تو خوف ہے نہیں تو کیا اب بھی پردہ کرانا ضروری ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مرد اتنا بزرگ ہو جائے جتنا جنید کے مرتبہ کو پہنچ جائے اور عورت اتنی بزرگ ہو جائے کہ رابعہ بصری کے مرتبہ کو پہنچ جائے۔ پھر بھی اگر یہ دونوں ایک جگہ تنہا مکان میں جمع ہوں گے تو شیطان بھی ان کے پاس آ موجود ہوگا۔ اور ان سے کچھ نہ کچھ کرا ہی دے گا، پھر تمہیں کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ عورتوں کو اپنے سامنے آنے دو۔

قیاس باطل کا علاج

﴿۱﴾......☆ ایک بزرگ کی ایک خوبصورت لڑکا خدمت کیا کرتا تھا اور یہ بزرگ کبھی کبھی اسے پیار بھی کر لیا کرتے تھے۔ایک روز ان کے ایک مرید نے بھی لڑکے کو پیار کرلیا۔پیر صاحب سمجھ گئے کہ اس نے میری دیکھا دیکھی ایسا کیا ہے۔ایک روز بازار گئے۔لوہار کی دوکان پر دیکھا کہ لوہا سُرخ انگارہ سا ہو رہا ہے۔پیر صاحب نے فوراً جا کر اس کو پیار کرلیا اور اس مرید سے کہا کہ آیئے تشریف لایئے اس کو بھی پیار کیجئے، پھر تو گھبرا گئے۔اس وقت انہوں نے اس کو ڈانٹا کہ خبردار کبھی ہم سے برابری کا خیال نہ لانا۔کیا اپنے کو ہمارے برابر سمجھتا ہے۔

﴿۲﴾......☆ ایک اور بزرگ تھے ان کو کسی نے دیکھا کہ ایک خوبصورت لڑکے سے پاؤں دبوا رہے ہیں۔اس شخص کو وسوسہ ہوا کہ یہ کیسے بزرگ ہیں، لڑکے سے پاؤں دبواتے ہیں۔فرمایا آگ کی انگیٹھی لاؤ......دہکتی آگ میں پاؤں رکھ دیئے اور یہ فرمایا کہ ہم کو کچھ حس نہیں......ہمارے نزدیک یہ آگ اور یہ لڑکا دونوں برابر ہیں۔

امرد فتنہ ہے

☆............حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ آپ نے ایک خوبصورت لڑکے کو اپنی طرف آتے دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ بھاگ کر گھر کے اندر چلے گئے اور دروازہ بند کرلیا۔تھوڑی دیر کے بعد پوچھا وہ فتنہ چلا گیا یا نہیں؟ لوگوں نے کہا چلا گیا ہے، تو آپ گھر سے نکلے ان سے پوچھا گیا اے عبداللہ رضی اللہ عنہ! اس سے آپ کے اندر کیا چیز پیدا ہوئی، کیا آپ نے اس بارے میں رسول اکرم ﷺ سے کچھ سنا ہے؟......آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ایسے حسین وجمیل لڑکوں کو دیکھنا، ان سے گفتگو کرنا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔

لوطی کی سزا

☆............قومِ لوط کا ایک تاجر آدمی ان دنوں مکہ مکرمہ میں تھا۔اس کے نام کا ایک پتھر حرم شریف میں آیا تاکہ اس پر پڑ جائے۔مگر فرشتوں نے اس پتھر سے کہا کہ جہاں سے آئے ہو وہیں واپس چلے جاؤ۔اس

لیے کہ اس وقت وہ شخص اللہ تعالیٰ کے حرم میں ہے۔ تو وہ پتھر واپس لوٹا اور حرم شریف سے باہر جا کر چالیس دن زمین و آسمان کے درمیان معلق رہا۔ یہاں تک کہ وہ شخص اپنا کاروبار تجارت مکمل کر کے حرم شریف سے نکلا تو حرم سے باہر پتھر اس پر آپڑا۔ اور اسے ہلاک کر دیا۔

بدنظری کی سزا

☆☆......ابوعمر لوگوں کو قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے۔ ایک خوبصورت بچہ ایک دن ان کے پاس قرآن پاک پڑھنے آیا......اسے دیکھ کر ان کی نیت بدل گئی۔ نیت کا بدلنا تھا کہ تمام قرآن پاک ان کے ذہن سے اتر گیا اور آگ سی لگ گئی......ابوعمر اسی بے قراری کی حالت میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دوڑے دوڑے حاضر ہوئے اور تمام واقعہ کہہ سنایا۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا۔ حج کا وقت ہے پہلے حج کرو۔ پھر مسجد خیف میں جا کر بیٹھنا، وہاں ایک بزرگ محراب میں بیٹھے ملیں گے، ان کا وقت ضائع نہ کرنا۔ جب وہ فارغ ہوں تو ان سے دعا کے لئے التجاء کرنا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، بصرہ سے روانہ ہو کر مکہ پہنچا اور حج کے بعد مسجد میں بیٹھ گیا، وہاں ایک بزرگ کو پایا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک بزرگ سفید پوش تشریف لائے۔ دونوں بزرگوں نے باہم ملاقات کی، یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔......نماز سے فارغ ہو کر وہ بزرگ سفید پوش چلے گئے، اور دوسرے سب لوگ بھی چلے گئے۔ وہ بزرگ تنہا رہ گئے۔ ابوعمر نے قریب ہو کر سلام کیا اور تمام ماجرا بیان کیا۔

یہ سن کر وہ بزرگ بہت غمگین ہوئے اور آسمان کی طرف نگاہ کی۔ ابھی انہوں نے نگاہ نہ پھیری تھی کہ ابوعمر کو تمام قرآن پاک یاد ہو گیا۔......ابوعمر نے فرطِ مسرت سے بزرگ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ میرا پتہ تجھے کس نے بتایا۔......اس نے عرض کیا کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا حسن نے میری پردہ دری کی اور مجھے رسوا اور مشہور کیا۔ میں بھی ایسا ہی اس کے ساتھ سلوک روا رکھوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ اس سفید پوش بزرگ کو تم نے دیکھا تھا؟......اس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا وہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تھے جو ہر ایک نماز سے قبل یہاں مجھ سے ملتے اور واپس جا کر وقت پر سب نمازیں ادا کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا جس کا امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہو، اسے میری دعا کی کیا حاجت۔

فائدہ: سبحان اللہ یہ بزرگوں کی کرامات ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ پاک کرتے ہیں، نام اپنے نیک بندوں کا لگا کران کومعزز بناتے ہیں۔

(حکایات الاولیاء، ص ۱۲)

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور پردہ کا اہتمام:

❀......حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی...... ایک مریدنی تھی ......جو کہ گھریلو کاموں کو پیرانی صاحبہ کے ہمراہ انجام دیا کرتی تھیں۔ پیرانی صاحبہ بھی ضعیف ہوچکی تھیں اور حضرت حاجی صاحب بہت دنوں تک مسلسل بیمار رہنے کے سبب حد سے زیادہ کمزور ہوگئے تھے۔ ایک مرتبہ تہجد کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے حضرت کو سہارا دے کر کھڑا کرنا چاہا۔

مگر حضرت نے سختی سے منع فرمایا کہ خبردار! ہاتھ نہ لگنے پائے تم نامحرم ہو۔ اس پران صاحبہ نے عرض کیا پھر تو میں خدمت سے محروم رہوں گی۔ اس لئے حضرت نکاح کرلیں تاکہ حضرت کی خدمت کرسکوں۔

یہ ہے بزرگوں کی شان کہ پردہ کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے آمین۔

(محاسن اسلام، ستمبر 2014ء، ص ۳۱)

غیر کی نظر سے اپنی بیوی کو بچانے کا عجیب واقعہ

موسیٰ بن اسحاق جوزی (اھواز کے) ۳ ہجری میں قاضی تھے، لوگوں کے فیصلے نمٹاتے تھے۔ ایک مرتبہ فیصلہ لینے والوں میں ایک عورت آئی۔ اس نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اس پر میرے پانچ سو دینار ہیں بطور مہر کے......لیکن شوہر نے انکار کردیا کہ اس کے ذمے کچھ بھی نہیں۔ تو قاضی نے شوہر سے گواہ طلب کیے۔ شوہر نے گواہ حاضر کردیا۔ قاضی نے ان کو بلایا اور کہا: اس کی بیوی کی طرف دیکھو تاکہ تو گواہی میں اس کی طرف اشارہ کرسکے تو گواہ کھڑا ہوگیا اور بیوی کو کہا کھڑی ہوجا۔ شوہر سے نہ رہا گیا۔ پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے، اس (میری بیوی) سے......تو شوہر کو بتایا گیا کہ گواہ کا عورت کو کھلے چہرے سے دیکھنا ضروری ہے تاکہ وہ جان سکے کہ جس پر گواہی ہورہی ہے۔ وہ وہی عورت ہے۔ تو شوہر کو بہت ناگوار گزرا کہ اس کی بیوی لوگوں کے سامنے چہرہ کھولنے پر مجبور ہو تو شوہر نے چیخ کر کہا میں قاضی کو گواہ بناتا ہوں کہ میرے ذمہ بیوی کا مہر ہوگا جتنا وہ دعویٰ کرتی ہے بس چہرہ نہ کھولے۔ پھر بیوی نے سنا تو اس کی ٹانگیں کانپ گئیں کہ اس کا شوہر اس کے

چہرے کے پردے کی اتنی احتیاط برت رہا ہے کہ اپنے ذمے پانچ سو دینار لے لئے تو عورت بھی چیخ پڑی (اے قاضی) میں آپ کو گواہ بناتی ہوں کہ میں نے اپنا مہر اس کو بطور تحفے کے چھوڑ دیا اور دونوں جہاں میں اس کو بری کیا مہر سے......تو قاضی کو بھی یہ واقعہ بہت ہی پسند آیا اور اپنے منشی کو کہا اس واقعہ کو عمدہ اخلاق (کی تاریخ) میں لکھ کر محفوظ کرلو۔

(الاعتدال دسمبر 2014ء ص 12تا13)

پردہ

ایک مرتبہ علامہ محمد اقبال سر محمد شفیع کے ہاں کسی تقریب میں ''بمعہ فیملی'' مدعو تھے۔لیکن علامہ تنہا گئے۔سر شفیع نے پوچھا۔''بیگم صاحبہ کو کیوں نہیں لائے؟''۔

انہوں نے جواب دیا کہ''وہ پردہ کی پابند ہیں''۔سر شفیع نے کہا۔''یہاں زنانہ میں قیام فرما سکتی ہیں؟''

علامہ نے جواب میں کہا......''بے پردہ زنانے بھی ایسے ہوتے ہیں یعنی غیر محرم مردوں کے حکم میں آتی ہیں''۔

عجیب حکایت

❁ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص کو بدنگاہی کی عادت تھی۔ایک عالم بزرگ نے اس فعل خبیث سے منع فرمایا۔کہنے لگا اجی حضرت میں تو حسینوں میں خدا کی قدرت کا تماشا دیکھتا ہوں۔ان بزرگ نے ایسا جواب دیا کہ دن میں تارے نظر آ گئے۔فرمایا کہ اپنی ماں کی شرمگاہ میں خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھ کہ تو کس قدر طول وعرض کے ساتھ ایسے تنگ راستے سے برآمد ہوا ہے۔بس ایسا لاجواب ہوا کہ دم بخود رہ گیا۔

(روح کی بیماری اوران کا علاج،حصہ اول،ص ۳۸ تا ۳۹)

حکایت:

❁ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی حسین کے چہرہ پر ڈاڑھی نکلنے کے بعد دریافت کیا ارے بھائی چاند پر چیونٹیاں کیوں جمع ہیں؟اس نے جواب دیا کہ میرے حسن کے زوال پر ماتمی لباس میں ہے۔

امام صاحب رحمہ اللہ کی امرد سے احتیاط

✿ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جب حضرت امام محمد رحمہ اللہ کو پڑھاتے تھے تو ان کے حسین ہونے کے سبب ان کو پیچھے پشت کی جانب بٹھاتے تھے۔ جب ڈاڑھی نکل آئی اور چراغ کی روشنی کے سامنے سائے میں ان کی ڈاڑھی نظر آئی تو حکم دیا اب سامنے آجاؤ۔ اللہ اکبر اولیاء اللہ کی کیا شان ہوتی ہے اور کس درجہ وہ نفس کے شر سے محتاط ہوتے ہیں۔

امام احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط:

احادیث کے حافظ، عالم الحدیث، واقف اختلاف الحدیث حضرت احمد بن صالح ابو جعفر مصری رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد تشریف لائے اور حفاظ حدیث کے پاس بیٹھنے لگے اور ان کے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان مذاکرات حدیث جاری رہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کا تذکرہ بھی کرتے تھے اور ان کی تعریف بھی کرتے تھے۔ ان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے شرف تلمذ حاصل کیا تھا اور ان سے احادیث روایت کی تھیں۔

حضرت احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ صرف ڈاڑھی والوں کو احادیث پڑھاتے تھے۔ ان کی مجلس درس میں کوئی بے ریش لڑکا داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ جب حضرت امام ابوداؤد سجستانی اپنا بیٹا ان کے پاس لے گئے تاکہ وہ بھی ان سے حدیث کی سماعت کرلے جبکہ وہ ابھی امرد (یعنی بے ریش) تھا تو حضرت احمد بن صالح رحمہ اللہ نے امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے سامنے ان کے بیٹے کو اپنی مجلس میں بٹھلانے سے انکار کردیا، تو امام ابوداؤد نے فرمایا اگرچہ یہ بے ریش ہے لیکن تمام ڈاڑھی والوں سے زیادہ حافظ الحدیث ہے آپ جو چاہیں اس سے امتحان لے سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کا امتحان لیا تو اس نے سب سوالات کا جواب دے دیا تو انہوں نے اس کو درس حدیث میں شامل کرلیا لیکن اور کسی امرد (بے ریش) کو احادیث نہیں سنائیں (ان کا بے ریش لڑکوں کو احادیث نہ سنانا خود کو بے ریش لڑکوں کے فتنہ سے دور رکھنا مقصود تھا)۔

امام مالک رحمہ اللہ کی احتیاط:

حضرت امام مالک رحمہ اللہ سماع حدیث کے لئے بے ریش لڑکوں کو اپنی مجلس میں بیٹھنے سے منع کرتے تھے۔ ہشام بن عمار حیلہ کر کے لوگوں کے مجمع میں چھپ کر بیٹھ گئے۔......اس وقت وہ بے ریش تھے......اور امام مالک رحمہ اللہ سے سولہ حدیثیں سن لیں۔امام مالک رحمہ اللہ کو جب اس کی خبر دی گئی تو انہوں نے اس کو بلایا اور سولہ درے مارے۔حضرت ہشام فرماتے ہیں کاش کہ میں (ان سے) سو حدیثیں سنتا اور وہ مجھے سو درے مارتے

حضرت یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل:

حضرت امام یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ......کسی بے ریش نے میرے پاس آنے کا طمع نہیں کیا اور نہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے سامنے راستہ میں آنے کا طمع کیا (یعنی یہ دونوں اکابر حدیث بھی بے ریش کو اپنی صحبت میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے)۔

اسلافِ امت کا طرز عمل:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا، اس کے ساتھ ایک حسین چہرہ والا لڑکا بھی تھا۔آپ نے اس شخص سے پوچھا یہ کون لڑکا ہے؟ عرض کیا یہ میرا بیٹا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو دوبارہ اپنے ساتھ نہ لانا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو امام صاحب سے محمد بن عبدالرحمٰن محدث نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اس شخص کی مدد کرے وہ پاکدامن تھا اور اس کا بیٹا (بے ریش لڑکا) اس سے افضل تھا۔تو حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہم نے جس مقصد کا ارادہ کیا ہے اس کو ان کا پاک دامن ہونا نہیں روکتا ہم نے شیوخ اساتذہ کو اسی طرز عمل پر دیکھا اور انہوں نے ہمیں اپنے اسلاف سے اسی کا پتہ دیا ہے۔

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا سہواً نظر پڑ جانے پر بھی استغفار کرنا:

❁......آپ کے صاحبزادے......مولانا انظر شاہ صاحب فرماتے کہ......حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکان پر تشریف لائے تو دستور یہ تھا کہ دستک دیتے......اور اجازت کے بعد اندر تشریف لاتے۔ایک روز مولانا طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) کی والدہ ہمارے گھر تشریف رکھتی تھیں۔آپ تشریف لائے اجازت چاہی تو والدہ کو سہو ہوا اور اندر آنے کی اجازت دے دی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قدم رکھا تو ان اجنبیہ

پر نظر پڑنے کے ساتھ استغفر اللہ پڑھتے ہوئے الٹے پاؤں باہر لوٹ گئے۔اس کی تکلیف آپ کو ایسی ہوئی کہ ایک مدت کیلئے والدہ مرحومہ سے ناراض ہوئے رہے بلکہ طلباء کے سامنے غمگین لہجے میں فرمایا۔ بھائی بالغ ہونے کے بعد کل بلا ارادہ مولانا طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ پر نظر پڑ گئی جس کی تکلیف سوہان روح کی طرح محسوس کرتا ہوں (حالانکہ بلا ارادہ نظر پڑی تھی جو کہ معاف ہے)۔

(علم وعمل، اپریل ۲۰۰۷، ص ۲۰)

تیس ابدال کی نصیحت:

حضرت شیخ فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایسے تیس شیوخ کے پاس رہا ہوں جن کو ابدال (کے درجہ کا ولی) کہا جاتا تھا، ان سب نے مجھے اپنے سے رخصت ہوتے وقت نصیحت فرمائی کہ تم بے ریش لڑکوں کی صحبت وغیرہ سے بچتے رہنا۔

بدنظری کے روحانی نقصانات یہ ہیں

- دل سیاہ ہو جاتا ہے
- آنکھوں کا نور ختم ہو جاتا ہے
- عبادت میں لذت ختم ہو جاتی ہے
- عبادت کی طرف رغبت ختم ہو جاتی ہے
- اللہ کی لعنت کا مستحق بن جاتا ہے
- صورت بدل جاتی ہے (احیاناً نہ کہ دائماً)

بدنظری کے طِبّی نقصانات

- حافظہ کمزور ہو جاتا ہے
- مثانہ کمزور ہو جاتا ہے جس سے بار بار پیشاب کے قطرے آتے ہیں
- کپڑوں سے بدبو آنے لگتی ہے
- جریان کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے

- درد شروع ہونے لگتے ہیں
- دل میں ہر وقت گھبراہٹ کی کیفیت ہوتی ہے

بدنظری کا علاج

- اہل اللہ کی صحبت اختیار کرے (جو کہ اکسیر ہے)
- پکی توبہ کرے (توبہ یہ ہے کہ گزشتہ پر ندامت، آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم اور جو کچھ ہو چکا اُس کی تلافی)
- انجام کو سوچے کہ یہ محبوب آخر مر کر گل سڑ جائے گا اور فنا ہو جائے گا

عشق بامردہ نہ باشد پایہ دار

عشق را باحی باقیوم دار

مردہ کے ساتھ عشق پایہ دار نہیں۔حی اور قیوم ذات یعنی اللہ سے عشق ہونا چاہیے۔

- عذابِ الٰہی کا تصور کرے
- ذکرِ الٰہی کی کثرت کرے
- اپنے آپ کو مشقت میں ڈالے......یعنی اپنے آپ پر فی بدنظری......جرمانہ مقرر کر کے ادا کرتا رہے۔

بدنظری سے بچنے پر انعامات

- ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی
- دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا
- قربِ الٰہی نصیب ہوگا
- اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرے گا
- نورِ الٰہی نصیب ہوگا

❀ وسیع رزق نصیب ہوگا

❀ اولاد میں برکت ہوگی

اس سے معلوم ہوا کہ بدنظری کرنے والوں کو دنیا وآخرت میں سخت سزا دی جائے گی۔اس لئے لقمان حکیم نے یہ نصیحت کی ہے کہ اپنی نگاہ کو پست رکھنا۔تا کہ دُنیا میں بلند مرتبے والے بن جاؤ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات کے مستحق ہوجاؤ۔

ہمارے پیرومرشد فرماتے ہیں کہ باطنی اصلاح میں بدنظری کا بڑا عمل دخل ہے۔بعض آدمی ذکر تو کرتے ہیں لیکن بدنظری میں مبتلا ہوتے ہیں۔......ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی محبت کیسے نصیب ہوگی؟ صراحتاً حرام کاری میں مبتلا ہو۔باطنی گھر یعنی قلب کے لئے آنکھ ایک کھڑکی ہے۔جیسے کھڑکی سے اگر خوشبودار اور تازہ ہوا کا جھونکا آنے سے سارا گھر خوشبودار ہوکر مہکنے لگتا ہے۔ایسے ہی آنکھ شریعت مطہرہ کی ہدایات کے مطابق استعمال کرنے سے باطنی گھر یعنی قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے جھونکے آنے لگیں گے۔اور پھر قلب سے سارے بدن میں خوشبو پھیل کر مہکنے لگے گی۔

آدمی ہمت کرے کہ بس بدنظری نہیں کروں گا۔اگر راستے پر جاتے ہوئے غیر محرم وغیرہ آجائے تو فوراً بریک لگا کر نظر پست کرے۔بلکہ پہلے سے یہ مشق کرے کہ راستے پر جاتے ہوئے بہت اُونچا یا اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔اللہ تعالیٰ چند دنوں کے بعد نظر کی حفاظت کرنے کا مَلِکہ عطا فرما دیں گے۔

دوسری نصیحت......"زبان کو بند رکھنا"

دل زِ پُرگفتن بمیرد در بدن
گرچہ گفتارش بود دُرّ عدن
گر خبر داری ز حی لایموت
بر زبانِ خود بنے مُہر سکوت

تشریح ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خلافِ شرع باتوں کے کرنے سے اپنی زبان کی حفاظت کی جائے۔ زبان بند کرنا مراد نہیں کیونکہ زبان سے کلمۂ توحید کا اقرار کر کے کافر مسلمان ہوجاتا ہے۔ اسی طرح ذکر تلاوت قرآن پاک اذان یا کئی اور دینی ضرورتوں کے لئے زبان ہی استعمال کی جاتی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ○

ترجمہ:......نہیں بولتا کچھ بات مگر ہوتا ہے اُس کے پاس ایک راہ دیکھنے والا تیار۔

یعنی انسان کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالتا جس کو یہ نگران فرشتہ محفوظ نہ کرلیتا ہو۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ فرشتے اُس کا ایک ایک لفظ لکھتے ہیں خواہ اُس میں کوئی گناہ یا ثواب ہو یا نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صرف وہ کلمات لکھے جاتے ہیں جن پر کوئی ثواب یا عتاب ہو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دونوں قول نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ آیت قرآن کے عموم سے پہلی بات کی ترجیح معلوم ہوتی ہے کہ ہر ہر لفظ لکھا جاتا ہے۔

پھر علی بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے ایسی نقل ہے جس میں یہ دونوں قول جمع ہوجاتے ہیں۔ اس روایت میں یہ ہے کہ پہلے تو ہر کلمہ لکھا جاتا ہے۔ خواہ گناہ وثواب اُس میں ہو یا نہ ہو مگر ہفتے میں جمعرات کے روز اُس پر فرشتے نظر ثانی کر کے صرف وہ لکھ لیتے ہیں۔ جن میں ثواب یا عتاب ہو یعنی خیر یا شر ہو، باقی کو نظر انداز کر دیتے ہیں (حذف کر دیتے ہیں)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''انسان بعض اوقات کوئی کلمہ خیر بولتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے مگر یہ اس کو معمولی بات سمجھ کر بولتا ہے۔ اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کا ثواب کہاں تک پہنچا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی رضائے دائمی قیامت تک کی لکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح انسان کوئی کلمہ اللہ کی ناراضی کا (معمولی سمجھ کر) زبان سے نکال دیتا ہے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ اس کے گناہ کا وبال کہاں تک پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص سے اپنی دائمی ناراضی قیامت تک کے لئے لکھ دیتے ہیں (ابن کثیر)

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ حضرت بلال بن حارث کی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث نے مجھے بہت سی باتیں زبان سے نکالنے سے روک دیا ہے۔ (ابن کثیر، معارف القرآن جلد ۸ ص ۱۴۲)

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں بھی اپنی زبان کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

ارشادِ خداوندی ہے

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى أَنْ يَّكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰى أَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ

ترجمہ: ......اے ایمان والو ٹھٹھا نہ کریں ایک قوم دوسری قوم سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں اِن سے اور عیب نہ لگائیں ایک دوسروں کو اور نام نہ ڈالو چڑانے کے ایک دوسرے کے۔

تَشْرِیح ......مطلب ان آیات کا یہ ہے کہ......اوّل کسی مسلمان کے ساتھ تمسخر واستہزا کرنا،...... دوسرے طعنہ زنی کرنا......تیسرے کسی کو ایسے لقب سے ذکر کرنا جس سے اس کی توہین ہوتی ہو یا وہ اس سے بُرا مانتا ہو۔ ان باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

(تفصیل کے لئے معارف القرآن جلد ۸ ص ۱۱۵ ملاحظہ فرمائیں)

* ارشادِ خداوندی ہے

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۝ (طـ)

(ترجمہ)......اور بُرا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو، بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو......سو گِھن آتی ہے تم کو اس سے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بات حرام کر رکھی ہے کہ کسی غیر حاضر آدمی کے متعلق کوئی ایسی بات کہی جائے جس کو اگر وہ سن لے تو اُسے ناگوار ہو۔ غیبت کی حرمت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس کو کسی مردہ مسلمان کا گوشت کھانے سے تشبیہ دیدی۔ حکمت اس کی یہ ہے کہ کسی کے سامنے اُس کے عیوب ظاہر کرنا بھی اگرچہ ایذارسانی کی بناء پر حرام ہے۔ مگر اُس کی مدافعت وہ آدمی خود بھی کر سکتا ہے اور اس خطرہ سے ہر ایک کی ہمت بھی نہیں ہوتی بخلاف غیبت کے کہ وہاں کوئی مدافعت کرنے والا نہیں۔ ہر کمتر سے کمتر آدمی بڑے سے بڑے کی غیبت کر سکتا ہے اور چونکہ کوئی مدافعت نہیں ہوتی اس لئے اس کا سلسلہ عموماً طویل ہوتا ہے اور اس میں ابتلاء بھی زیادہ ہے۔ اس لئے غیبت کی حرمت زیادہ مؤکد کی گئی ہے۔ اور عام مسلمانوں پر لازم کیا گیا کہ جو سنے وہ اپنے غائب بھائی کی طرف سے بشرطِ قدرت مدافعت کرے اور مدافعت پر قدرت نہ ہو تو اس کے سننے سے پرہیز کرے۔

ولی اللہ کو غیبت سننے پر تنبیہ

حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک زنگی کا مردہ جسم ہے اور کوئی کہنے والا ان کو مخاطب کر کے یہ کہہ رہا ہے کہ اس کو کھاؤ۔ میں نے کہا کہ اے خدا کے بندے میں اس کو کیوں کھاؤں تو اس شخص نے کہا کہ تو نے فلاں شخص کے زنگی غلام کی غیبت کی ہے۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے تو اُس کے متعلق کوئی اچھی بری بات کی ہی نہیں تو اس شخص نے کہا کہ ہاں لیکن تو نے اس کی غیبت سنی تو ہے اور تو اس پر راضی رہا۔ حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ کا حال اس خواب کے بعد یہ ہوگیا کہ نہ خود کسی کی غیبت کرتے نہ کسی کو اپنی مجلس میں کسی کی غیبت کرنے دیتے تھے۔ (معارف جلد ۶ ص ۱۲۲)

الغرض غیبت ایک ایسا گناہ ہے جس میں حق تعالیٰ کی بھی مخالفت ہے اور بندوں کا حق بھی ضائع ہوتا ہے۔

مسئلہ

جس کی غیبت کی گئی ہے۔ اس سے معاف کرانا ضروری ہے۔ اور بعض علما نے فرمایا کہ غیبت کی خبر جب تک صاحبِ غیبت کو نہ پہنچے، اس وقت تک وہ حق العبد نہیں ہوتی اس لئے اس سے معافی کی ضرورت نہیں (نقلہ فی الروح) مگر بیان القرآن میں اس کو نقل کر کے فرمایا ہے کہ اس صورت میں گو اس شخص سے معافی

مانگنا ضروری نہیں ۔مگر جس شخص کے سامنے غیبت کی تھی اس کے سامنے اپنی تکذیب کرنا یا اپنے گناہوں کا اقرار کرنا ضروری ہے۔

اور اگر وہ شخص مرگیا یا اس کا پتہ نہیں تو اس کا کفارہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ "یعنی کفارہ غیبت کا یہ ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کرے اور یوں کہے کہ یا اللہ ہمارے اور اس کے گناہوں کو معاف فرما۔

مسئلہ

بچے اور مجنون اور کافر ذمی کی غیبت بھی حرام ہے کیونکہ ان کی ایذاء بھی حرام ہے۔ اور جو کافر حربی ہیں اگرچہ اُن کی ایذاء حرام نہیں مگر اپنا وقت ضائع کرنے کی وجہ سے پھر بھی غیبت مکروہ ہے۔

مسئلہ

غیبت جیسے قول اور کلام سے ہوتی ہے۔ ایسے ہی فعل یا اشارہ یا کنایہ سے بھی ہوتی ہے۔ جیسے لنگڑے کی چال بنا کر چلنا جس سے اُس کی تحقیر ہو۔

مسئلہ

بعض روایات سے ثابت ہے کہ آیت میں جو غیبت کی عام حرمت کا حکم ہے۔ یہ مخصوص البعض ہے یعنی بعض صورتوں میں (تقریباً ۱۴ مواقع پر) غیبت جائز ہے۔ اس کی اجازت ہوئی ہے۔ مثلاً کسی شخص کی بُرائی کسی ضرورت یا مصلحت سے کرنا پڑے تو وہ غیبت میں داخل نہیں ۔ بشرطیکہ وہ ضرورت و مصلحت شرعاً معتبر ہو۔ جیسے کسی ظالم کی شکایت کسی ایسے شخص کے سامنے کرنا جو ظلم کو دفع کر سکے۔ یا کسی کی اولاد و بیوی کی شکایت اس کے باپ اور شوہر سے کرنا جو ان کی اصلاح کر سکے...... یا کسی واقعہ کے متعلق فتویٰ حاصل کرنے کے لئے صورتِ واقعہ کا اظہار...... یا مسلمانوں کو کسی شخص کے دینی یا دُنیوی شر سے بچانے کے لئے اُس کا حال بتلانا...... یا کسی معاملے کے متعلق مشورہ لینے کے لئے اس کا حال ذکر کرنا۔ یا جو شخص سب کے سامنے کھلم کھلا گناہ کرتا ہے اور اپنے فسق کو خود ظاہر کرتا ہے۔ اس کے اعمالِ بد کا ذکر بھی غیبت میں داخل نہیں مگر بلا ضرورت اپنے اوقات ضائع کرنے کی بناء پر مکروہ ہے۔ (بیان القرآن)

ان سب مسائل میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ کسی کی برائی اور غیبت کرنے سے مقصود اس کی تحقیر نہ ہو بلکہ کسی ضرورت ومجبوری سے ذکر کیا گیا ہو۔

(معارف جلد ۶ ص ۱۲۳)

ان بکھیڑوں میں پڑنے سے بہتر یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کو لگام دے، بہت سی آفتوں سے محفوظ رہے گا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زبان اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور اس کی عجیب وغریب صنعتوں میں سے ایک صنعت ہے۔ اس کا جُثّہ چھوٹا ہے لیکن اس کی اطاعت اور گناہ بہت بڑے ہیں حتیٰ کہ کفر واسلام جو گناہ اور طاعت میں دو آخری کناروں پر ہیں اسی سے ظاہر ہوتے ہیں۔

زبان کی بے شمار آفتیں ہیں:

مثلاً

✻......بے کار گفتگو۔	✻......بے ہودہ باتیں۔
✻......جنگ وجدل۔	✻......منہ پھیلا کر باتیں کرنا۔
✻......فحش بات کرنا۔	✻......گالی دینا۔
✻......لعنت کرنا۔	✻......شعر وشاعری میں انہماک۔
✻......کسی کا مذاق اُڑانا۔	✻......کسی کا راز ظاہر کرنا۔
✻......جھوٹا وعدہ کرنا۔	✻......جھوٹ بولنا۔
✻......جھوٹی قسم کھانا۔	✻......کسی پر اعتراض کرنا۔
✻......غیبت کرنا۔	✻......چغل خوری کرنا
✻......دورنگی باتیں کرنا۔	✻......بے محل کسی کی تعریف کرنا

✻......بے محل سوال کرنا۔ وغیرہ وغیرہ

اتنی کثیر آفتیں اس چھوٹی سی چیز کے ساتھ وابستہ ہیں کہ ان کے نتائج انتہائی خطرناک ہیں۔ اسی وجہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چپ رہنے کی بہت ترغیب فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو شخص چپ رہا وہ نجات پا گیا۔ (مَنْ صَمَتَ نَجَا)

ایک اور صحابی کو نصیحت فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ سکوت بہت کثرت سے رکھا کرو۔ یہ شیطان کے دور رہنے کا ذریعہ ہے۔ اور دینی کاموں میں مدد کا سبب ہے۔

زبان کی حفاظت کے متعلق چند احادیث مبارکہ

بشارت

❀......حدیث پاک میں آیا ہے جس شخص نے اپنا حج پورا کیا اور مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ سے کوئی ایذاء نہ پہنچائی تو اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے۔

❀......حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو مجھے اپنی اُس چیز جو اِس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اُس چیز کی جو اِس کی دونوں رانوں کے درمیان ہے یعنی (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری)

❀......عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملا۔ پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نجات کی کیا صورت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور تمہارا گھر تمہاری گنجائش والا ہونا چاہیے یعنی گھر سے بلاضرورت مت نکلو اور خطا پر روتے رہو۔ (ترمذی)

❀......حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے (ترمذی، ابن ماجہ)

❀......حضرت سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپ کو اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈر کس چیز کا ہے؟ حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا کہ اس کا (مشکوۃ)

❀......حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا کہ آدمی کا ہر کلام اس پر وبال ہے کوئی نفع دینے والا نہیں بجز اس کے کہ بھلائی کا حکم کرے یا برائی سے روکے یا اللہ جل شانہ کا ذکر کرے۔

وعید:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صفا مروہ کی سعی کر رہے تھے۔ اور اپنی زبان کو خطاب کر کے فرماتے تھے۔ اے زبان اچھی بات کہہ، نفع کمائے گی اور شر سے سکوت کر، سلامت رہے گی، اس سے پہلے کہ شرمندہ ہو۔ کسی نے پوچھا یہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں یا آپ نے اس بارے میں کچھ

حضورِ اقدس ﷺ سے سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ آدمی کی خطاؤں کا اکثر حصہ اس کی زبان میں ہوتا ہے۔ (فضائل صدقات)

* ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تجھ کو دو باتیں ایسی بتا دیتا ہوں جو عمل کرنے میں بہت ہلکی اور نامہ اعمال کے ترازو میں سب سے بھاری ہیں۔...... ایک تو حُسنِ خُلق کو کبھی نہ چھوڑیو...... دوسرے اکثر اوقات خاموش رہا کیجیو۔ خدا کی قسم مخلوق نے کوئی کام ان دونوں کاموں سے بہتر نہیں کیا (ابویعلی)

* معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سب گناہوں سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ زبان کو روک لے (ترمذی)

* جو خاموش رہا اس نے نجات پائی (ترمذی)

* جب ابن آدم صبح کرتا ہے۔ تو تمام اعضاء زبان سے کہتے ہیں۔ خدا سے ڈرتی رہیو۔ ہم تیرے ساتھ ہیں۔ تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گئے، تو ٹیڑھی چلی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گئے (ترمذی)

* ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کون سے مسلمان افضل ہیں؟ فرمایا جن کے ہاتھ اور زبان کی ایذا سے لوگ سلامت رہیں (بخاری مسلم)

* حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بُرا مرتبہ میں قیامت کے دن خدا کے سامنے وہ شخص ہوگا جس کے فحش اور بدزبانی کے ڈر سے لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا ہو۔ (بخاری مسلم)

* حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بدزبانی جفا ہے اور جفا جہنم میں ہے...... حیاء ایمان ہے اور ایمان جنت میں ہے۔ (احمد، ترمذی)

* حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: سود کے بَھَتَّر (۷۲) درجے ہیں اور ادنیٰ درجہ ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔ سب سے بڑا سود یہ ہے کہ مسلمان بھائی کی آبروریزی میں زبان کھولی جائے (طبرانی)

* ابوداؤد کے بعض نسخوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے آخری یہ الفاظ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ منجملہ کبائر کے مسلمان کی آبروریزی میں زبان چلانا بھی کبیرہ گناہ ہے اور ایک

گالی کے عوض دو گالی دینا بھی کبیرہ گناہ ہے (ابن ابی الدنیا)

* حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ......کی روایت ہے کہ ......شبِ معراج کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے لے جایا گیا تو میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور بدن کا گوشت نوچ رہے ہیں۔ میں نے جبرائیل امین سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائی کی غیبت اور ان کی آبروریزی کرتے تھے (مظہری)

* حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یہ کیسے؟ ......تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ اور غیبت کرنے والے کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے (رواہ الترمذی وابوداؤد)

* رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ لوگوں کے مذاق اُڑانے والے کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا۔ اور کہا جائے گا آؤ، آؤ تو وہ بڑی تکلیف کے ساتھ بڑھے گا مگر جب دروازے پر پہنچ جائے گا تو دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ پھر دوسرا کھولا جائے گا اور پکارا جائے گا آؤ، آؤ، وہ بڑی مصیبت سے وہاں تک پہنچے گا مگر پہنچتے ہی بند کر دیا جائے گا۔ اسی طرح کیا جاتا رہے گا۔ حتیٰ کہ اس کے لئے دروازہ کھولا جائے گا اور پکارا جائے گا تو وہ قدم ہی نہیں اُٹھائے گا۔

* حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا بدزبانی نفاق ہے (ترمذی)

الغرض انسان جتنے کلام کرتا ہے بظاہر اس کی تین قسمیں ہیں۔

- ...... مفید — جس میں کوئی دین یا دنیا کا فائدہ ہو۔
- ...... مضر — جس میں دین یا دُنیا کا کوئی نقصان ہو۔
- ...... نہ مفید نہ مضر — جس میں نہ فائدہ ہو نہ نقصان ہو۔

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ تیسری قسم بھی درحقیقت دوسری قسم یعنی مضر میں داخل ہے۔ کیونکہ وہ وقت جو ایسے کلام میں صرف کیا جائے کہ اگر اللہ کا ذکر...... "اللہ اللہ، سبحان اللہ،

الحمد للہ، اللہ اکبر" کہہ لیتا تو میزانِ عمل کا پلڑہ بھر جاتا۔ یا کوئی اور مفید کام کرتا تو نجاتِ آخرت کا ذریعہ بن جاتا۔

آفاتِ لسان

زبان کا خطرہ بہت بڑا ہے اس سے نجات خاموشی ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ خاموشی حکمت ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ منہ میں سنگریزے رکھ کر بیٹھتے تاکہ بولنے سے باز رہیں۔ اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا کرتے اور کہتے اسی نے مجھے مبتلائے مصائب رکھا۔

ذیل میں چند آفاتِ زبان کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

* بے ضرورت بات کرنا:...... بے ضرورت بات کرنے سے تو اپنا وقت ضائع کیا جاتا ہے اور پھر یوم الحساب میں حساب کتاب بھی دینا پڑے گا۔ بہتر تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے یا خاموش رہا جائے یا مخلوقاتِ الٰہی کی غور و فکر میں پڑ جائے کہ اے اللہ یہ سب کچھ تو نے فضول پیدا نہیں فرمایا۔ اس سے بڑے بڑے درجات ملتے ہیں۔ آسمان و زمین میں غور و فکر کرنا ۸۰ سال کی بے ریاء عبادت سے افضل ہے۔

* زیادہ باتیں کرنا:...... یعنی بے فائدہ مکرر کہتے رہنا کہ اتنے الفاظ کی ضرورت نہ ہو۔ مثلاً یہ کہے کہ اے اللہ اس کتے کو رسوا کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوش بخت ہے وہ جو زبان کو فضول سے روکتا ہے اور ضرورت سے زیادہ مال خرچ کرتا ہے۔ مطرف کہتے ہیں تم لوگوں کے دلوں میں جلالِ الٰہی کی عظمت ہونی چاہیے لہٰذا اگر کسی کو کتا یا گدھا کہتے ہو۔ تو ایسے نہ کہو اے اللہ اسے رسوا کر دے۔ کیونکہ فضول باتوں پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔

* باطل و معاصی میں گھس جانا:...... جیسے عورتوں یا شراب کی مجلس یا فاسقوں کی باتیں کرنا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسی طرف اشارہ کیا ہے

"وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ"

ہم ڈوبنے والوں کے ساتھ ڈوبا کرتے تھے۔

* پچھلی بُری باتوں کے بارے میں لڑائی جھگڑا کرنا یا ان تک جوڑ ملانا:...... ایسا کرنا منع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اپنے بھائی سے جھگڑا اور ہنسی مذاق نہ کرو۔ اور ایسا وعدہ نہ کرو جسے پورا نہ

کرسکو۔ نیز فرمایا: جس نے حق پر ہوتے ہوئے جھگڑے سے مُنہ موڑا اس کے لئے اعلیٰ جنت میں گھر بنا دیا جاتا ہے۔اور جس نے باطل پر ہوتے ہوئے جھگڑا کرنا چھوڑا اس کے لئے جنت کے کھیتوں میں گھر بنا دیا جاتا ہے

* جھگڑے بازی بھی منع ہے۔مثلاً کسی سے اپنے مال یا حق کے لئے زبان درازی کر کے جھگڑنا وغیرہ......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔جس کسی نے بغیر جانے پوچھے کسی بات میں جھگڑا کیا وہ اللہ کی ناراضی میں رہے گا۔جب تک کہ اس سے باز نہ آجائے۔

* سجع اور تصنع کے لئے چرب زبانی کرنا:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں اور میری اُمت کے ہر پرہیز گار تکلّف سے بَری ہیں۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اُمت کے شریر وہ لوگ ہیں۔جو ناز و نعم میں پلے ،قِسم قِسم کے کھانے کھائے ،رنگ رنگ کے کپڑے پہنے اور بات کرتے ہیں تو چرب زبانی کرتے ہیں۔

* گالی گلوچ ،فحش اور بدزبانی:...... نبی علیہ السلام نے فرمایا فحش سے بچو۔کیونکہ اللہ فحش جیسی باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔مثلاً بدر کے مشرک مقتولوں کو گالی دینا۔......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فحش کلامی اور فحش بیانی نفاق کی شاخیں ہیں۔

* لعن طعن کرنا: مثلاً حیوان کو، جمادات کو،کسی انسان کو منع ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔مؤمن لعنت باز نہیں ہوتا۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔جس قوم نے لعنت بازی شعار بنایا وہ تباہ ہوئی۔اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لعنت کرتے سُنا تو آپ اُن کی طرف متوجہ ہو کر بولے: ابوبکر صدیق اور لعنت باز، ہرگز نہیں۔قسم ہے ربِ کعبہ کی دو یا تین بار یہی فرمایا۔آپ رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو لعنت کر رہے تھے۔اسے آزاد کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔مختصر یہ کہ ترکِ لعن اور زبان کو لگام دینا ہی بہتر ہے۔

* گانا اور بُرے اشعار پڑھنا بھی منع ہیں:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہو۔تو یہ بہتر ہے بہ نسبت اُس کے کہ شعر سے بھرا ہوا ہو۔

توضیح......حضرت والا اس حدیث پاک کی توضیح فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بُرے اشعار ہیں۔اس کے برعکس ایسے اشعار پڑھنا جس سے دین کی اشاعت اور سربلندی میں اضافہ ہوتا ہو،مسنون ہیں۔اور صحابہ کرام

میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ عبداللہ بنِ رواحہ رضی اللہ عنہ اور کعب بنِ مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ کئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی شعروشاعری میں اللہ کی وحدانیت اور دینِ اسلام سے اُلفت کا ذکر فرماتے۔

* مسلمان کے ساتھ ٹھٹھا مذاق کرنا بھی منع ہے۔ مگر یہ کہ بہت تھوڑی سی خوش مذاقی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو اور نہ مذاق کرو۔

یعنی اِفراط ممنوع ہے۔ کیونکہ اس سے کثرتِ ضحک پیدا ہوتی ہے۔ اور کثرتِ ضحک سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں مذاق کرتا ہوں مگر سچا۔

روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آنکھیں دُکھ رہی ہیں اور کھجوریں کھا رہے ہو! تو اُنہوں نے عرض کیا ہاں "مگر دوسری جانب سے"۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔

* تمسخر اور استہزاء حرام ہے:...... ارشادِ خداوندی ہے "کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اُڑائے"

تشریح...... اِستحقار، اہانت اور عیُوب پر فتنہ کرنا بھی اس میں داخل ہے، کبھی اقوال وافعال کی نقالی کے ذریعہ ایسا کیا جاتا ہے۔ جو منع ہے۔

* راز کو افشاء کرنا بھی حرام ہے۔ کیونکہ اس میں ایذا رسانی اور بے حرمتی ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بات امانت ہوتی ہے۔

* جھوٹا وعدہ کرنے کی ممانعت ہے۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔

1. جب کوئی بات کرے تو جھوٹ بولے
2. وعدہ خلافی کرے
3. امانت میں خیانت کرے

جھوٹی بات اور جھوٹی قَسم بڑے گناہوں میں سے ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے، تو فرمایا اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے۔ یہ کہہ کر رونے لگے۔ پھر فرمایا: جھوٹ سے بچو کیونکہ یہ فسق و فجور کا منبع ہے۔ اور یہ دونوں آگ میں جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جھوٹ نفاق کا دروازہ ہے"

* غیبت کرنا بھی گناہ ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کو اپنے مُردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں حسد مت کرو، بغض نہ رکھو، نکتہ چینی نہ کرو، سازشیں نہ کرو۔اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔اللہ کے نیک بندے اور بھائی بھائی ہو جاؤ۔

* اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی جو شخص غیبت سے توبہ کر کے مر گیا وہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا۔اور جو بغیر توبہ کے مر گیا ہو دوزخ میں سب سے پہلے داخل ہوگا۔

غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ غیبت کرنے والے کو اپنی حرکت پر ندامت ہو۔توبہ اور افسوس کرنا چاہیے تا کہ حق تعالیٰ سے بَری ہو جائے۔پھر جس کی غیبت کی ہے۔اُس سے معافی چاہے تا کہ اس کے ظلم سے خلاصی پا جائے، یہ اس طرح کہ ندامت کا اظہار کرے۔مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اپنے مُردہ بھائی کے گوشت کھانے یعنی غیبت کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ اُس کی تعریف کرو، بھلائی کے ساتھ دُعا مانگو اور بہتر یہ ہے کہ ندامت کا اظہار کر کے حلال ہو جاؤ۔

* چغل خوری بھی سخت گناہ ہے۔ارشادِ خداوندی ہے: هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ " طعنہ زن، چغل خور، عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ وَلَدُ الزِّنَا بات کو نہیں چھپا سکتا۔یہ بات کہہ کر اُنھوں نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جو شخص بات کو چھپا نہیں سکتا، وہ چغل خوری کرتا پھرتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے''

''عُتُلٍّ بَعْدَ ذَالِكَ زَنِيم۔

یعنی سرکش اور پھر بے نسب''

دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے

وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ

''افسوس ہے ہر طعنہ زن چغل خور پر''

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد لگائی بجھائی کرنے والی ہے۔حدیث پاک میں آیا ہے کہ چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔چغل خوری کی تعریف یہ ہے کہ ایسی بات کا انکشاف کیا جائے جس کا انکشاف ناپسندیدہ ہو۔جس کے متعلق وہ بات سننے والا بُرا محسوس کرے یا کوئی تیسرا شخص ناپسند کرے۔اور یہ

انکشاف خواہ قول سے ہو اور یا تحریر کی صورت میں ہو اور خواہ رمز و اشارے سے ہو۔

* دورنگی باتیں کرنا۔ جیسے کوئی شخص دو دشمنوں سے بات کرتا ہو۔ اور دونوں سے ایسی بات کہے جس سے وہ خوش ہوں۔ یہ عین نفاق ہے۔ عمار بنِ یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دُنیا میں جس کی دو زبانیں ہوں گی روزِ محشر اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:......تم بندوں میں سب سے بُرا قیامت کے دن دورُخے کو دیکھو گے جو اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر کرتا ہے۔

* بے جا تعریف بھی فہرستِ گناہ میں شامل ہے۔ بے جا تعریف میں چھ قباحتیں ہیں۔ چار تعریف کرنے والے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور دو کا تعلق جس کی تعریف کی جائے۔ بے جا تعریف کرنے والے کی چار قباحتیں یہ ہیں۔

۱ تعریف میں مبالغہ کرے کہ جھوٹ تک پہنچ جائے۔

۲ ریا کار ہو جائے۔

۳ ایسی بات کہے جس کے متعلق اُسے تحقیق نہیں۔

۴ ظالم اور فاسق کی تعریف کر کے اُسے خوش کرنا، ایسا کرنا ناجائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''فاسق کی تعریف پر اللہ غضبناک ہو جاتا ہے۔''

جس کی تعریف کی جائے اُس کی قباحتیں یہ ہیں۔

۱ یہ کہ اُس میں غرور و تکبر اور خود پسندی پیدا ہو جائے۔

۲ تعریف سن کر نفس سے مطمئن ہو کر اپنی کمی کا احساس نہ کر سکے اور اصلاح سے غافل ہو جائے۔

(البتہ اہل اللہ اس ضابطے سے خارج ہیں)

* کلام میں چھوٹی غلطیوں سے غفلت برتنا خصوصاً جب کہ اللہ اور اُس کی صفات کے بارے میں ہوں۔ مثلاً حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص یہ نہ کہے جو اللہ نے چاہا اور میں نے چاہا۔ ہاں ایسے کہے جو اللہ نے چاہا اور پھر میں نے چاہا۔ یہ اس لئے کہ عطف شرکت کو چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے منافق کو اے ہمارے سردار کہہ کر نہ پکارو اس لئے کہ اگر وہ تمہارا سردار ہو

گا تو تم نے پروردگار کو ناراض کر دیا۔ نیز فرمایا جس نے یہ بات کہی کہ میں اسلام سے بری ہوں۔ اگر سچا ہے تو جیسے اُس نے کہا وہی ہے۔

(یعنی غیر مسلم ہے) اور اگر جھوٹا ہے تو اسلام کی طرف وہ صحیح سالم نہیں لوٹے گا۔

❋ عوام الناس کا اللہ کی صفات کے بارے میں پوچھ گچھ کرنا اور اُس کے کلام کے بارے میں دریافت کرنا کہ یہ حادث ہے یا قدیم؟ یہ باتیں اُن کے لئے فضول ہیں۔ اُنہیں عمل میں لگنا چاہیے، علمی مسائل میں نہیں...... کیونکہ عوام جب ایسے مسائل میں لگتے ہیں تو بعض اوقات قریب قریب کفر کی بات کہہ دیتے ہیں اور انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔ عوام کا ایسے مسائل میں دخل دینا ایسا ہے جیسے عوام بادشاہوں کی پوشیدہ باتوں کے دریافت کرنے کے درپے ہو جائیں۔

❋ رسول اللہ ﷺ نے قیل وقال، کثرتِ سوال اور تضّیع مال سے منع فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ کہ عوام کا یہ دریافت کرنا کہ حروفِ قرآن قدیم ہیں یا حادث اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے بادشاہ کسی کو حکمِ شاہی لکھ کر دے تو وہ احکامِ شاہی پر عمل تو نہ کرے اور وقت کو اس تحقیق میں ضائع کر دے کہ احکاماتِ شاہی کا کاغذ پُرانا ہے یا نیا۔ نتیجہ یہ کہ وہ مستحقِ سزا ہوگا۔

آدمی محض مست در زیر زباں
ایں زباں پردہ است بر درگاہِ جاں

آدمی پوشیدہ ہوتا ہے جب تک گفتگو نہیں کرتا۔ یہ زبان باطن کے لئے پردہ ہے۔ جب زبان کھلی پردہ کھلا۔ اور باطن اچھا یا بُرا بے پردہ ہوا۔...... نامحرم سے ملائم گفتگو کرنا بھی گناہ ہے۔

غیبت کا عذاب

☆............ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ جو شخص غیبت کرتا رہے گا مگر مرنے سے پہلے صدقِ دل سے توبہ کر لے گا تو وہ قیامت کے دن سب کے بعد بہشت میں داخل ہوگا، اور جو غیبت کرنے والا بغیر توبہ مرے گا وہ سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا۔

☆..........حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عمر میں ایک بار بھی کسی کی غیبت کرے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر دس عذاب نازل ہونگے۔

﴿۱﴾......خدا کی رحمت سے دور ہو جائے گا۔

﴿۲﴾......اعمال لکھنے والے فرشتے اس سے نفرت کریں گے۔

﴿۳﴾......جان کنی کے وقت اس کو سخت تکلیف ہوگی۔

﴿۴﴾......وہ دوزخ کے قریب ہو جائیگا۔

﴿۵﴾......بہشت سے دور جا پڑے گا۔

﴿۶﴾......عذابِ قبر کی سختیاں اٹھائے گا۔

﴿۷﴾......اس کے اعمالِ نیک کا ثواب ضائع ہو جائے گا۔

﴿۸﴾......نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک کو قبر میں اس سے تکلیف پہنچے گی۔

﴿۹﴾......اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔

﴿۱۰﴾......قیامت کے دن اعمال تولنے کے وقت وہ شخص مفلس ہوگا۔

قیامت کا مفلس

☆☆......تفسیر زاہدی میں منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن غیبت کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا کیا جائے گا اور اس کا نامۂ اعمال اس کے سامنے کھولا جائے گا، جس میں کوئی عمل نیک نہ لکھا ہوگا۔ وہ شخص کہے گا کہ یہ میرا نامۂ اعمال نہیں ہے۔ میں نے دنیا میں بہت کچھ نیک عمل کیے، اور اس نامۂ اعمال میں ایک بھی نیکی نہیں۔ اس شخص سے کہا جائے گا کہ تُو دنیا میں لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے تیری تمام نیکیاں جاتی رہیں، اور ان لوگوں کو دے دی گئیں......اس طرح ایک دوسرا شخص حضورِ الٰہی میں حاضر کیا جائے گا اور اس کے سامنے نامۂ اعمال کھولا جائے گا جس میں ایسی نیکیاں درج ہوں گی جو اس سے کبھی سرزد نہیں ہوئی ہوں گی۔ وہ کہے گا کہ یہ میرا نامۂ اعمال نہیں اور یہ نیکیاں مجھ سے

کبھی ظہور میں نہیں آئیں۔اس سے کہا جائے گا کہ فلاں شخص تمہاری غیبت کیا کرتا تھا،اس کی نیکیاں تمہارے نامۂ اعمال میں درج کردی گئیں۔

غیبت و بدگمانی کی مذمت:

☼"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"☼

(اے ایمان والو! بہت بچو بدگمانی سے یقیناً بعض بدگمانیاں گناہ ہیں)

یہ آیت حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئی ہے۔جب حضرت سرور عالم ﷺ جہاد کو تشریف لے جاتے تھے تو ایک فقیر کو دو مالداروں کے سپرد فرماتے تھے تاکہ اس کی خاطرداری معقول طور سے ہو۔اس جہاد میں آپ ﷺ نے سلمان رضی اللہ عنہ کو ان دونوں کے سپرد فرمایا تھا تاکہ یہ ان کا کام کریں اور وہ ان کے کفیل رہیں......حضرت سلمان رضی اللہ عنہ منزل پر پہنچ کر کھانا پکاتے،اسبابِ سفر اتارتے۔اونٹوں کو آب وخورد دیتے اور منزل پر پہلے پہنچ کر اشیائے ضروری مہیا کرتے تھے......ایک بار راہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے اور ضعف کی وجہ سے منزل پر پہنچتے ہی سو گئے۔جب یہ حضرات وہاں پہنچے تو حسبِ عادت ضروریات کا انتظار کیا۔شب کو انہیں حالتِ علالت میں خوابیدہ پا کر بیدار کر کے پوچھا تم نے کچھ کھانے کو بھی پکایا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔کہا آہستہ آہستہ حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اگر وہاں کچھ کھانا بچا ہو لے آؤ۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ وہاں گئے۔ان دونوں نے آپس میں ایک دوسرے سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی غیبت میں کہا۔اگر ہم سلمان (رضی اللہ عنہ) کو بیر جسیمہ پر بھیجتے تو وہ نہ جاتے یعنی ان کی کم ہمتی کی طرف اشارہ کیا جسیمہ ایک کنواں ہے جس میں پانی بے حد تھا۔

......ادھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حاضرِ خدمتِ نبوی ﷺ ہو کر پیام پہنچایا۔ارشاد ہوا کہ اسامہ سے دریافت کرو اگر کچھ ہو تو لے جاؤ۔دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ کچھ نہیں ہے۔یہ واپس آئے اور واقعہ بیان کر دیا۔ان حضرات نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے حق میں سوءِ ظن کیا کہ انہوں نے ٹال دیا۔حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے اور تمام واقعہ سے حضرت رسول خدا ﷺ کو آگاہ کر دیا تاکہ آپ ﷺ خصوصاً ان کو نصیحت فرمادیں اور عموماً تمام مسلمانوں کے لئے پند ہو۔آپ ﷺ نے ان دونوں کو طلب فرما کر کہا تمہارے دانتوں میں گوشت کیسا ہے؟ انہوں نے کہا یا حضرت ہم کو اسامہ نے کچھ نہیں دیا اور نہ

ہم نے گوشت کھایا ہے......آپ ﷺ نے ان سے کہا تھوکو۔جب ان دونوں نے زمین پر تھوکا،تو اس کا رنگ متغیر تھا۔اس وقت آپ ﷺ نے یہ آیت ان کو سنائی:

۞يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْراً مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔۞

زبان کی حفاظت:

❁ حضرت حسان بن سنان رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دفعہ کہیں بالا خانے کے نیچے سے گزرتے ہوئے اس کے مالک سے سوال کر بیٹھے کہ "اس بالا خانے کی تعمیر کو کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟ لیکن سوال کرتے ہی انتہائی ندامت سے اپنے نفس کو خطاب کر کے فرمایا کہ "اے مغرور نفس! تو لایعنی میں اپنے قیمتی وقت کو برباد کرتا ہے اور بعد میں اس فضول بات پر سال بھر روزے رکھے۔"

❁ اسی طرح حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی نے آپ کی غیبت کی ہے۔یہ سن کر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کھجوروں کی ایک تھیلی اسے بھجوادی اور کہلوایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے میرے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ کیا ہے۔یہ ان کا معاوضہ ہے۔

❁ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی نے غیبت کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرے نزدیک غیبت جائز ہوتی تو اپنی ماں کی غیبت سب سے زیادہ کرتا کیونکہ میری نیکیوں کی سب سے زیادہ مستحق وہ ہیں۔

❁ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ ان کی نماز تہجد قضا ہو گئی۔اس پر آپ کی اہلیہ نے کچھ عار دلانے کی باتیں کیں۔آپ نے فرمایا کہ آج رات ایک پوری جماعت نے قیام اللیل کیا اور نوافل میں مصروف رہی لیکن صبح کو میری غیبت کر دی تو اس جماعت کی ساری رات کی عبادت روزِ قیامت میرے میزانِ عمل میں شامل کر دی جائے گی۔

(منہاج العابدین،ص ۱۰۰تا۱۰۱)

خاموشی کے فوائد

۱ آپ نے فرمایا۔جو چپ رہا اُس نے نجات پائی

٢ کم بولنا حکمت ہے

٣ خاموشی عبادت ہے بغیر محنت کے...... ہیبت ہے بغیر سلطنت کے...... قلعہ ہے بغیر دیواروں کے...... فتحیابی ہے بغیر ہتھیاروں کے...... آرام ہے کراماً کاتبین کا...... قلعہ ہے مومنین کا...... شیوہ ہے عاجزوں کا...... دبدبہ ہے حاکموں کا...... مخزن ہے حکمتوں کا...... جواب ہے جاہلوں کا۔

حفاظتِ زبان کا علاج

جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو تمام اعضائے بدن زبان سے خوشامد کر کے کہتے ہیں کہ تو ٹھیک رہنا۔ اگر تو ٹھیک رہی تو ہم درست رہیں گے اور اگر تو بگڑی تو ہم سب بگڑ جائیں گے۔ لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ ہر ممکن طریقے سے زبان کی حفاظت کریں۔ اور ان باتوں کی سختی سے پابندی کریں۔

- صحبتِ اہل اللہ اس کا اصل علاج ہے۔
- بولنے میں احتیاط کریں۔ بولنے سے پہلے خوب سوچ لیں ''پہلے تو لو، پھر بولو'' پر عمل پیرا رہیں۔
- اگر کوئی بات خلافِ شریعت ہو جائے تو فوراً توبہ کرلیں۔
- اگر کسی کی غیبت، چغلی، کی ہو یا مذاق اُڑایا ہو۔ یا گالی دی ہو تو اُس سے فوراً معافی مانگ لیں۔
- جن لوگوں کے سامنے کسی کی غیبت کی ہو یا چغلی کی ہو۔ اُن کے سامنے اُس کی تعریف کریں۔ اور اپنے آپ کو جھوٹا ظاہر کریں۔
- اگر کسی وجہ سے معاف کرانا دشوار ہو۔ تو اُس شخص کے لئے اور اپنے لئے استغفار کرتے رہا کریں اس طرح......

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ......... اے اللہ ہماری اور اس کی مغفرت فرما

یا...... اللّٰھم اِغْفِرلِیْ وَلِمَنْ اَظْلَمْتہ

اے اللہ مجھے بخش دے اور جس پر میں نے ظلم کیا (یعنی غیبت کی)۔

- اکثر اوقات زبان کو ذکرِ الٰہی اور تلاوت میں مشغول رکھیں۔

- بات کرنے سے پہلے یہ سوچ لیں کہ اللہ تعالیٰ **سمیع و بصیر** ہیں، ناخوش تو نہ ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی بات خلافِ شرع مُنہ سے نہ نکلے گی۔
- اگر بات کرنے کا تقاضا شدید ہو تو ہمت سے کام لیں۔
- بولنے سے قبل یہ سوچیں کہ جو میں کہنا چاہتا ہوں یہ ضروری بات ہے کہ اس کے نہ کرنے سے دین یا دنیا کا نقصان ہوگا۔ اگر دل جواب مثبت میں دے تو کر لے وگرنہ نہ کرے۔

اقوالِ زریں

بے وقوف جب تک خاموش رہتا ہے عقلمندوں میں شمار ہوتا ہے۔ (حضرت سلیمان علیہ السلام)

عقلمند سوچ کر بولتا ہے، بے وقوف بول کر سوچتا ہے۔ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ)

دانائی یہ ہے کہ کم سے کم گفتگو کرو۔ (اقلیدس)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ذکر اللہ کے سوا تم بہت کلام نہ کرو کہ اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں گے یعنی اُن میں خشوع نہ رہے گا۔

زبان کی حفاظت کے متعلق چند حکایات

❀ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس چند پرندوں نے آوازیں نکالیں تو آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ معلوم ہے یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ حاضرین کو مختلف پرندوں کی آوازوں کے بارے میں اُن کا مطلب سمجھایا۔ اُن میں سے قسطاۃ پرندے کی آواز کے بارے میں بتایا کہ قسطاۃ پرندہ کہتا ہے ''جو خاموش رہا محفوظ رہا''

غیبت و چغلی کی سزا

☆☆............کہا گیا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر مخلوق کو بولنے والی زبان دی ہے لیکن مچھلی کی زبان ہی نہیں ہے۔ بتایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی اور اسے جنت سے نکال دیا۔ اور اسے بدشکل بنا کر زمین پر پھینک دیا تو سب سے پہلے مچھلی نے شیطان کو دیکھا۔ شیطان نے اسے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ہے۔ اب وہ خشکی و تری میں سب جانوروں کا شکار کیا کرے گا۔ تو مچھلی نے یہ خبر سب جانوروں کو پہنچا دی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان چھین لی۔

☆☆............حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مدینہ منورہ میں ایک شخص رہتا تھا......جس کی بہن مدینہ منورہ کے پڑوس کے کسی گاؤں میں رہتی تھی۔ وہ بیمار ہوگئی تو اس کا بھائی اس کی عیادت کے لیے اس کے ہاں آتا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ مرگئی۔ اس کے بھائی نے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا۔ جب اسے دفن کر کے اس کے گھر پہنچا۔ تو اسے یاد آیا کہ وہ قبر میں اپنی تھیلی بھول آیا ہے۔ اس نے اپنے ایک ساتھی کو مدد کے لیے ساتھ لیا۔ اور قبرستان آ کر انہوں نے قبر کھودی تو تھیلی مل گئی۔ پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا، تم ایک طرف کو ہو جاؤ، میں دیکھتا ہوں وہ کس حال میں ہے۔ جب اس نے لحد سے پردہ ہٹا کر دیکھا تو اسے قبر میں آگ بھڑکتی دکھائی دی۔ تو وہ شخص قبر کو بند کر کے اپنی ماں کے پاس آیا۔ اور اس سے پوچھا کہ میری بہن کون سا ایسا بُرا عمل کرتی تھی کہ اس کا یہ حال ہوا۔ اس کی ماں نے بتایا کہ تیری بہن لوگوں کے دروازوں پر

کان لگا کر ان کی باتیں سنتی اور یہ باتیں دوسروں کو جا کر بتاتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عذابِ قبر اسی وجہ سے ہے۔ جو شخص عذاب قبر سے بچنا چاہتا ہے۔ اسے چاہیے کہ چغل خوری اور غیبت سے بچے۔

الغیبة اشد من الزناء:

☆☆......حضرت ابو اللیث رحمہ اللہ حج کرنے کے لیے چلے تو انہوں نے دو درہم اس لیے اپنی جیب میں رکھ لیے کہ اگر میں مکہ معظّمہ کو آتے جاتے راستے میں کسی کی غیبت کروں گا۔ تو اللہ گواہ ہے، میں یہ دو درہم راہِ خدا میں صدقہ کروں گا۔ پھر آپ مکہ معظّمہ جا کر واپس بھی لوٹ آئے۔ اور درہم ابھی ان کی جیب میں ہی تھے۔ اس بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں ایک مرتبہ چغلی کرنے سے سو مرتبہ زنا کرنے کو زیادہ اچھا سمجھتا ہوں۔

(مکاشفۃ القلوب ۱۳۶ تا ۱۳۸)

غیبت کا انجام:

☆☆..........حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ نے ایک دن لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ جب تک میں اجازت نہ دوں کوئی شخص روزہ افطار نہ کرے، تو سب لوگوں نے روزہ رکھا، حتیٰ کہ جب شام ہوگئی تو ایک شخص آیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے روزہ مکمل کر لیا ہے، لہٰذا مجھے روزہ افطار کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں......آپ ﷺ نے اسے اجازت عطا فرمائی۔

اسی طرح ایک ایک آدمی آتا رہا حتیٰ کہ ایک آدمی نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں دو لڑکیاں روزہ دار ہیں اور وہ آپ ﷺ کے پاس آنے سے شرماتی ہیں۔ انہیں بھی روزہ افطار کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں، تو آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر اس شخص نے دوبارہ عرض کیا، تو پھر منہ پھیر لیا۔ اس نے مکرر عرض کیا: تو آپ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے روزہ رکھا ہی نہیں، اور اس کا روزہ کیسے ہو سکتا ہے، جس کا دن لوگوں کا گوشت کھاتے گزر جائے۔ انہیں حکم دو کہ اگر انہوں نے روزہ رکھا تھا، تو وہ قے کریں۔ تو اس نے جا کر انہیں بتایا، تو انہوں نے قے کی۔ تو دونوں نے جمے ہوئے خون کی قے کی۔ اس نے

آ کر نبی اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اس ذات گرامی کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر وہ ان کے پیٹ میں باقی رہ جاتا تو نار دوزخ انہیں کھا جاتی۔

☆ اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیرا تو اس کے بعد اس نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ دونوں مرگئی ہیں یا قریب المرگ ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ انہیں میرے پاس لاؤ۔

وہ آئیں تو رسول اکرم ﷺ نے ایک پیالہ منگوایا۔ اور ایک لڑکی سے فرمایا کہ اس میں قے کر دو! تو اس نے خون اور پیپ کی قے کی۔ حتیٰ کہ پیالہ بھر گیا۔ پھر دوسری سے فرمایا کہ قے کرو تو اس نے بھی اسی طرح سے قے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے حلال سے روزہ رکھا اور حرام سے افطار کیا کہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئیں۔ اور لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں۔

غیبت کی بدبو عادی ہو جانے کی بنا پر محسوس نہیں ہوتی

☆............ایک بزرگ سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غیبت کی بو ظاہر ہو جاتی تھی لیکن اب ظاہر نہیں ہوتی اس کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: ''آج غیبت اتنی زیادہ ہونے لگی کہ اس کی بدبو کا احساس جاتا رہا'' جیسا کہ بھنگی پاخانہ کی بو کا اور دباغ (کھال کو پکانے والا) چمڑا کی بو کا اتنا عادی ہو جاتا ہے کہ اسی جگہ بیٹھ کر بے تکلف کھاتا پیتا ہے جب کہ دوسرے کے لئے وہاں ایک منٹ ٹھہرنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ یہی معاملہ آج غیبت کا ہے۔

(تنبیہ الغافلین، ص ۱۰۶)

غیبت کرنے پر عبرت ناک خواب:

✿ ایک تابعی جن کا نام ربعی ہے۔ وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں ایک مجلس میں پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں، میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا۔ اب باتیں کرنے کے دوران کسی آدمی کی غیبت شروع ہوگئی، مجھے یہ بات بُری لگی کہ ہم یہاں مجلس میں بیٹھ کر کسی کی

غیبت کریں، چنانچہ اس مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا۔اس لیے کہ اگر کسی مجلس میں غیبت ہورہی ہو،تو آدمی کو چاہیئے ،اس کو روکے،اور اگر روکنے کی طاقت نہ ہوتو کم ازکم اس گفتگو میں شریک نہ ہو، بلکہ اٹھ کر چلا جائے۔چنانچہ میں چلا گیا۔تھوڑی دیر بعد خیال آیا کہ اب اس مجلس میں غیبت کا موضوع ختم ہوگیا ہوگا۔اس لیے میں دوبارہ اس مجلس میں جا کر ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔اب تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر غیبت شروع ہوگئی۔لیکن اب میری ہمت کمزور پڑ گئی اور میں اس مجلس سے نہ اٹھ سکا اور جو غیبت وہ لوگ کر رہے تھے، پہلے تو اس کو سنتا رہا اور پھر میں نے خود بھی غیبت کے ایک دو جملے کہہ دیئے۔جب اس مجلس سے اٹھ کر گھر آیا اور رات کو سویا تو خواب میں ایک انتہائی سیاہ فام آدمی کو دیکھا، جو ایک بڑے سے طشت میں میرے پاس گوشت لے کر آیا۔جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ خنزیر کا گوشت ہے اور وہ سیاہ فام آدمی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ یہ خنزیر کا گوشت کھاؤ۔میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں،خنزیر کا گوشت کیسے کھاؤں؟اس نے کہا کہ نہیں ، یہ تمہیں کھانا پڑے گا،اور پھر زبردستی اس نے گوشت کے ٹکڑے اٹھا کر میرے منہ میں ٹھونسنے شروع کر دیئے۔اب میں منع کرتا جارہا تھا اور وہ ٹھونستا جارہا ہے یہاں تک کہ مجھے متلی اور قے آنے لگی،مگر وہ ٹھونستا جارہا تھا۔پھر اسی شدید اذیت کی حالت میں میری آنکھ کھل گئی۔جب بیدار ہونے کے بعد میں نے کھانے کے وقت کھانا کھایا تو خواب میں جو خنزیر کے گوشت کا بدبودار اور خراب ذائقہ تھا۔وہ ذائقہ مجھے اپنے کھانے میں محسوس ہوا۔اور تیس دن تک میرا یہ حال رہا کہ جس وقت بھی میں کھانا کھاتا،تو ہر کھانے میں اس خنزیر کے گوشت کا بدترین ذائقہ میرے کھانے میں شامل ہو جاتا۔اور اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر متنبہ فرمایا کہ ذرا سی دیر جو میں نے مجلس میں غیبت کر لی تھی ،اس کا بُرا ذائقہ میں تیس دن تک محسوس کرتا رہا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔آمین۔

(اصلاحی خطبات،ص۸۷تا۸۸)

اشارہ کے ذریعہ غیبت کرنا:

❀ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ کے سامنے موجود تھیں۔باتوں باتوں میں ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر آ گیا۔اب بتقاضا بشری سوکنوں کے اندر آپس میں ذرا سی چشمک ہوا کرتی ہے۔حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد ذرا چھوٹا تھا۔تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا ذکر کرتے ہوئے

ہاتھ سے اس طرح اشارہ کر دیا کہ...... وہ چھوٹے قد والی ٹھگنی ہیں۔ زبان سے یہ نہیں کہا کہ وہ ٹھگنی ہیں۔ بلکہ صرف ہاتھ سے اشارہ کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ! آج تم نے ایک ایسا عمل کیا کہ اگر اس عمل کی بُو اور اس کا زہر سمندر میں ڈال دیا جائے تو پورے سمندر کو بدبودار اور زہریلا بنا دے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ نبی کریم ﷺ نے غیبت کے معمولی اشارے کی کتنی شناعت بیان فرمائی ہے اور پھر فرمایا کہ کوئی شخص مجھے ساری دنیا کی دولت لا کر دے دے تو بھی میں کسی کی نقل اتارنے کو تیار نہیں۔ جس میں دوسرے کا استہزاء ہو، جس میں اس کی برائی کا پہلو نکلتا ہو۔

(اصلاحی خطبات، ص ۱۰۰)

غیبت

❀ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ غیبت کرنے والوں کو سخت سرزنش کرتے۔ ایک دفعہ کسی نے آپ رحمہ اللہ کو ضیافت میں بلایا۔ جب آپ وہاں گئے تو اسے کسی کی غیبت کرتے سنا۔ آپ نے فرمایا: ہم عرصہ سے دیکھتے ہیں کہ لوگ گوشت سے پہلے روٹی کھاتے ہیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم روٹی سے پہلے گوشت کھاتے ہو۔ پھر آپ اٹھ گئے اور کھانا نہ کھایا۔ (مخزنِ اخلاق، ص ۲۳۹)

تیسری نصیحت......حلال روزی پر قناعت

ارشادِ خداوندی ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ○

ترجمہ:......اے رسولو! کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو بھلا۔

پہلی تفسیر...... ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ "رُسُل" سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ کیونکہ قرآن پاک آپ ﷺ پر نازل ہوا اور خطاب آپ ﷺ کی طرف تھا۔......رُسُل جمع ہے رسول کی۔ یہ بعض اوقات واحد کے لئے جمع کا صیغہ بطورِ تعظیم استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ○

ترجمہ:......اصل میں ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا، فرمانبردار اللہ کا، سب سے ایک طرف ہو کر......لفظ اُمت چند معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مشہور معانی جماعت اور قوم کے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس جگہ یہی منقول ہے اور مراد یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام تنہا ایک فرد ایک اُمت اور قوم کے کمالات و فضائل کے جامع تھے۔

(معارف القرآن جلد۵ ص ۴۱۷)

یہاں اُمت سے مراد ابراہیم علیہ السلام کی ذاتِ مبارک تھی۔ اسی طرح "رسل" سے مراد آپ ﷺ کی ذات مبارک ہے جیسا کہ تمام انبیائے کرام فرداً فرداً جن معجزات و کمالات کے مالک تھے۔ وہ تمام معجزات و کمالات...... آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کی ذاتِ مبارک کو مخاطب کر کے اصل مقصد اُمتِ محمدی ﷺ ہی کو اس حکم پر چلانا ہے۔

دوسری تفسیر......مذکورہ آیت میں لفظ طیبات کے لغوی معنی ہیں پاکیزہ اور نفیس چیزیں۔ اور چونکہ شریعتِ اسلام میں جو چیزیں حرام کر دی گئی ہیں، نہ وہ پاکیزہ ہیں اور نہ اہلِ عقل کے لئے نفیس و مرغوب۔ اس لئے طیبات سے مراد صرف حلال چیزیں ہیں جو ظاہری اور باطنی اعتبار سے پاکیزہ اور نفیس ہیں۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو اپنے اپنے وقت میں دو ہدایات دی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ کھانا حلال اور پاکیزہ کھاؤ۔ دوسرے یہ کہ عملِ نیک صالح کرو۔ اور جب انبیاء علیہم السلام کو یہ خطاب کیا گیا ہے جن کو اللہ نے معصوم بنایا ہے۔ تو ان کی اُمت کے لوگوں کے لئے یہ حکم زیادہ قابلِ اہتمام ہے اور اصل مقصود بھی اُمتیوں کو اس حکم پر چلانا ہے

نکتہ:

ہمارے پیرومرشد فرماتے ہیں کہ حلال کھانا اور عملِ صالح کو ایک ساتھ ذکر کرنے سے اشارہ اس طرف ہے کہ حلال غذا کا عملِ صالح میں بڑا داخل ہے۔ جب غذا حلال ہوتی ہے......تو نیک اعمال کی توفیق خود بخود ہونے لگتی ہے۔

اور غذا حرام ہو تو نیک کام کا ارادہ کرنے کے باوجود بھی اس میں مشکلات حائل ہو جاتی ہیں حدیث میں ہے بعض لوگ لمبے لمبے سفر کرتے ہیں اور غبار آلود رہتے ہیں۔ پھر اللہ کے سامنے دُعا کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یارب یارب پکارتے ہیں۔ مگر اُن کا کھانا بھی حرام ہوتا ہے، پینا بھی، لباس بھی حرام سے تیار ہوتا ہے اور حرام ہی کی اُن کو غذا ملتی ہے ایسے لوگوں کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے؟ (قرطبی)

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت اور دُعا کے قبول ہونے میں حلال کھانے کو بڑا دخل ہے جب غذا حلال نہ ہو تو عبادت اور دُعا کی قبولیت کا بھی استحقاق نہیں رہتا۔

دوسری جگہ......ارشاد ہے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○

ترجمہ:......اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں، جو روزی دی ہم نے تم کو......اور شکر کرو اللہ کا اگر تم خاص اُسی کے بندے ہو یا بندگی کرنے والے ہو۔

اس آیتِ کریمہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے چند حرام کردہ چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

ہمارے پیرومرشد فرماتے ہیں کہ......اس آیتِ کریمہ میں حلال طیب چیزوں کے کھانے اور اس پر شکر گزار ہونے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کیونکہ جس طرح حرام کھانے سے اخلاقِ رذیلہ پیدا ہوتے ہیں، عبادت کا ذوق جاتا رہتا ہے، دُعا قبول نہیں ہوتی......اسی طرح حلال کھانے سے ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ اخلاقِ رذیلہ سے نفرت اور اخلاقِ فاضلہ کی طرف رغبت بڑھتی ہے۔ عبادت میں دل لگتا ہے، گناہ سے دل گھبراتا ہے اور دُعا قبول ہوتی ہے۔

تیسری جگہ:......ارشادِ خداوندی ہے

یٰٓاَیُّهَا النَّاس كُلُوا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّباً

ترجمہ:......اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ۔

حلالاً طیباً......لفظ ''حل'' کے اصلی معنی گرہ کھولنے کے ہیں۔ جو چیز انسان کے لئے حلال کر دی گئی گویا ایک گرہ کھول دی گئی اور پابندی ہٹا دی گئی۔ حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ نجات تین چیزوں میں منحصر ہے۔ حلال کھانا، فرائض ادا کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا اتباع کرنا......اور لفظ طیب کے معنی ہیں پاکیزہ جس میں شرعی حلال ہونا بھی داخل ہے اور طبعی مرغوب ہونا بھی۔

چوتھی جگہ......ارشادِ خداوندی ہے

اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا

ترجمہ:...... بیشک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو۔

ہمارے پیر مرشد فرماتے ہیں کہ لفظِ امانت کے وسیع معنی اور مفہوم ہیں۔ حکومت کے عہدے اور منصب وغیرہ بھی امانت میں داخل ہیں۔ اگر کوئی افسر یا حاکم کسی ایسے شخص کو کوئی عہدہ سپرد کر دے جو اس کا اہل نہ ہو تو یہ جائز نہیں۔ اگر نااہل کو کوئی عہدہ سپرد کر دیا تو حاکم نے امانت میں خیانت کی۔ اور نااہل اس عہدے پر رہتے ہوئے جتنی مراعات حاصل کر رہا ہے، وہ سب حرام ہیں۔ جس حاکم نے اس کی اعانت کی ہے، جس نے اس شخص کے ساتھ عہدہ حاصل کرنے میں جس قسم کی مدد بھی کی ہے وہ سب اس حرام فعل میں شامل ہیں گویا حلال کی بجائے حرام خوری کے مرتکب ہیں۔

ایک حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کئے ہوئے دے دیا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے۔ (جمع الفوائد ص ۳۲۵۵)

آج جہاں نظامِ حکومت کی ابتری نظر آتی ہے وہ سب اس قرآنی تعلیم کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے کہ تعلقات اور سفارشوں اور رشتوں سے عہدے تقسیم کئے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل اور ناقابل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر خلقِ خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظامِ حکومت برباد ہو جاتا ہے۔

ایک اور حدیث پاک میں ارشاد ہے۔ ''جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کر دی گئی جو اس کام کے اہل اور قابل نہیں تو (اب اس فساد کا کوئی علاج نہیں) قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری)

ہمارے ملک میں محکمہ تعلیم وغیرہ میں ایسے افراد دفتروں اور سکولوں میں بھرتی کئے گئے ہیں۔ جو اوّل تو نااہل اور نا قابل ہیں۔ نہ دفتری کام سے واقف اور نہ بچوں کو پڑھانے کے قابل...... دوسرے یہ کہ نہ ڈیوٹی پر حاضر ہوتے ہیں۔ اس حرام خوری میں ان نااہل اور نا قابل افراد کے علاوہ وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے بھرتی ہوتے وقت ان کی مدد کی، (یعنی حلال چھوڑ کر سب حرام خوری کی) اس فعلِ قبیح میں شامل ہیں۔

اس کے علاوہ چند پیشے ایسے بھی ہیں جو حرام ہیں یعنی ان افراد کی کمائی حلال نہیں۔ انہوں نے یہ پیشے اختیار کئے ہیں۔ مثلاً فوٹو گرافی، بنک بانڈز وغیرہ کا کاروبار کرنے والے، ڈاڑھی مونڈنے مونڈوانے والے، غیر شرعی لباس پہننے والے، سودی کاروبار کرنے والے وغیرہ وغیرہ۔

پانچویں جگہ...... ارشادِ خداوندی ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ

ترجمہ: ...... خرابی ہے گھٹانے والوں کی وہ لوگ کہ جب ماپ کر لیں لوگوں سے تو پورا بھر لیں اور جب ماپ کر دیں ان کو یا تول کر تو گھٹا کر دیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینہ کے لوگ جن کے نام معاملات...... کَیْل...... یعنی ناپ کے ذریعہ ہوتے تھے۔ وہ اس معاملہ میں چوری کرنے اور کم ناپنے کے بہت عادی تھے۔ اس پر یہ سورۂ تطفیف نازل ہوئی۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ پہلی سورت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ پہنچتے ہی نازل ہوئی۔ وجہ یہ تھی کہ اہلِ مدینہ میں یہ رواج اس وقت عام تھا کہ جب خود کسی سے سودا لیتے تو ناپ تول پورا پورا لیتے تھے۔ اور جب دوسروں کو بیچتے تو اس میں کمی اور چوری کیا کرتے تھے۔ اس سورت کے نازل ہونے پر یہ لوگ اس رسمِ بد سے باز آ گئے اور ایسے باز آئے کہ آج تک اہلِ مدینہ ناپ تول پورا پورا کرنے میں معروف و مشہور ہیں۔

(رواہ الحاکم والنسائی وابن ماجه بسندٍ صحیحٍ از مظهری)

تطفیف

صرف ناپ تول ہی میں نہیں بلکہ حقدار کو اس کے حق سے کم دینا کسی چیز میں بھی ہو تطفیف میں داخل ہے۔ معاملات کا لین دین انہی دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ انہی کے ذریعے کہا جا سکتا ہے کہ حقدار کا حق

ادا ہو گیا یا نہیں۔ مقصود اس سے ہر ایک حقدار کا حق پورا پورا دینا ہے۔......اس میں کمی کرنا حرام ہے۔ یہ صرف ناپ تول کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ چیز جس سے کسی کا حق پورا کرنا یا نہ کرنا جانچا جاتا ہے۔ خواہ ناپ تول سے ہو یا عدد و شماری سے یا کسی کو اللہ نے دینی یا دنیوی عزت و توقیر دی ہو۔ اور کوئی اپنی کوشش سے اس میں کمی کرتا ہو۔ سب تطفیف میں داخل ہے۔ جو بحکم خداوندی حرام ہے۔

الغرض جس کا جتنا حق ہے اس سے کم دینا حرام ہے اس لئے اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی ملازم اپنے مُفَوَّضَہ اور مقررہ کام میں کمی کرے یا جتنا وقت دینا ہے اس سے کم وقت دے یا مزدور اپنی مزدوری میں کام چوری کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ویسے تو ہر چیز انسان کی خاطر پیدا فرمائی مگر ہر چیز کا محلِ استعمال اور طریقۂ استعمال بھی بذریعہ انبیا علیہم السلام بتلا دیا ہے...... یوں انسان کو پابند کر دیا کہ کھانے کی چیزوں میں سے حلال چیز کھائے......کائنات میں انسانی خوراک کے لئے بظاہر پرندے چار پائے اور درندے نظر آتے ہیں۔ ان کا گوشت، دودھ اور چربی وغیرہ استعمال میں لا سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بعض جانوروں کا گوشت وغیرہ انسان کی جسمانی، روحانی اور اخلاقی نشوونما کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر حرام کر دیا۔ اس سلسلے میں خنزیر، کتا، گدھا، شکار کرنے والے پرندے اور تمام درندے وغیرہ انسان کے لئے حرام ٹھہرائے۔

اور اکلِ حلال جس پر دین اسلام زور دیتا ہے۔ اور جس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ حلال روزی کی تلاش عبادت کے بعد دوسرا فرض ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جن چیزوں کو اللہ نے انسان کے لئے حلال کیا ہے۔ انہیں جس طریقے سے چاہے حاصل کر کے استعمال میں لائے......جیسے بعض چیزیں اصلاً حرام ہیں......اسی طرح حلال چیزیں بھی اگر ناجائز ذرائع سے حاصل کی جائیں تو وہ بھی حرام بن جاتی ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ روزی کمانے کا وہ ذریعہ اختیار کرے جسے اللہ نے جائز اور حلال رکھا ہو۔

حلال اور پاکیزہ رزق کی تلاش اور اس کا استعمال انسان پر لازم ہے۔ اور اہلِ ایمان کے لئے جو اللہ کی اطاعت کا دعویٰ کرتے ہیں حرام اور ناجائز ذرائع سے کمائی ہوئی روزی کسی صورت میں حلال نہیں۔ حلال کی کمائی سے انسان میں عزتِ نفس پیدا ہوتی ہے۔ وہ دوسروں کی محتاجی سے بچا رہتا ہے۔ جو روزی محنت اور حلال ذریعوں سے حاصل کی جاتی ہے، اس میں برکت ہوتی ہے۔ کسبِ حلال اختیار کرنے والے کا ضمیر

مطمئن ہوتا ہے۔اسے سکونِ قلب نصیب ہوتا ہے۔اس کے ذریعے انسان حرام سے محفوظ رہتا ہے۔اور اسے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔حلال کی کمائی کرنے والا کسی سے نہیں ڈرتا......جس کی روزی حلال ہو اسے محاسبے کا کیا ڈر۔

رزقِ حلال کمانے کی جدوجہد کو رسول اللہ ﷺ نے عبادت قرار دیا ہے۔ایک نوجوان رسول اللہ ﷺ کے پاس سے تیزی سے گزرا۔آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ اس لئے جا رہا ہے کہ کما کر اپنی روزی حاصل کرے اور اس سے اپنے خاندان کی پرورش کرے تو یہ بھی عبادت ہے۔

ہمارے حضرت پیرومرشد فرماتے ہیں کہ حلال چھوڑ کر حرام کا مرتکب ہونا زہر ہے۔حرام کھانا،حرام پہننا،حرام کی طرف چلنا،حرام سونگھنا،حرام پکڑنا،حرام دیکھنا،حرام سننا،میٹر بند کرنا یا بل نہ دینا یہ بھی حرام ہے۔سب اس میں داخل ہیں۔ان حرام کردہ امور کو چھوڑ کر حلال کی طرف رجوع کرنا دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

حلال روزی کے متعلق چند احادیث

* اگر تجھ میں چار باتیں پیدا ہو جائیں تو پھر دنیا و آخرت میں جو بھی ہوا کرے تجھے کوئی خطرہ نہ ہوگا......ایک حفظِ امانت،دوسرے سچ بولنا،تیسرے خُلق (اچھے اخلاق) اور چوتھے اکلِ حلال (احمد،بیہقی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دُعا کر دیجئے کہ میں مستجاب الدعوات ہو جاؤں۔فرمایا اپنے کھانے کو پاک کر۔خدا کی قسم کوئی شخص حرام کا لقمہ پیٹ میں ڈالتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کا عمل چالیس دن تک قبول نہیں کرتا۔جس بندہ کا جسم حرام مال سے بڑھا تو اس کا بدلہ بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں۔

* قاسم بن مخیرّہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی نے حرام کے ذریعے سے مال جمع کیا پھر اس میں سے صدقہ کیا یا راہِ خدا میں صرف کیا یا قرابت داروں پر صرف کیا یا اس سے غلام آزاد کیا تو بجائے اجر کے وبال ہوگا اور یہ شخص جہنم میں ڈالا جائے گا۔(ابوداؤد)

* حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سوکھے گیہوں اُوپر رکھ کر چھوڑے تھے اور گیلے اندر کر دیئے تھے۔......آپ نے ہاتھ سے اُٹھا کر دیکھا اور فرمایا جو دھوکا دے وہ ہم میں

سے نہیں (مسلم، ابن ماجہ)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے دس درہم کا لباس خریدا لیکن اس میں ایک درہم حرام کا تھا۔ تو جب تک یہ لباس بدن پر رہے گا۔ نماز قبول نہ ہوگی۔ (احمد)

✻ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ منہ میں خاک ڈال لینا اس سے بہتر ہے کہ کوئی حرام مال منہ میں ڈالے (احمد)

✻ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے حرام مال کمایا پھر خرچ بھی جائز راستوں پر کیا تو خدا اس کو ذلت کے گھر میں نازل کرے گا (بیہقی)

✻ حضرت واثلہ بنِ اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی نے عیب دار چیز کو بغیر عیب ظاہر کئے فروخت کیا تو یہ ہمیشہ خدا کے غضب میں رہتا ہے اور اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

✻ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے چالیس دن رزقِ حلال کمایا اللہ اس کے دل کو روشن کر دیتا ہے۔ اور حکمت کے چشمے دل سے زبان پر جاری کر دیتا ہے۔

✻ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے۔ جو ہر رات آواز دیتا ہے۔ جو شخص حرام کھائے گا اس کی طرف سے فرض و نفل کچھ بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔

نیز فرمایا جو کوئی اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ مال کس طرح کمایا، اللہ بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کس طرح جہنم میں جا گرا۔

✻ حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل کھانا وہ ہے جو کسی نے اپنے ہاتھ سے کمایا ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے (بخاری)

✻ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بدی سے بدی کو دور نہیں کرتا اور نہ خبیث سے خبیث کو مٹاتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی حرام مال سے خیرات کرتا ہے تو

جہنم میں اپنا ٹھکانا بناتا ہے اور اس کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔

* حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو گوشت پوست اور جسم حرام مال سے بنا ہے اور حرام مال سے پرورش پائی ہے تو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس کا ٹھکانا نار ہی ہے (ترمذی)

* حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے غلہ روکنے والا ملعون ہے (ابن ماجہ)

* حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص غلہ کی گرانی میں سعی کرتا ہے اور نرخ میں دخل دے کر غلہ کا بھاؤ مہنگا کر دیتا ہے۔ تو ایسا شخص اس قابل ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو جہنم کی تہہ میں ڈال دے (سنن)

* حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو جھوٹی قسم کھا کر مال فروخت کرتا ہے قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر بھر کر بھی نہ دیکھے گا۔ (بخاری)

* حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شدید ضرورت کے وقت غلہ کو روکے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جُذام اور افلاس میں مبتلا کرے گا (ابن حبان)

* حضرت حکیم بن حزام کی روایت میں مرفوعاً آیا ہے کہ بائع اور مشتری جب سچ بولتے ہیں تو برکت ہوتی ہے۔ جب کچھ چھپاتے اور جھوٹ بولتے ہیں تو برکت مِٹ جاتی ہے۔ جھوٹی قسم سے مال تو بِک جاتا ہے مگر برکت ختم ہو جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

* مسلم نے حضرت معمہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: غلہ کو گرانی کے لئے نہیں روکتا مگر خاطی گنہگار (ترمذی)

الغرض آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دین اسلام میں رزق حلال کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ جسمِ انسانی کی پرورش رزق سے ہوتی ہے۔ جسم کے جو اعضاء حرام کھا کر پلے ہیں۔ وہ جہنم ہی کے لائق ہو سکتے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ حرام خوری کے اثرات آگے اولاد تک پہنچتے ہیں اور صرف حرام خور تک ہی محدود نہیں رہتے۔ نیز یہ حقیقت بھی آشکارہ ہوتی ہے کہ رزقِ حلال اخلاقی عیوب اور

معاشرتی بُرائیوں سے باز رکھتا ہے، دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔حرام کھانے سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں آدمی سنگ دل ہو جاتا ہے۔دل سے مہر ومحبت کا فور ہو جاتی ہے۔انسان خودغرض اور حریص بن جاتا ہے جو معاشرے کے لئے ناسور ہے۔

حرام کی نحوست

- نیک عمل کی توفیق نہیں ملتی
- نیک عمل میں حلاوت نہیں ملتی
- دعا قبول نہیں ہوتی
- اعمالِ بد کا داعیہ پیدا ہوتا ہے
- اولاد پر بُرا اثر پڑتا ہے
- اللہ اور اس کا رسول ناراض ہوں گے
- سودخور قیامت میں مخبوط الحواس ہوگا
- جہنم کی آگ مسلط ہوگی
- سودخور سے اللہ نے اعلان جنگ کیا ہے
- سودخور کا کفر تک پہنچنے کا خطرہ ہے۔
- جنت میں داخل نہ ہوگا۔

حلال روزی سے متعلق حکایات

❀ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا۔ جو غلہ کے طور پر اپنی آمدنی میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کچھ پیش کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا اور حضرت نے اس میں سے ایک لقمہ نوش فرما لیا۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کس ذریعے سے کمایا۔ آج دریافت نہیں فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ اب بتاؤ۔ عرض کیا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں ایک قوم پر گزرا اوران پر منتر پڑھا۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کررکھا تھا، آج میرا گزر ادھر کو ہوا تو ان کے یہاں شادی ہورہی تھی۔ انہوں نے یہ مجھے دیا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے مجھے ہلاک ہی کردیا۔ اس کے بعد حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر (ایک لقمہ وہ بھی بھوک کی شدت کی حالت میں کھایا گیا) نہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا کہ پانی سے قے ہوسکتی ہے۔ ایک بہت بڑا پیالہ پانی کا منگوایا اور پانی پی پی کر قے فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ لقمہ نکالا۔ کسی نے عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائیں یہ ساری مشقت اس ایک لقمہ کی وجہ سے برداشت فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ لقمہ نکلتا تو میں اس کو نکالتا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو بدن مالِ حرام سے پرورش پائے۔ آگ اُس کے لئے بہتر ہے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس لقمہ سے پرورش نہ پا جائے۔

حکایت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا کہ اُس کا مزہ کچھ عجیب سا نیا سا معلوم ہوا۔ جن صاحب نے پلایا تھا اس سے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کیسا ہے؟ کہاں سے آیا؟

انہوں نے عرض کیا کہ فلاں جنگل میں صدقے کے اُونٹ چر رہے تھے کہ میں وہاں گیا تو اُن لوگوں نے دودھ نکالا جس میں سے مجھے بھی دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور سارے کا سارا دودھ قے فرمادیا۔

ان حضرات کو اس کی ہمیشہ فکر رہتی کہ مشتبہ مال بھی بدن کا جزو نہ بنے، چہ جائے کہ بالکل حرام، جیسا

کہ آج کل صراحتاً حرام خوری کا دور دورہ ہے۔

حکایت

عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک دفعہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سفر پر جارہے تھے۔ راستے میں کسی ضرورت کی وجہ سے سواری سے اُترے اور سواری کو باندھ کر اپنی حاجت پورا کرنے میں مشغول ہوئے۔ فارغ ہونے پر دیکھا کہ سواری کسی کی فصل میں چر رہی ہے۔ ساتھیوں سے فرمایا کہ چلو چلتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ سواری پر سوار ہو جائیں۔ فرمایا کہ سواری کو یہیں چھوڑ دو اب یہ ہمارے کام کی نہیں کیونکہ اس کے پیٹ میں حرام چلا گیا۔

جو جانوروں کے بارے میں اتنا محتاط ہو۔ خود کس قدر حرام سے بچتا ہوگا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر عیال دار آدمی اپنے عیال کی حلال روزی سے پرورش کرتا ہے اور انہیں ننگا دیکھ کر ان پر کپڑا اڈالتا ہے تو اس کا یہ عمل جہاد سے بہتر ہے۔

بغیر اجازت روشنی کا فائدہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا حلقۂ درس لگا ہوا تھا۔ ایک خاتون آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ایک مسئلہ دریافت کرنے آئی ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا کیا پوچھنا ہے؟ کہنے لگی رات کو اپنے مکان کی چھت پر سوت کات رہی تھی۔ اسی اثناء میں میرے مکان کے قریب سے خلیفہ کی سواری گزری تو اس سواری کے ساتھ شمع تھی جس کی روشنی میرے مکان کی چھت پر گر پڑی۔ میں نے اس روشنی میں کچھ سوت بغیر اجازت کے کات لیا۔ تو اب اس سوت کو بیچ کر جو پیسے ملیں گے۔ وہ میرے لئے حلال ہیں یا نہیں؟

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فوراً سمجھ گئے (ولی را ولی می شناسد)

فرمایا کہ تم بشر حافی کی بہن تو نہیں ہو؟ (بشر حافی اپنے زمانے کے بڑے بزرگ تھے) کہنے لگی ہاں میں بشر حافی کی بہن ہوں تو امام صاحب نے فرمایا اگر تم بشر حافی کی بہن ہو تو تمہارے لئے اس سوت کی کمائی حلال نہیں...... اگر کوئی اور ہوتا تو میں اجازت دے دیتا مگر بشر حافی کے خاندان کے لئے اس کی اجازت نہیں۔

حرام و حلال کی تمیز ہو تو ایسی ہو۔ آج کل بظاہر بڑے بڑے تقویٰ و پرہیزگاری کے دعویدار، مگر کسی

کا دھیان اس طرف جاتا ہی نہیں۔ اللہ ہم سب کو حرام سے بچا کر حلال روزی نصیب فرمائے آمین۔

حرام سے ابدال زمانہ کی دعا بے اثر

حجاج بن یوسف جب عراق کا گورنر بن کر آیا تو مشیروں نے کہا کہ آپ سے پہلے جتنے بھی گورنر آئے۔سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ آپ ذرا ہوشیار رہیں۔ اس نے پوچھا وجہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ یہاں اَبدال کی ایک جماعت ہے جو مستجاب الدعوات ہے۔ جب کوئی گورنر ظلم کرتا۔ تو یہ ابدال بددعا کرتے جس کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جاتا۔

حجاج بن یوسف نے کہا۔ میں ان کا انتظام کرتا ہوں۔ اس نے محل کے اندر دعوت کا انتظام کیا اور اَبدال کی جماعت کو بھی مدعو کر کے سب کو کھانا کھلایا گیا۔ حجاج نے کہا: الحمدللہ میں محفوظ ہوں، ان سب کو حرام کھلایا۔ اب ان کی دُعا مجھ پر اثر نہیں کر سکتی۔ چنانچہ دُنیا نے دیکھا کہ اس نے وہ مظالم ڈھائے کہ اکابر تابعین، علماء و اولیاء تک کو شہید کرایا۔ لوگوں نے اور ابدال کی جماعت نے بددُعا کی لیکن اس پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر رزق حلال نہ ہو تو ابدال کی دُعا کا اثر بھی چھن جاتا ہے۔

سرکاری ملازم اور گھریلو کام ناجائز

ایک مرتبہ احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی کہنے لگا کہ حضرت میں آپ کے لئے چائے کی دعوت کا انتظام کرتا ہوں۔ حضرت نے منع فرمایا۔ جب وہ بہت اصرار کرنے لگا تو حضرت نے فرمایا کہ ایک شرط پر قبول کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ چائے میں دودھ نہ ڈالیں۔ اس آدمی نے کہا کہ حضرت سب چیزیں میری اپنی اور حلال ہیں۔ بھینس بھی میری اپنی ہے، اسی کا دودھ چائے میں استعمال کرتا ہوں۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ ہاں بھینس تو تمہاری اپنی ہے۔ لیکن بھینس کے لئے گھاس لانے والا آدمی تمہارا ملازم نہیں بلکہ سرکاری ملازم (دفتر میں چپڑاسی) ہے، جو سرکاری کام کے لئے مقرر ہے۔ اور تم اس سے گھر کا کام لیتے ہو جو صراحتاً حرام ہے۔ اس لئے بھینس کا دودھ بھی حرام ہے۔ یہ سن کر وہ آدمی لاجواب ہو کر ہکا بکا رہ گیا۔

ہمارے حضرت فرماتے ہیں۔ آخران باریکیوں پر نظر رکھتے ہوئے انسان خدا کا مقرب بنتا ہے، اگر

ان باتوں کا خیال نہ رکھا جائے تو پھر خدا کی قربت کا دعویٰ ویسے خام خیالی ہے۔

خواجه پندارد که دارد حاصلے
حاصلے خواجه بجز پندار نیست

اللہ پاک ہم سب کو ان باریکیوں سے آگاہ فرما کر اور حفاظت فرما کر اپنا بندۂ خاص بنا دے۔ آمین

حضرت لاہوری اور مشتبہ آم

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے باریک بین بزرگ تھے۔ بڑے صاحبِ کشف و کرامات تھے۔ ان کے بارے میں ایک اور حکایت ہے کہ ان کے ایک عقیدت مند آموں کا ایک کریٹ حضرت والا کے ہاں لے آئے۔ حضرت کی جب اُس کریٹ پر نظر پڑی تو پوچھا کہ یہ گند کس نے لایا ہے؟ اُس آدمی نے کہا کہ حضرت یہ گند نہیں، آم ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہ حرام ہیں، لے جاؤ۔ اس نے کہا کہ حضرت زمین میری اپنی ہے، پودے میرے اپنے ہیں، کھاد نگرانی وغیرہ کا انتظام میں خود کرتا ہوں۔ حرام کیسے ہیں؟

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمہیں یاد ہے کہ ایک رات کو دوسرے آدمی کے نمبر پر پانی تم نے اپنے کھیت کو دیا۔ حالانکہ اس رات پانی کا حقدار دوسرا آدمی تھا، تمہارا حق نہ تھا۔ کیا یہ حرام نہیں؟ آخر اس حرام پانی کا اثر آموں تک نہیں پہنچا؟ یہی حرام پانی ان آموں کے پھلنے پھولنے اور پھر پکنے کا ذریعہ بنا۔

ابراہیم بن ادہم کا تقویٰ و احتیاط

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ولی کامل تھے۔ (پہلے بادشاہ تھے۔ پھر اللہ کی محبت میں گرفتار ہوئے) ایک دفعہ اپنی اصلاح کی نیت سے انار کے ایک باغ میں ملازمت اختیار کی۔ ایک دن باغ کا مالک آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا کہ ایک انار لاؤ۔ جب انار لائے اور مالک نے چکھا تو وہ کھٹا تھا۔ اس نے کہا دوسرا انار لے آؤ۔ دوسرا لایا تو مالک نے چکھ کر واپس کر دیا اور ذرا درشتی سے آواز دے کر کہا کہ تیسرا لاؤ آپ رحمۃ اللہ علیہ تیسرا انار لے کر حاضر ہوئے۔ مالک نے جب وہ انار چکھا تو وہ بھی کھٹا تھا۔ مالک غصہ ہوا اور کہنے لگا کہ اتنا عرصہ باغ میں گزار کر بھی میٹھا اور کھٹا انار نہیں پہچانتے ہو؟ کیسے نالائق ہو۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عرصہ تو کافی ہو گیا ہے لیکن میں نے انار چکھے نہیں۔ کیونکہ

میں انار کے باغ کی حفاظت کرتا ہوں، استعمال نہیں کرتا۔ باغ کے مالک نے کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اگر ابراہیم بن ادہم ہوتے تو میں مان لیتا۔ کیونکہ ان کے سوا میں کسی دوسرے شخص میں یہ صفت عالی نہیں دیکھتا۔ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد وہاں سے چلے گئے، اس لئے کہ کہیں کوئی پہچان نہ لے۔

امام شافعی کا امام احمد کی ضیافت اور اس کے انوارات

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب ضعیف العمر ہو گئے اور سفر اختیار کرنے کے قابل نہ رہے۔ تو ایک دفعہ اپنے خاص شاگرد امام احمد بنِ حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھ کر بھیجا کہ میرے گھر تشریف لے آئیں تاکہ آپ کی زیارت ہو سکے۔

جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو استادِ محترم کا خط ملا تو بہت مسرور ہوئے۔ (اور مسرور کیوں نہ ہوتے، اتنے بڑے امام نے دعوت دی تھی) اور اطلاع بھیجی کہ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضری اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں۔ اور پھر اپنے استاد محترم کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ امام احمد بنِ حنبل رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کے لئے آ رہے ہیں تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردِ خاص کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکل پڑے (چونکہ ضعیف العمر تھے،...... ہوسکتا ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پالکی میں بٹھا کر لے جایا گیا ہو)...... لوگوں نے جب دیکھا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنفسِ نفیس استقبال کے لئے چل پڑے تو آس پاس کے لوگ بھی امام صاحب کے ساتھ چل پڑے۔ لوگوں کے ہجوم کو دیکھ کر شاہی کارندے بلکہ بادشاہِ وقت بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہو لئے۔ ایک ہنگامہ برپا ہوا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کے بچے خوشی سے اُچھلتے کودتے رہے کہ ہمارے گھر ایک خاص مہمان تشریف لا رہے ہیں۔

آخر ایک بڑے شاہی جلوس کی شکل میں امام احمد بنِ حنبل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر تشریف لائے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مہمان نوازی مشہور ہے، بڑی خاطر مدارت ہوئی۔ دستر خوان پر کئی قسم کے کھانے سجائے گئے۔ امام احمد بنِ حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے سارا کھانا تناول فرمایا۔ پھر رات کو امام احمد بنِ حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں پانی سے بھرا ہوا لوٹا بھی رکھا گیا تاکہ امام صاحب تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے وضو بھی کر سکیں لیکن صبح جب دیکھا تو پانی اسی طرح پڑا رہا۔ امام صاحب نے پانی استعمال نہیں کیا تو گھر والے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض

کرنے لگے کہ آپ تو اپنے شاگردِ خاص کی بہت تعریف کرتے تھے کہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔لیکن ایک تو اس نے سارا کھانا تناول فرمایا اور دوسرے یہ کہ رات کو تہجد نہ پڑھی کیونکہ لوٹے کا پانی استعمال نہیں کیا گیا تھا امام شافعی کو بھی کچھ تردد ہوا۔ چونکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگرد تھے۔اس لئے پوچھا (ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی استاد کو شاگرد سے اور پیر کو مرید سے حالات پوچھنے چاہئیں) کہ رات کو سارا کھانا تناول فرمایا اور رات کو پانی بھی استعمال نہیں کیا۔وجہ کیا ہے؟ پہلے تو آپ ایسے نہیں تھے۔

امام حمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ حضرت بات دراصل یہ ہے کہ کھانا چونکہ حلال تھا اور پکانے والے بھی متقی اور پرہیزگار تھے تو مجھے کشف ہوا کہ دسترخوان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انوارات و برکات کی بارش برس رہی ہے تو میں نے سوچا کہ کیوں اللہ تعالیٰ کی انوارات و برکات کی بارش کو چھوڑوں؟ اس لئے سارا طعام تناول فرمایا۔ دوسرے یہ کہ حلال طعام کی برکت سے ساری رات عبادت میں مشغول رہا اور وضو توڑنے کی ضرورت بالکل محسوس نہیں کی۔اس لئے تہجد اور نمازِ فجر وغیرہ عشاء کے وضو کے ہوتے ہوئے ادا کئے گئے۔اور میں نے اس حلال طعام کی برکت سے ایک آیت سے ایک سو (۱۰۰) مسائل کا استنباط کیا۔یعنی دو فائدے ملے ایک عملی کہ ساری رات عبادت میں گزاری اور دوسرا علمی یعنی ایک سو مسائل کا استنباط۔

ہمارے حضرت پیرومرشد فرماتے ہیں کہ حلال رزق کھانے سے عبادت کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔اور عبادت میں حلاوت بھی ملتی ہے۔اسی لئے تو اولیائے کرام ساری رات جاگتے رہتے ہیں۔اور جو حرام کھاتے ہیں۔ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جن کو عبادت کی توفیق نہیں ملتی...... بلکہ حرام کی وجہ سے فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو رزقِ حلال کمانے اور کھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

حلال کی برکت و نورانیت

عبداللہ شاہ دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ تھے۔ان کا ذریعہ معاش یہ تھا کہ روزانہ گھاس کا ایک گٹھا لاکر بازار میں چھ پیسے کا فروخت کرتے۔ دو پیسے اسی وقت صدقہ کرتے۔ دو پیسے گھر کی ضرورتوں پر خرچ کرتے اور دو پیسے جمع کرتے۔سال کے بعد جمع شدہ رقم پر علمائے دیوبند کی دعوت کرتے۔ان میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات شامل ہوتے۔ یہ حضرات فرماتے کہ ہم سال بھر شاہ صاحب کی دعوت کا انتظار کرتے رہتے۔ جب شاہ صاحب کی دعوت کھاتے تو چالیس دن تک اپنے باطن میں ایک نور

محسوس کرتے جس کی وجہ سے ریاضت وعبادت کی طرف زیادہ سے زیادہ رغبت پیدا ہوتی۔
آخر کیوں نہ ہوتی پہلے سے تمام حضرات متقی وپرہیزگار اور پھر رزقِ حلال کا استعمال، سونے پہ سہاگہ، نور علیٰ نور

حلال کی برکت اور حضورِ اقدس ﷺ کی زیارت

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی اصلاحِ نفس وغیرہ کی نیت سے سفر پر روانہ ہوجاتے اور رات کسی مسجد میں گزارتے۔ اسی طرح ایک دفعہ کسی ایسے گاؤں پہنچ گئے۔ جہاں مسجد بالکل غیر آباد تھی۔ اور گندگی سے بھری پڑی تھی۔ مولانا صاحب نے مسجد کو صاف کیا، نمازِ ظہر کا وقت ہونے پر اذان دی اور پھر انتظار کرتے رہے کہ کوئی آدمی آجائے تاکہ باجماعت نماز پڑھ سکیں۔ لیکن کوئی آدمی نہ آیا۔ آخر مجبوراً اکیلے ہی نماز ادا فرمائی۔ اسی طرح عصر کے وقت اذان دے کر پھر مجبوراً اکیلے ہی نماز پڑھی۔ مغرب کے وقت ایک آدمی آیا اور مختصر نماز پڑھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد تین روٹیاں بغیر ترکاری لاکر مولانا صاحب کے سامنے دکھ دیں اور پھر چلا گیا۔ روٹی کھانے کے بعد معمولات وغیرہ مکمل کر کے سوگئے تو خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی۔ صبح ہوئی تو مولانا صاحب پھر وہیں ٹھہرے۔ دوسری رات پھر نوجوان نے مغرب کے وقت مختصر نماز پڑھی اور پھر دو روٹیاں مولانا صاحب کی خدمت میں پیش کیں۔ دوسری رات مولانا صاحب کو پھر حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ تیسرے دن مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پھر وہیں ٹھہرے۔ مغرب کے وقت وہ نوجوان پھر آیا اور مختصر نماز پڑھ کر گھر جا کر ایک روٹی ہاتھ میں تھامے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ آج یہ روٹی کھالیں اور کل یہاں سے چلے جائیں۔

مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس نوجوان سے پوچھا کہ مجھے یہ راز بتاؤ کہ پہلے دن تین روٹیاں اور دوسرے دن دو روٹیاں لائیں اور آج ایک روٹی لائی۔ نوجوان نے عرض کیا کہ میں محنت مزدوری کر کے گزارہ کرتا ہوں۔ ہم تین افراد...... ایک میں، دوسری میری اہلیہ اور تیسرا میرا بچہ ہے۔ پہلے دن ہم تینوں نے اخلاص سے اپنا اپنا حصہ آپ کو دے دیا۔ دوسرے دن بچے نے کہا کہ میں بھوکا ہوں میرا حصہ دے دو۔ اس لئے دوسرے دن دو روٹیاں لایا۔ آج میری اہلیہ نے کہا مجھ سے اور صبر نہیں ہوسکتا میرا حصہ روٹی مجھے دے دو۔ اس لئے آج ایک لایا۔ کل آپ چلے جائیں۔ کیونکہ تین دن سے میں بھی بھوکا ہوں۔ مزید مجھ سے برداشت نہ ہوگا۔ تب مولانا صاحب کو معلوم ہوا کہ حلال کی کمائی اور پھر نوجوان کے اخلاص کی برکت ہے...... ایک یہ کہ

انوارات وبرکات باطن میں محسوس ہوئے اور دوسرے یہ کہ رات آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

بے احتیاطی کا اثر اعمال پر

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ بزرگ تھے۔ بہت متقی پرہیزگار اور عبادت گزار تھے۔ فرماتے ہیں کہ عبادت میں حلاوت نہ تھی۔ اپنی ماں کے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ اماں جان مجھے عبادت میں حلاوت نہیں ملتی حالانکہ حرام کھانے وغیرہ کا کبھی ارتکاب نہیں کیا ہے۔ شاید آپ سے کچھ بے احتیاطی ہوئی ہو۔ والدہ صاحبہ سوچ میں پڑ گئیں اور پھر کہنے لگی کہ ہاں یاد آیا۔ جس وقت آپ میری شکم میں تھے۔ اس وقت ایک دن مکان کے اُوپر چھت پر گئی وہاں پڑوسیوں نے تھال میں پنیر رکھا تھا۔ میں اس پنیر سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا کھا گئی۔ اس کے علاوہ کوئی بے احتیاطی نہیں کی۔

حضرت فرمانے لگے یہی وجہ ہے کہ عبادت میں حلاوت نہیں۔ آپ جا کر ان سے معافی مانگ لیں۔ والدہ صاحبہ بھی بڑے مرتبے والی تھیں۔ اس لئے فوراً جا کر پڑوسیوں سے معافی مانگ لی۔ انہوں نے معاف کر دیا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ان کی معافی کے بعد عبادت میں حلاوت اور ذوق وشوق بڑھ گیا۔

مشتبہ کھانے کا اثر

شیخ ابراہیم مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بزرگ کی زیارت کیلئے چلا گیا۔ خانقاہ پہنچ کر دیکھا کہ اس اللہ کے ولی کے گھر سے ایک نوجوان متکبرانہ انداز سے باہر آئے۔ میں نے السلام علیکم کہا۔ اس نے مجھے سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ اور نہ یہ پوچھا کہ مہمان کہاں سے آئے ہو؟ میں حیران ہوا کہ یہ جوان کون ہے؟ وہاں مجھے کسی نے بتایا کہ یہ نوجوان اس بزرگ کا بیٹا ہے۔ میری حیرانگی میں اور اضافہ ہوا کہ باپ اور بیٹے میں یہ تفاوت۔ باپ تو اللہ کے کامل ولی اور بیٹے کا یہ حال۔ میں اس بزرگ کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ جب وہ بزرگ باہر تشریف لائے۔...... دیکھا کہ اللہ کی محبت میں ڈوبا ہوا معطر نورانی چہرہ، جنہیں دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ خیر ملاقات ہوئی۔ آتے ہی میں نے اس بزرگ سے بیٹے کی حالت کے بارے میں جاننا چاہا تو وہ فرمانے لگے کہ میں چند دنوں سے بھوکا تھا۔ میرے ہمسایہ کی بادشاہ سے دوستی تھی۔ وہ بادشاہ کے ہاں

دعوت پر گیا۔ واپسی پر کچھ کھانا میرے لئے لایا۔ شاہی طعام کھانے کے بعد میں نے اپنی بی بی سے صحبت کی جس سے یہ بیٹا پیدا ہوا ہے۔

یہ ہے مشتبہ کھانے کی نحوست۔ اللہ بچائے۔ آمین

حلال غذا اور اسم اعظم

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابرہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت مجھے اسمِ اعظم بتائیے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ معدہ حرام سے خالی رکھو اور دل سے دُنیا کی محبت نکال دو پھر اللہ تعالیٰ کو جس نام سے بھی پکارو وہی اسمِ اعظم ہے

خدا گنجے کو ناخن نہ دے

کسی بزرگ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ حضرت مجھے اسمِ اعظم سکھا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ جا کر بازار کے چوک میں کھڑے ہو جاؤ اور جو واقعہ پیش آجائے آکر مجھے بتانا۔ وہ آدمی چلا گیا اور چوک میں کھڑا ہو گیا۔ دیکھا کہ ایک بوڑھا گدھے پر لکڑی لادے آرہا ہے۔ اتنے میں ایک سرکاری ملازم آیا اور بوڑھے کو مارا پیٹا اور زبردستی گدھا چھین کر لے گیا اور بوڑھا بے چارہ کچھ کہہ نہ سکا۔ وہ آدمی واپس آیا اور اس بزرگ کو سارا واقعہ سنایا اور کہنے لگا کہ حضرت اگر میرے پاس اسمِ اعظم ہوتا تو اس سرکاری ملازم پر استعمال کرتا۔ کیونکہ اس نے بوڑھے پر بہت زیادہ ظلم کیا تھا۔

بزرگ نے فرمایا کہ اسی بوڑھے ہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا ہے۔ اسمِ اعظم کے سنبھالنے کا ہر کوئی اہل نہیں جیسا کہ مشہور ہے ''خدا گنجے کو ناخن نہ دے''۔

معلوم نہیں حلال ہے یا حرام

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آیا ہے کہ ایک بار کسی نے آپ کو حجرہ میں دیکھا کہ خشک روٹی کا ٹکڑا ہاتھ میں لئے رو رہے ہیں۔ پوچھا گیا تو فرمایا میں یہ ٹکڑا کھانا چاہتا ہوں مگر معلوم نہیں حلال ہے یا حرام'' آہ''

حرام سے بجائے اچھے اعمال کے بُرے اعمال کا داعیہ پیدا ہوتا ہے:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

☆ ''مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایک رئیس کے یہاں سے لڈو آئے۔ایک میں نے کھالیا، وہ کھاتے ہی قلب میں سخت ظلمت پیدا ہوئی اور ہر وقت یہ وسوسہ پیدا ہوتا تھا کہ کوئی خوبصورت عورت ملے اس سے زنا کروں، اسی حالت میں ایک مہینہ گزر گیا۔ میں روتا اور توبہ کرتا تھا کہ الٰہی یہ کیا ہوگیا۔''

انتہائی عبرت کا مقام ہے کہ حرام کے ایک لڈو سے یہ حالت پیدا ہوئی۔ ہمارا کیا حال ہوگا کہ ہم تو مبتلا ہی مشکوک و مشتبہ رزق میں ہیں۔ یہ تو چونکہ اللہ والے تھے انہیں اس چیز کا ادراک ہوگیا۔ ہمارے قلوب میں چونکہ ظلمت بھری ہوئی ہے اس لیے ہمیں، اس چیز کا ادراک نہیں ہوتا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے فرمایا:......''كلوا من الطيبات واعملوا صالحا''

(ترجمہ)......رزق حلال کھاؤ اور عمل صالح کرو۔

عمل صالح کو اکل حلال کے ساتھ جوڑا......معلوم ہوا کہ جس کا رزق حلال ہوا سے عمل کی توفیق مل جاتی ہے اور رزق حرام ہو تو عمل صالح کی توفیق نہیں ملتی......اور اگر توفیق مل بھی جائے تو وہ عمل قبول نہیں ہوتا۔

اولاد پر حلال و حرام کا اثر

ایک دفعہ ماں باپ نے بڑی احتیاط کی کہ ہم نے گناہ نہیں کرنا تا کہ اولاد نیک ہو......خاص طور سے حمل کے زمانے میں والدہ کو بہت تاکید کی دیکھو کوئی گناہ نہ کرنا تا کہ اولاد پر اثر نہ ہو۔ بڑی احتیاط سے دن گزارے۔ بچہ پیدا ہوا۔ بڑا نیک، آثار سعادت کے اس میں نمایاں تھے۔ آہستہ آہستہ کچھ بڑا ہوا۔ ایک دفعہ والد کیساتھ وہ جا رہا تھا کہ راستے میں ایک آدمی بیر بیچ رہا تھا۔ اس بچے نے ایک بیر اٹھا کر منہ میں ڈال لیا، بغیر پوچھے منہ میں ڈال لیا۔ باپ کو بڑا تعجب ہوا کہ آج تک بیٹے نے کسی طرح کی شرارت نہیں کی۔ آج اس نے ایسا کیوں کیا۔ گھر میں جا کر بیوی سے پوچھا سچ بتاؤ۔ حمل کے زمانے میں تم نے کوئی نہ کوئی کوتاہی ضرور کی ہے جبھی آج میرے بیٹے نے بغیر پوچھے بیر اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ ہم تو اس کو بڑا نیک سمجھ رہے تھے۔ اس نے سوچ سوچ کر بتایا ہاں مجھے یاد آ گیا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا تھا کہ ہمارے پڑوسیوں کی بیر تھی، اس کے کچھ

پیر ہمارے گھر میں آ گئے تھے، وہ ہم نے کھا لیے تھے۔ سمجھے کہ اجازت ہوگی۔ وہ غلطی ہوئی، اِس کا اثر بچے پر ہوا۔ اس نے بھی بڑے ہونے کے بعد ایسا ہی کام کیا۔ ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں کہ ماں کو پانچ پارے یاد تھے، بچہ پیدا ہوا اس کو پیدائشی قرآن پاک کے پانچ پارے یاد تھے۔...... ایسے بھی واقعات پیش آئے۔ جی ہاں ماں باپ کا اثر ہوتا ہے اولاد پر۔ (الصیانۃ شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ، مطابق جنوری ۱۹۹۴ء، ص ۳۴)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا تقویٰ واحتیاط:

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حافظ حمید اللہ صاحب نے یہ روایت بیان کی کہ میں تالاب پر بیٹھا روٹی کھا رہا تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور پوچھا...... یہ کھانا کہاں سے لیا؟ میں نے عرض کیا کہ طلباء کے کھانے میں سے لیا ہے۔...... حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک چپت رسید کی اور اپنی جیب خاص سے دو آنے عنایت فرمائے کہ جا کر منشی صاحب کے پاس جمع کرا کر آؤ کہ اس کھانے میں تمہارا کوئی حق نہیں۔...... یاد رہے کہ یہ محض آدھی روٹی اور تھوڑا سا آلو کا سالن تھا۔ (خدام الدین، ص ۳۱)

ایک بزرگ کا حلال وحرام گوشت الگ کرنا:

☆............ ایک شخص نے ایک بزرگ کا امتحان لینے کا ارادہ کیا تو آپ کو مہمان بننے کی دعوت دی اور آپ کی تواضع کے لئے چند گائیں ذبح کیں اور کچھ کا گلا گھونٹ کر مار دیا گیا...... پھر دونوں اقسام کی گائیوں کا گوشت خلط ملط کر دیا گیا۔ اور چاول میں ڈال کر پلاؤ پکوایا گیا۔ پھر آپ کو دستر خوان پر بلایا گیا۔ جب دستر خوان پر پلاؤ رکھا گیا تو آپ رحمہ اللہ نے حلال کو حرام گوشت سے الگ کر دیا اور حلال کے بارے میں فرمایا یہ گوشت تو ہم فقراء کا حصہ ہے اور یہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا حصہ ہے...... جس نے دعوت کی تھی وہ کہنے لگا ہم نے تو تمام کا تمام گوشت فقراء کے لئے تیار کیا ہے، اس لئے لازماً آپ لوگ ہی کھائیں گے...... آپ نے جب اسکی یہ بات سنی تو گوشت میں پکے چاولوں (پلاؤ) کی طرف اشارہ فرمایا تو سارے کا سارا کھانا کیڑوں کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔

حلال مال کی حفاظت کا اثر انگیز واقعہ: (زکوٰۃ کی برکت)

☆............سہارن پور میں ایک اللہ والے کے گھر میں ''کھڑ کھڑ'' ہوئی تو دیکھا چورتالا توڑنے میں لگا ہوا ہے۔ان کی آنکھ کھل گئی...... کہنے لگے بھائی! یہ تالا دو آنے کا ہے اور اس میں جو پیسے پڑے ہوئے ہیں اس کی زکوٰۃ ادا ہو چکی ہے......میں تو سو رہا ہوں صبح تک تمہیں اجازت ہے جو زور لگا سکتے ہو لگا لو۔صبح کی اذان تک چور زور لگا تا رہا، نہ وہ تالا ٹوٹا، نہ دروازہ کھلا۔

صبح گھر کا مالک شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ کے پاس آیا اور سارا ماجرا سنایا ......فرمانے لگے: جس مال کی زکوٰۃ ادا ہوگی وہ ضائع نہیں ہو سکتا۔بینکوں میں ضائع ہو جائے گی......اللہ کے نبی کا فرمان ہے کہ اپنے اموال کی حفاظت زکوٰۃ کے ساتھ کرو۔

غذائے حرام کا اثر

☆............کنز العباد میں ہے کہ انسان کے لیے غذائے حرام سے بڑھ کر کوئی شے خطرناک نہیں۔کیونکہ آدم علیہ السلام نے جب بہشت میں اس درخت کا پھل کھا لیا جس سے منع فرما دیا گیا تھا اور بعد کھانے کے انہیں ندامت ہوئی تو قے کر ڈالی۔وہ قے زہر قاتل ہوگئی اور قیامت تک جو کچھ دنیا میں زہر ہوگا اسکی اصل وہی قے ہے۔تاہم اس پھل کی قوت حضرت آدم علیہ السلام کے بدن میں باقی رہی اور بعد توبہ قبول ہونے کے جب حضرت حوا علیہا السلام سے مقاربت کی تو قابیل پیدا ہوا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا یہ اسی پھل کی قوت کا اثر تھا۔پس غور کرنے کا مقام ہے کہ جب غذائے ممنوع کی تھوڑی سی مقدار کا ایسا ضرر ہو تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کی تمام غذا حرام اور مشتبہ ہے۔......ایسی غذا سے پرہیز کرنا چاہیئے، تاکہ بہشت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غذا کھانا نصیب ہو۔

اکل حلال چار مصائب کا حل

جو شخص اکل حلال طلب کرے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ یہ چاروں سختیاں آسان کر دے گا۔

﴿۱﴾......اکل حلال کا پابند اگر کوئی طول وطویل اور اپنی قوت سے باہر کا سفر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا سامان آسانی سے بہم پہنچا دے گا۔

﴿۲﴾......اور اگر وہ شخص قرض دار مرا اور مرتے دم تک اسے ادا کرنے کی توفیق نہ ہوئی حالانکہ اس کی نیت

قرض ادا کرنے کی تھی تو اللہ تعالیٰ غیب سے اس کا قرض ادا کر دے گا اور قیامت کے دن اس قرض کی نسبت اس سے مؤاخذہ نہ ہوگا۔

﴿۳﴾......اور اس کی اولاد میں کوئی لڑکی ہوگی جو امر الٰہی کی مطیع اور نماز روزے کی پابند رہے گی۔ صالحہ عورتوں میں اس کا شمار ہوگا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک شوہر صالح و نیک اعمال والا بہم پہنچا دے گا اور اس کی زندگی اپنے شوہر کے ساتھ عیش و آرام میں بسر ہوگی۔ جسے دیکھ کر اس لڑکی کا باپ خوش ہوگا اور اگر وہ تنگدست ہوں گے تو اللہ تعالیٰ غیب سے ان کے رزق میں کشائش بخشے گا۔

﴿۴﴾......اور دنیا میں کسی مخلوق کا محتاج نہ رکھے گا۔ یہ سب اکلِ حلال کی برکت ہے (تذکرۃ الواعظین ص ۱۰۹ تا ۱۲۰)

حرام کھانے کی وجہ سے ایک گھوڑے کی نافرمانی

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ......سچا تاجر اللہ تعالیٰ کے نزدیک قائم اللیل عابد سے افضل ہے۔ اکابرین سلف تجارت وغیرہ کے معاملات میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مجاہد کا واقعہ خود ان کی زبانی نقل کیا جاتا ہے کہ:

میں گھوڑے پر سوار جہاد میں شریک تھا۔ اچانک ایک کافر میرے سامنے آیا۔ میں نے اس پر گھوڑا چڑھا کر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن گھوڑے نے ساتھ نہیں دیا اور وار خالی گیا، دوسری اور تیسری مرتبہ کے حملے میں بھی ایسا ہی ہوا۔ اس شکست سے مجھے بڑا قلق ہوا۔ سارا دن یہی خیال رہا کہ آج گھوڑے نے خلاف توقع بزدلی کا ثبوت دیا ہے اور میرے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ خیمے میں واپس آنے کے بعد بھی یہی سوچتا رہا۔ اسی پریشانی کے عالم اور حزن و ملال کی کیفیت کے ساتھ خیمے کی لکڑی پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ خواب میں، میں نے دیکھا کہ گھوڑا مجھ سے مخاطب ہے اور اس شکست کے حوالے سے کہہ رہا ہے، کہ تم نے تین بار حملہ کیا لیکن تینوں مرتبہ تمہیں میری وجہ سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کل کی بات یاد کرو، کہ تم نے میرے لیے چارہ خریدہ اور گھسیارے کو ایک درہم کھوٹا دے دیا۔ حرام غذا کھلا کر مجھ سے اطاعت کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے۔ اس خواب کے بعد میری آنکھ کھل گئی، دل خوف سے لرز گیا۔ فوراً گھاس والے کے پاس پہنچا اور اس سے اپنا کھوٹا سکہ واپس لے کر کھرا سکہ دیا۔ (حکایات از امام غزالی ص ۱۲۵)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

حکایت ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کے گھر میں آٹا گوندھتے وقت خمیر آٹے کی ضرورت درپیش ہوئی تو ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رحمہ اللہ کے گھر سے خمیرہ آٹا لایا گیا۔ جب روٹی پک گئی تو امام احمد رحمہ اللہ کو بذریعۂ کشف معلوم ہوا کہ روٹی مشتبہ ہے۔ چنانچہ آپ نے گھر والوں سے دریافت فرمایا تو گھر والوں نے سارا قصہ سنا دیا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے روٹی کھانے سے انکار کر دیا اور نہ کھانے کی وجہ بیان فرمائی کہ میرا بیٹا قاضی ہے جسے بیت المال سے وظیفہ ملتا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کی رائے میں سرکاری خزانے کا مال مشکوک تھا یعنی اس کا حلال ہونا یقینی نہیں تھا۔ اور ایسے مال کا کھانا اور استعمال کرنا اگرچہ عام لوگوں کے لئے جائز ہے۔ لیکن امام احمد جیسے عظیم المرتبہ محدث ایسے مال سے پرہیز کرتے تھے۔

حالانکہ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رحمہ اللہ نہایت متقی اور صالح انسان تھے۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ رات کو اپنے گھر میں سونے کی بجائے...... والد محترم کے گھر کے دروازے کے قریب لیٹے رہتے تھے کہ شاید والد محترم کو کسی وقت میری ضرورت پڑے۔

بہر حال امام احمد نے جب روٹی میں یہ شبہ ظاہر کیا تو گھر والوں نے پوچھا کہ یہ روٹی مساکین کو دیدیں؟ فرمایا ہاں دے دو مگر دیتے وقت یہ عیب ضرور بیان کرنا۔ چنانچہ گھر والوں نے جب وہ روٹی مساکین کو دینا چاہی تو انہوں نے بھی وہ روٹی کھانے سے انکار کر دیا۔ گھر والے پریشان ہوئے۔ انہوں نے امام احمد رحمہ اللہ سے مشورہ کئے بغیر وہ روٹی دریا میں بہا دی۔

امام احمد رحمہ اللہ کو جب اس بات کا علم ہوا فامتنع من أكل الحوت مدة حياته
یعنی ''امام احمد رحمہ اللہ نے زندگی بھر مچھلی کھانا چھوڑ دی (کہ مچھلیوں نے وہ مشتبہ روٹی کھائی ہوگی)''

(مرقات شرح مشکوۃ باب مالاتحل المسألۃ ج۴ ص۱۸۲) (استعظام الصغائر، ص۷۵ تا ۷۶)

مشتبہ سے بچنا:

❀ ایک بڑھیا نے سرِ راہ چارپائی بچھا کر اس پر بھیک کے ٹکڑے سوکھنے کے لیے ڈال رکھے تھے ...... ایک اونٹ نے چلتے چلتے گردن بڑھا کر دو چار ٹکڑے اس میں سے کھا لیے۔ بڑھیا نے اونٹ والے کو کوسنا شروع کیا۔ لوگ جمع ہو گئے اور اونٹ والے کو سخت سست کہا۔ وہ رونے لگ گیا۔ لوگوں نے اس ستم ظریفانہ گریہ

کا باعث پوچھا تو اس نے کہا..... ''اس بڑھیا کے دو چار ٹکڑے ہی ضائع ہو گئے، لیکن میرا اونٹ ہمیشہ کے لئے بے کار ہو گیا کیونکہ بھیک کے ٹکڑے اسکے منہ کو لگ گئے ہیں۔اب یہ کام نہ دے گا۔

(خواتین کا اسلام، شمارہ نمبر ۱۴۹، ص ۷)

۷ اسال تک بکری کا گوشت نہ کھایا:

﴿۲﴾.....ایک مرتبہ کوفہ میں کچھ لوگ بکریاں کہیں سے لوٹ مار کر کے لائے۔اور انہیں کوفہ کے بازار فروخت کر دیا۔وہ بکریاں شہر کی بکریوں سے رل مل گئیں.....اور لوٹ کی بکریوں کی شناخت باقی نہ رہی.....جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ..... ''بکری زیادہ سے زیادہ کتنے سال زندہ رہ سکتی ہے؟'' تو لوگوں نے جواب دیا کہ..... ''سات سال.....''.....تو آپ رحمہ اللہ نے کوفہ میں رہتے ہوئے سات سال تک بکری کا گوشت تناول نہیں فرمایا کہ.....کہیں وہی چرائی ہوئی بکری کا گوشت نہ ہو.....دوسری روایت میں ہے کہ.....۷ اسال تک آپ نے بکری کا گوشت نہیں کھایا۔

رزقِ حلال کے لیے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مزدوری کرنا:

❀ ☆............ادریس حداد کا بیان ہے کہ.....امام احمد رحمہ اللہ کے محلّہ میں پارچہ بافوں کی آبادی تھی۔.....جب تنگدستی زیادہ ہو جاتی تھی تو امام صاحب رحمہ اللہ ان کے یہاں مزدوری کیا کرتے تھے......

❀''كان احمد بن حنبل اذا ضاق بن الامر اجر نفسه من الحاكة فسوىٰ لهم''❀

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جب تنگدستی ہو جاتی تو پارچہ بافوں کے یہاں مزدوری کر کے ان کے کام کرتے تھے۔

(رزقِ حلال کی برکتیں، ص ۱۹۸)

مشتبہ لقمے سے بچنا:

❀ مولانا محمد امین صاحب اوکاڑے والے فرماتے ہیں کہ جوانی کے دور میں ایک جاننے والا آیا اور کہا: مجھے مشتبہ مال پانچ روپے ملے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔محمد امین صاحب نے فرمایا کہ مجھے دے دو۔تو وہ بڑے حیران ہوئے اور پوچھا کہ آپ اس کا کیا کریں گے۔تو محمد امین صاحب نے ایک

پروگرام پیش کیا کہ اس رقم کے کچھ پھل لیتے ہیں جن میں خفیہ نشان لگالیں گے۔اور کچھ اپنی صحیح رقم کے پھل لے کران کوان نشان زدہ کے ساتھ ملالیں گےاورحضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کریں گے۔سنا ہے وہ مشتبہ چیز کی شناخت کر لیتے ہیں۔

دونوں حضرات پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔حضرت نے پھل لینے سے انکار کرلیا تو محمد امین صاحب نے اصرار کیا جس پر حضرت نے مشتبہ پھل چھانٹ کرا لگ کر دیئے اور صحیح پھل قبول کیے۔......پھر آپ نے فرمایا کہ آپ آزمانے آئے تھے،آزما چکے اب جائیں۔یہ بہت ہی نادم وشرمسار ہوئے اور واپس ہو گئے۔بعد میں محمد امین صاحب حضرت اقدس کوراضی کر کے ان سے بیعت ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ (مقام ولایت،ص ۷۰تا۷۲)

سیرت وکردار،حرام سے پرہیز:

❁ علامہ اقبال کی والدہ کا انتقال ہوا تو علامہ اقبال کے دوست احباب تعزیت کے لیے جمع تھے۔اس موقعہ پرعلامہ اقبال بار بار یہ جملہ دہراتے بے جی آپ نے مجھ پراحسان کیا۔حاضرین حیران تھے کہ علامہ صاحب کی والدہ کی وفات ان پر کیسے احسان ہوسکتی ہے۔یہ تو دکھ اورغم کا موقعہ ہے۔آخر حاضرین میں سے کسی نے پوچھا:

حضرت مائیں تو سراپا احسان ہوتی ہی ہیں۔آپ کس احسان کا ذکر فرما رہے ہیں؟ فرمایا:ایک خاص احسان کا......اور وہ یہ کہ جب میں چھوٹا تھا......تو والد ڈپٹی وزیراعلیٰ بلگرامی کے ہاں کپڑے سینے پر ملازم تھے اور ڈپٹی صاحب انگریز سرکار کے ملازم تھے......اوران دنوں ان کی پنشن کھاتے تھے......اس وجہ سے بے جی کو ڈپٹی صاحب کی آمدنی کا ایک حصہ شرعاً مشکوک لگتا تھا۔چنانچہ انہوں نے مجھے اپنا دودھ پلانا بند کر دیا۔پھراپنی محنت کی کمائی سے بکری خرید کراس کا دودھ مجھے پلانا شروع کر دیا۔......بعد میں والد صاحب کو صورت حال کا علم ہو......اتوانہوں نے ڈپٹی صاحب کی ملازمت بھی چھوڑ دی۔......اور والدہ بے جی کی میری شیرخوارگی کےاس واقعہ کا مجھے پتہ چلاتو مجھ پررزق حلال کی اہمیت واضح ہوگئی کہ رزق حلال ایمان کی جان ہے ......یہ تھی وہ ماں جس نے مصور پاکستان کی پرورش کی اور علامہ اقبال بن کرا بھرے،سوچنا یہ ہے کہ ہمیں اپنی اولادکواس مقام پر پہنچانے اور پاکستان کی تعمیر وترقی کے لیے رزق حلال کی ضرورت نہ ہوگی۔

مشتبہ مال سے بچنے کا اہتمام:

❀ فرمایا کہ...... بزرگوں نے مشتبہ مال سے بچنے کا بڑا اہتمام کیا ہے۔......حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک شخص نے دعوت کی۔کھانا مشتبہ تھا۔آپ نے اس کی دلجوئی کے لئے کھا تو لیا مگر گھر پر آ کر قے کر کے سب نکال دیا۔اس سے ایک طالب علمانہ شبہ ہوسکتا ہے۔وہ یہ کہ تناول کا ارتکاب تو ہو ہی چکا تھا، جو مذموم ہے۔پھر ایسا کرنے سے کیا نفع ہوا۔جواب یہ ہے کہ ایک تو فعل ہے کھانا وہ تو بیشک واقع ہو چکا مگر دوسری چیز ہے جزوِ بدن بننا۔جزوِ بدن بننے سے جو ظلمت ہوتی اس سے بچاؤ کیا۔جیسا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بے خبری میں اجرت کہانت کا دودھ پی لیا تھا۔جس پر کوئی مواخذہ نہ تھا۔مگر پھر بھی خبر ہونے کے بعد قے کر دی۔اس کا بھی یہی نفع تھا۔حدیث ”کل لحم نبت من السحت فالنار اولی به“ ”جو گوشت حرام مال سے پیدا ہوا ہے اس کے لئے آگ ہی بہتر ہے“......میں اس طرف اشارہ بھی ہوسکتا ہے۔باقی رہا مشتبہ کھانے کا تو وہ فتویٰ سے حرام نہ تھا۔دلجوئی کی مصلحت اس میں بھی کراہت پر راجح تھی۔

(معارف نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، ص ۳۱ تا ۳۲)

مہتمم و نائب مہتمم کی تقویٰ و پرہیزگاری:

تمام اساتذہ دفتر مہتمم کے سامنے جمع تھے۔حضرت مہتمم صاحب کو ایک ضروری کام کے واسطے ان سے مشورہ کرنا تھا۔دفتر کا دروازہ بند تھا، اور اندر سے صدر جامعہ کسی پر غصہ ہو رہے تھے: ”تم ہمیں جہنم بھیجنا چاہتے ہو“، کا جملہ سب کے کان سے ٹکرا رہا تھا۔وہ چپ ہو جاتے تو نائب صدر شروع ہو جاتے اور بار بار یہی جملہ دہراتے تھے۔تاکید سے پتہ چلا کہ دونوں حضرات ناظم مطبخ پر غصہ ہو رہے تھے اور دراصل واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ رمضان کے موقع پر مدرسے میں باہر سے عمدہ کھانا آتا تھا، جو کہ عام طور پر موجود طلبہ کے لیے ناکافی ہوتا تھا۔اس لیے اس کے ساتھ مدرسے کا سالن ملایا جاتا تھا اور اسی سالن سے بعوض قیمت صدر و نائب صدر کے گھر میں کھانا جاتا تھا۔اب ناظم مطبخ اس طرح کرتا تھا کہ ان دونوں حضرات کے گھروں میں خالص اور عمدہ سالن بھیجتا تھا اور ان کے حصے میں مدرسے کا سادہ سالن نہیں ملاتا تھا، اور یہ بات ان دونوں کو ناگوار تھی کہ طلبہ کے حق میں سے ان کو تو اچھا سالن ملے اور طلبہ اس سے کم درجے کا سالن کھائیں۔اس لیے بالآخر ان دونوں

نے ان دونوں سالنوں کے تناسب کے حساب سے پیسے مدرسے کے فنڈ میں جمع کرائے اور ناظم کو سخت تنبیہ کی، وہ ان کے لیے جہنم میں جانے کا سبب نہ بنے۔ یہ ہے ایشیاء کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے صدر مفتی اعظم محمد رفیع عثمانی اور نائب صدر شیخ الاسلام محمد تقی عثمانی کے تقویٰ اور پرہیز گاری کی ایک جھلک۔

مراتب حلال وحرام

ہمارے پیرومرشد فرماتے ہیں کہ یوں تو ہر حرام بُرا ہے۔لیکن بعض حرام بعض سے زیادہ بُرے ہیں اسی طرح سارے حلال پاکیزہ ہیں مگر بعض حلال بعض سے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ حلال وحرام کا سب سے کم درجہ وہ ہے جسے فقہائے کرام نے حلال یا حرام بتایا ہے۔لہٰذا ایسے حرام سے بچنا چاہیے جسے فقہائے کرام نے حرام قرار دیا ہے۔

دوسرا درجہ صالحین کا ہے وہ یہ کہ اگر چہ فقہ ظاہر کو دیکھ کر حلال ہونے کا فتویٰ صادر کرے مگر وہ شبہ سے خالی نہ ہو، حرمت کا شبہ کیا جا سکتا ہو۔تو صالحین ایسی چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ فتویٰ یا شبہ حرام قرار نہیں دیتا لیکن خطرہ ہے کہ بات حرام تک پہنچ جائے گی۔ایسی چیزوں سے بھی بچنا چاہیے

چوتھا درجہ یہ ہے کہ فتوے، شبہات اور حرام تک پہنچنے کا کوئی خطرہ نہ ہو۔لیکن کھانے والا خدا کے حکم کی تعمیل میں نہیں، غیر اللہ کی رضامندی کے لئے کھائے اور کھانے سے مقصود عبادت یا عبادات میں سہولت نہ ہو۔ایسا کھانا بھی کراہت سے خالی نہیں اس سے پرہیز کرنا صدیقوں کا مقام ہے۔

❀ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حلال وحرام واضح ہیں۔ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں جنہیں بہت سے آدمی نہیں جانتے۔ جو کوئی مشتبہ امور سے بچتا رہا اس نے اپنی عزت اور اپنا دین بچایا اور جو مشتبہات میں گر گیا وہ حرام کے قریب پہنچ گیا...... جیسے ممنوعہ حدود میں داخل ہو جائیں۔

حلال وحرام کی تحقیقات

حلال وحرام کی تحقیقات اور لوگوں سے پوچھ گچھ کرنا نہ ہر حال میں محمود ہے اور نہ ہر حال میں مذموم ہے۔ وقت اور موقع کا جو تقاضہ ہو، اس کے مناسب کرنا چاہیے۔جس شخص کے ہاتھ سے مال آ رہا ہے۔اگر

بظاہر صالح ہے تو ٹھیک ہے اور اگر بظاہر فاسق ہے تو اس کی ظاہری حالت کُھلی دلیل ہے۔ اور اگر بظاہر ظالم وفاسق یا صالح ہونے میں امتیاز نہ ہو سکے تو محض مسلمان ہونا کافی ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر مال ایسے ہاتھوں سے آرہا ہے جو حرام کا مالک ہے یا اس کے پاس بادشاہ کا مال ہو، کسانوں سے وصول کی ہوئی رقم ہو تو تقویٰ کا یہ تقاضہ ہے کہ پرہیز کی جائے۔ بعض کا خیال ہے کہ کثرت وقلت پر نظر کی جائے گی اگر اس کی زیادہ آمدنی حلال کی ہے تو حلال ورنہ حرام۔

❀ حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:...... اپنے عزیزوں اور دوستوں کے بارے میں پوچھ گچھ مت کرو، مبادا ایسی بات کا پتہ چل جائے جو چھپی ہوئی ہو۔ اور بات جھگڑے تک پہنچ جائے۔

جس شخص کے پاس حلال وحرام دونوں مال ہوں اس کے بارے میں پوچھ گچھ بے کار ہے۔ خود اس سے نہ پوچھا جائے، ہوسکتا ہے وہ جھوٹ بولے۔ لہٰذا اگر پوچھنا ہے تو دوسروں سے پوچھو۔

حرام کا مصرف

اب اگر کوئی شخص تائب ہوتا ہے اور اس کے قبضہ میں حرام مال ہو۔ تو اس پر دو فرائض عائد ہوتے ہیں۔

﴿۱﴾...... حرام کو علیحدہ کردے اور اصل مالک تک پہنچا دے۔

﴿۲﴾...... حرام کو ٹھکانے لگا دے۔

* پہلے فرض یعنی حرام کو علیحدہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ اگر مال کی مقدار معلوم ہے جیسے کچھ امانت کا ہو کچھ غصب کا ہو۔ تو اسے علیحدہ کردے...... لیکن اگر ایسا نہیں ہوسکتا، جیسے جھوٹ بول کر تجارت کی یا خیانت سے مال حاصل کیا تو جس پر اس کا گمانِ غالب ہو۔ اسے علیحدہ کردے۔

* دوسرے فرض کی ادائیگی کی یہ صورت ہے کہ اگر مال معین ہاتھوں میں ہے تو اس کے وارثوں کو دیدے۔

* اگر وہ بیرون ملک گیا ہو تو واپسی کا انتظار کرے۔ یا کسی طرح اس تک پہنچا دے۔ اگر مخصوص مالک نہ ہو تو مال صدقہ کردے یا مفادِ عامہ میں لگا دے۔

احادیث سے یہ بات سامنے آگئی ہے کہ مالِ حرام صدقہ کردے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک

بھنی ہوئی بکری پیش کی گئی اس بکری نے خود ہی کہہ دیا کہ میں مالِ حرام ہوں۔ تو آپ نے اسے قیدیوں کے لئے بھیج دیا۔

رزق کمانے کے جائز ذرائع

✸......شکار

جنگل کے پرندوں اور جانوروں (جن کا گوشت اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے حلال کیا ہے) کا شکار کرنا اور اپنی ضرورت پوری کرنا ایک جائز ذریعہ ہے۔......اسی طرح دریا میں مچھلی وغیرہ (جو اللہ نے حلال کی ہے) کا شکار کرنا بھی جائز ہے۔ شکار اپنی محنت اور کوشش سے اپنے قبضے میں لاتا ہے تو یہ اس کی ملکیت بن جاتی ہے بشرطیکہ اس کے عمل سے معاشرے کو نقصان نہ پہنچتا ہو۔ ایسے حالات میں دوسروں کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ اپنے ذاتی تصرف میں اس قدر چیز لائے جتنی ضرورت کے لئے کافی ہو۔

✸......زراعت

انسان زراعت کے ذریعے روزی کما سکتا ہے۔ زمین میں جائز طریقے سے محنت کر کے جو کچھ حاصل کرے اس میں عُشر وغیرہ نکال کر باقی پیداوار اس کے لئے رزقِ حلال ہے۔

✸......صنعت وحرفت

کوئی فن سیکھ کر روزی کمانا بھی جائز ہے۔ ایسا فن یا پیشہ جو شریعت میں جائز ہو۔ کیونکہ بعض پیشے مثلاً سودی کاروبار، بانڈز وغیرہ، فوٹو گرافی وغیرہ معاشرے کی بھلائی کی خاطر ناجائز قرار دیے گئے ہیں۔ کوئی پیشہ اختیار کرتے وقت اسلامی تعلیمات کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

✸......تجارت

تجارت بھی رزقِ حلال کمانے کا ایک مستحسن ذریعہ ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے تجارت کو پسند فرمایا ہے۔ بعثت سے پہلے خود بھی تجارت میں حصہ لیا۔ جھوٹ مکر وفریب اور ظلم سے پاک تجارت ہو۔ اسلامی اُصولوں کے مطابق تجارت کی بڑی فضیلت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ”ایک سچا امانت دار تاجر

قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا‘‘

✵......ملازمت

یہ بھی رزقِ حلال کمانے کا پسندیدہ ذریعہ ہے۔ ملازمت کے سلسلے میں بھی جائز ملازمت کی شرط ہے کیونکہ سودی لین دین وغیرہ کی ملازمت ناجائز ہے۔ ملازمت کے سلسلے میں جو معاہدہ باہمی رضامندی سے ہوا ہو، اسے پورا کیا جائے۔ کام کرنے میں سستی اور بددیانتی کو ترک کیا جائے۔ ملازم کی صلاحیت، ضرورت اور کام کی نوعیت کو دیکھ کر معاوضہ مقرر کیا جائے۔ ملازم کا بھی فرض ہے کہ اپنی صلاحیت کو بروئے کار لائے اور اپنا فرض خوش اسلوبی اور دیانت سے انجام دے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے ’’بہترین روزی وہ ہے جو ہاتھ سے کمائی جائے اور فریضۂ عبادت کے بعد اہم فریضہ حلال روزی پیدا کرنا ہے۔‘‘

روزی کمانے کے ناجائز ذرائع

ناجائز ذرائع سے روزی حرام ہو جاتی ہے۔ قیامت میں اللہ کی بارگاہ میں جواب دینا ہوگا۔

✱......سود

اسلامی نقطہ نظر سے یہ ظلم اور فساد کی جڑ ہے۔ اس ذریعے سے کمانے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

سودی کاروبار میں سود لینے والا، دینے والا، لکھنے والا سب گناہ گار ہیں۔

✱......جُوا

آج کل جواء ایک مستقل پیشہ بن گیا ہے۔ یہ ناجائز اور غلط ہے۔ یہ کاروبار اسلام میں جائز نہیں کیونکہ اس کا دارومدار محنت کی جگہ محض اتفاق پر ہے۔

✱......رشوت

آپ ﷺ کا ارشاد ہے ’’رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں دوزخی ہیں۔ اس ذریعے سے کمائی ہوئی روزی بالکل حرام ہے۔

✻......سمگلنگ، بلیک مارکیٹنگ، ذخیرہ اندوزی:

تجارت کے سلسلے میں بعض صورتیں (مکروفریب، حق تلفی اور ناجائز منافع خوری) حرام ہیں۔ انسان اپنے مُلک کا مال جس کی اہلِ وطن کو ضرورت ہوتی ہے، خفیہ ذرائع سے دوسرے وطن کو صرف ناجائز دولت کی خاطر بیچتا ہے۔...... سمگلر غدارِ وطن ہوتا ہے۔اس ذریعے سے روزی کمانا حرام ہے۔......یہی حال بلیک مارکیٹنگ، ذخیرہ اندوزی، چوربازاری کا ہے۔جس سے اہلِ وطن کا صریح نقصان ہوتا ہے جوکہ حرام ہے

✻......حرام اشیاء کی تجارت

اسلام نے حرام اشیاء کی تجارت، لین دین وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے۔اس سے معاشرے کی جسمانی ذہنی، اخلاقی اور روحانی زندگی کو نقصان پہنچتا ہے جس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔مثلاً اسلام نے شراب اور دیگر نشہ آور اشیا کو حرام قرار دینے کے ساتھ ان کی خرید وفروخت،......ان کی صنعت وتیاری، ان کی نقل وحمل اوران کے کاروبار کی ہر صورت کو حرام قرار دیا ہے۔اس لئے اس ذریعہ سے روزی کمانا حرام ہے۔

چوتھی نصیحت ......شرم گاہ کی حفاظت

ارشادِ خداوندی ہے

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ

ترجمہ: کہہ دے ایمان والوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور تھامتے رہیں اپنے ستر کو۔

اسی طرح آگے ارشاد ہے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

ترجمہ: کہہ دے ایمان والیوں کو کہ نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور تھامتی رہیں اپنے ستر کو۔

نگاہ پست کرنے کے متعلق پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہاں شرمگاہوں کی حفاظت کے بارے میں کچھ نقل کیا جاتا ہے۔

شرمگاہوں کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ نفس کی خواہش پورا کرنے کی جتنی ناجائز صورتیں ہیں۔ ان سب سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔اس میں زنا، لواطت اور دو عورتوں کا باہمی مساحقت (جس سے شہوت پوری ہو جائے)، ہاتھ سے شہوت پوری کرنا...... یہ سب ناجائز وحرام میں داخل ہیں۔......مراد اس آیتِ کریمہ کی ناجائز وحرام شہوت رانی اور اس کے تمام مقدمات کو ممنوع کرنا ہے۔فتنۂ شہوت کا سب سے پہلا سبب نگاہ ڈالنا ہے اور آخری نتیجہ زنا ہے۔ باتیں سننا ہاتھ لگانا وغیرہ سب اس میں ضمناً داخل ہیں۔

دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا

ترجمہ:......اور پاس نہ جاؤ بدکاری کے، وہ ہے بے حیائی اور بُری راہ ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں زنا کے حرام ہونے کی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

* اوّل یہ کہ وہ بے حیائی ہے۔اور انسان میں حیا نہ رہی تو وہ انسانیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے لئے کسی بھلے، بُرے کام کا امتیاز نہیں رہتا۔

* حدیثِ پاک میں آیا ہے ”جب تیری حیاء ہی جاتی رہی، تو کسی برائی سے رکاوٹ کا کوئی پردہ نہ رہا تو

جو چاہو گے کرو گے۔

* ایک اور حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ ''حیاء ایمان کا شعبہ ہے''

* دوسری وجہ معاشرتی فساد ہے جو زنا کی وجہ سے اتنا پھیلتا ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں رہتی اور اس کے نتائج بد بعض اوقات پورے قبیلے اور قوموں کو برباد کر دیتے ہیں۔ فتنے چوری، ڈاکہ، قتل کی جتنی کثرت دُنیا میں بڑھ گئی ہے۔ اگر تحقیق کی جائے تو زیادہ واقعات کا سبب عورت اور مرد ہی نکلتے ہیں جو زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے اس جرم کو تمام جرائم سے اشد قرار دیا ہے اور اس کی سزا بھی سارے جرائم کی سزا سے زیادہ سخت ہے کیونکہ یہ ایک جرم دوسرے سینکڑوں جرائم کا سبب بنتا ہے۔

* حدیثِ پاک میں آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں شادی شدہ زنا کار پر لعنت کرتی ہیں۔ اور جہنم میں ایسے لوگوں کی شرمگاہوں سے ایسی سخت بد بو پھیلے گی کہ اہلِ جہنم بھی اس سے پریشان ہوں گے اور آگ کے عذاب کے ساتھ ان کی رسوائی جہنم میں بھی ہوتی رہے گی (مظہری)

* ایک دوسری حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زنا کرنے والا زنا کرنے کے وقت مومن نہیں رہتا۔ چوری کرنے والا چوری کرنے کے وقت مومن نہیں رہتا اور شراب پینے والا شراب پینے کے وقت مومن نہیں رہتا۔ (بخاری و مسلم) ......اس کی شرح ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ ان جرائم کے کرنے والے جس وقت مبتلائے جرم ہوتے ہیں تو ایمان ان کے قلب سے نکل کر باہر آجاتا ہے اور پھر جب اس سے لوٹ جاتے ہیں تو ایمان واپس آجاتا ہے۔ (مظہری)

* تیسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ○

ترجمہ: ......اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال یعنی باندیوں پر سو ان پر نہیں کچھ الزام پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوا وہی ہیں حد سے بڑھنے والے۔

اللہ تعالیٰ نے آیتِ مذکورہ میں کامل مومن کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ کامل مومن اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے علاوہ سب سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان دونوں کے ساتھ شرعی ضابطہ کے مطابق شہوتِ نفس پوری کرتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ کسی سے کسی

ناجائز طریقے پر شہوت رانی میں مبتلا نہیں ہوتے۔ شرعی قاعدے کے مطابق اپنی بیوی یا لونڈی سے شہوتِ نفس کو تسکین دینے والوں پر کوئی ملامت نہیں۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اس ضرورت کو ضرورت کے درجہ میں رکھنا ہے۔ مقصدِ زندگی بنانا نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اپنی منکوحہ یا شرعی لونڈی سے شرعی قاعدے کے مطابق شہوت پورا کرنے کے علاوہ اور کوئی بھی صورت شہوت پورا کرنے کی حلال نہیں۔ اس میں زنا بھی داخل ہے اور جو عورت شرعاً اس پر حرام ہے، اس سے نکاح بھی بحکمِ زنا ہے۔ اور اپنی بیوی یا لونڈی سے حیض ونفاس کی حالت میں یا غیر فطری طور پر جماع کرنا بھی حرام ہے اور کسی مرد یا لڑکے سے یا کسی جانور سے شہوت پوری کرنا بھی حرام ہے۔ اور جمہور کے نزدیک اپنے ہاتھ سے مادہ منویّہ خارج کرنا بھی اس میں داخل ہے۔

سورۂ فرقان کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی کچھ صفات بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے مقبولین بارگاہِ خداوندی کی یہ صفت بھی ہے کہ وہ زنا نہیں کرتے۔

الغرض زنا ایک ایسا قبیح فعل ہے کہ اس کے اثرات بہت دُور تک جاتے ہیں۔ یہ ایک اخلاقی زہر ہے۔ اس کے زہریلے اثرات سے انسان کا مزاج ہی بگڑ جاتا ہے۔ پھر بھلے بُرے کی تمیز ہی نہیں رہتی بلکہ برائی اور خباثت ہی مرغوب ہو جاتی ہے۔

زنا کا ارتکاب ان تمام احتیاطوں کو توڑ کر عفت کے خلاف انتہائی حد تک پہنچنا اور احکامِ الٰہیہ کی کھلی بغاوت ہے۔ اسی لئے اسلام میں انسانی جرائم پر جو سزائیں قرآن کریم میں مقرر کر دی گئی ہیں۔ زنا کی سزا بھی ان تمام جرائم کی سزا سے اشد اور زیادہ ہے۔ زنا خود ایک بہت بڑا جرم ہونے کے علاوہ اپنے ساتھ سینکڑوں جرائم لے کر آتا ہے۔ اور اس کے نتائج پوری انسانیت کی تباہی ہے۔ اکثر جھگڑے، قتل وغارت گری وغیرہ کا سبب کوئی عورت اور اس سے کسی کا حرام تعلق ہوتا ہے۔ اس لئے اس انتہائی جرم و بے حیائی کا قلع قمع کرنے کے لئے اس کی حدِ شرعی بتلائی گئی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ

ترجمہ: بدکاری کرنے والی عورت اور مرد...... سو مارو ہر ایک کو سو (۱۰۰) سو (۱۰۰) دُرے

اس حکم کا اطلاق غیر شادی شدہ مرد اور عورت پر ہے۔ شادی شدہ مرد عورت کی سزا رجم یعنی سنگساری

ہے۔ جو کئی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت صحیحین میں ہے کہ ایک غیر شادی شدہ مرد نے جو ایک شادی شدہ عورت کا ملازم تھا۔ اس کے ساتھ زنا کیا۔ زانی لڑکے کا باپ اس کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ واقعہ اقرار سے ثابت ہو گیا...... تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم دونوں کے معاملے کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا۔...... پھر یہ حکم صادر فرمایا کہ زانی لڑکا جو غیر شادی شدہ تھا۔ اس کو سو (۱۰۰) کوڑے لگائے جائیں اور عورت جو شادی شدہ تھی، اس کو رجم و سنگسار کرنے کے لئے حضرت اُنیس رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ انہوں نے خود عورت سے بیان لیا۔ اس نے اعتراف کر لیا تو اس پر بحکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رجم و سنگساری کی سزا جاری ہوئی (ابن کثیر)

اس حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو سو کوڑے لگانے کی، دوسرے کو سنگسار کرنے کی سزا دی اور دونوں سزاؤں کو قضاء بکتاب اللّٰہ فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اس آیت کی مکمل تفسیر و تشریح اور تفصیلی حکم بذریعہ وحی الٰہی اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا تھا، وہ سب کتاب اللہ ہی کے حکم میں ہے۔ گو اس میں سے بعض حصہ کتاب اللہ میں مذکور اور متلو نہیں۔

✻...... عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہود کی ایک جماعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اُن کی قوم میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا ''تورات میں رجم کی بابت کیا لکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم زنا کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں اور ان کو دُرے لگائے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا تم جھوٹے ہو۔ تورات لاؤ اس میں بھی رجم کا حکم ہے۔ چنانچہ وہ تورات لائے۔ ان میں سے ایک شخص نے تورات کی آیتِ رجم پر ہاتھ رکھ کر چھپا لیا اور آگے پیچھے کی آیتوں کو پڑھتا رہا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا اپنا ہاتھ ہٹا۔ دیکھا تو وہاں رجم کی آیت موجود تھی۔ تو یہود نے کہا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ اس میں رجم کی آیت موجود ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو رجم کا حکم دیا اور ان کو سنگسار کیا گیا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اپنا ہاتھ ہٹا۔ اس نے ہاتھ ہٹایا تو وہاں رجم کی آیت موجود تھی

ہاتھ ہٹانے والے نے کہا...... ''محمد'' ﷺ تورات میں رجم کی آیت موجود ہے ہم اس کو چھپاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی سنگساری کا حکم دیدیا اور دونوں کو سنگسار کردیا گیا (بخاری ومسلم)

(تفصیلی احکامات کتبِ فقہ میں ملاحظہ فرمائیں)

شرمگاہ کی حفاظت کے متعلق چند احادیثِ مبارکہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی نگاہ کو روکو اور شرمگاہ کی پوری حفاظت کرو ورنہ خدا تمہاری صورتیں بگاڑ دے گا (طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ جو گناہ انسان کو جہنم کا مستحق بناتے ہیں وہ زبان اور شرمگاہ کے گناہ ہیں (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بنِ زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ...... سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا اے عرب کی حرام کار عورتو! مجھے سب سے زیادہ تم پر اسی گناہ کا اندیشہ ہے یعنی زنا اور پوشیدہ حرام کاری (طبرانی)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدھی رات کو آسمان کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ کوئی دُعا کرنے والا ہے کہ اس کی دُعا قبول کی جائے، پھر ہر مسلمان کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ مگر زانیہ کی جو اپنی شرمگاہ کی کمائی کھاتی ہے اور اس کو لے کر ہر جگہ دوڑتی پھرتی ہے۔ (احمد، طبرانی)

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: زانیوں کے منہ جہنم کی آگ سے جلائے جائیں گے۔ آگ سے اُن کے چہرے بھڑکتے ہوں گے۔ (طبرانی)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زنا سے افلاس اور محتاجی پیدا ہوتی ہے (بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بوڑھا زناکار اور بڑھیا زانیہ جنت میں نہ جائیں گے۔ قیامت میں خدا ان کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ کرے گا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا (مسلم ونسائی، طبرانی)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ کچھ

لوگ ایک تنگ تنور میں عذاب دیئے جارہے ہیں جو آگ کے شعلوں کے ساتھ بلند ہوتے اور تنور کے منہ تک آجاتے ہیں۔ جب آگ نیچے ہوتی ہے تو وہ بھی نیچے گر جاتے ہیں۔ اس میں مرد اور عورتیں دونوں ہیں، مگر دونوں برہنہ ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ میری امت کے زانی اور زانیہ ہیں (بخاری)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا جو ایسی عورت کے بستر پر لیٹا جس کا خاوند موجود نہیں ہے۔ یعنی سفر وغیرہ میں گیا ہوا ہے اور یہ اس کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو قیامت میں ایسے شخص کے لئے ایک اژدھا مقرر کیا جائے گا اور یہ کالا سانپ اس کو ڈسے گا (طبرانی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کسی قوم میں لواطت کی کثرت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم سے اپنا ہاتھ اُٹھالیتا ہے۔ اور اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ یہ قوم کس جنگل میں ہلاک کردی جائے (طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: سات قسم کے گناہ گاروں پر ساتوں آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ یہ لعنت بھی اس کثرت سے ہوتی ہے کہ ملعون کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوجاتی ہے۔

1. اغلام کرنے والا ملعون ہے، یہ تین بار فرمایا
2. جو شخص غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے وہ ملعون ہے
3. جو شخص وطی کرے وہ ملعون ہے۔
4. جس نے بیوی اور اس کی ماں یعنی ساس کو جمع کیا وہ ملعون ہے (جمع کرنا نکاح میں یا زنا میں)
5. ماں باپ کا نافرمان ملعون ہے
6. جس نے زمین کی حدوں، علامات کو بدل دیا وہ ملعون ہے۔
7. غلام نے اپنے آپ کو غیرِ مولیٰ کی طرف منسوب کیا وہ ملعون ہے (طبرانی، بیہقی وغیرہ)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے جانور سے وطی کرنے والے کے لئے فرمایا۔ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو (ابوداؤد)

(اگر چہ جانور لائقِ توبیخ نہیں مگر زجراً ایسا کرنے کا حکم دیا گیا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ جو کسی مرد سے لواطت کرے یا کسی عورت سے لواطت کرنے کا ارتکاب کرے (ترمذی، نسائی، ابن حبان)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عورت کے غیر فطری مقام کا استعمال کرنے والا ملعون ہے (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت سے لواطت کرنے والا کافر ہے (طبرانی)

یعنی سخت نافرمان ہے کہ فطری چیز پر قادر ہوتے ہوئے غیر فطری چیز کا استعمال کر رہا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی عورت سے حیض کی حالت میں جماع کیا یا عورت کے غیر فطری مقام کو استعمال کیا یا کاہن اور نجومی کی تصدیق کی تو اس نے قرآن کا انکار کیا (ترمذی، نسائی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے حیاء کرو۔ اللہ تعالیٰ حق کے اظہار سے نہیں شرماتا...... اور عورت کے غیر فطری مقام کا استعمال حلال نہیں (دار قطنی)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین شخص ہیں جو کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے۔

1. ایک دَیُّوث
2. دوسرے شراب کا عادی
3. تیسرے عورتوں کی نقل اُتارنے والا

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب کے عادی کو تو ہم سمجھ گئے لیکن دَیُّوث کون شخص ہے؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دَیُّوث وہ بے حیا انسان ہے جسے اس بات کی پرواہ نہیں کہ اس کی بیوی کے پاس کون شخص آتا جاتا ہے (طبرانی)

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دیدو میں تمہارے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں

1. جب بھی بولو سچ بولو
2. جب وعدہ کرو اس کو پورا کرو
3. جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے اس کو ادا کرو
4. اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو
5. اپنی نظر نیچی رکھو
6. اور اپنے ہاتھوں کو (ظلم زیادتی سے) روک لو (الترغیب)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو مجھے اپنی اُس چیز کی جو اِس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اُس چیز کی جو اِس کی دونوں رانوں کے درمیان ہے (یعنی شرمگاہ) ضمانت دیدے میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں (مشکوٰۃ)

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ وہ شخص قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔ جس کو کسی حسین وجمیل عورت نے تخلیہ میں اپنا نفس سونپ دیا اور باوجود قدرت علی الزنا کے خدا سے ڈر کر کہا "اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰه رَبَّ الْعٰلَمِیْن" (جنت کی کنجی)

وہ شخص بھی قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔ جس کے دل نے کبھی زنا کا ارادہ نہیں کیا (جنت کی کنجی)

شرمگاہ کی حفاظت سے متعلق چند حکایات

سلیمان بن یسار بڑے حسین تھے۔ ایک عورت آئی اور آپ سے زنا کی خواہش کرنے لگی۔ آپ زنا سے باز رہے اور اسے وہیں چھوڑ کر گھر سے بھاگ گئے۔ سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں یوسف علیہ السلام کو دیکھا گویا میں ان سے کہہ رہا ہوں کہ آپ یوسف علیہ السلام ہیں؟ فرمایا ہاں میں یوسف ہوں اور تو سلیمان جو نہیں بہکا (واللہ اعلم بالصواب)

مسکی رحمۃ اللہ علیہ کا حیرت انگیز قصہ (خوشبودار ولی)

بصرہ میں ایک بزرگ ''مِسکی'' کے نام سے مشہور تھے۔ مِسک عربی میں خوشبو کو کہتے ہیں لہٰذا مسکی کے معنی ہوئے مشکبار یعنی خوشبو میں بسا ہوا آدمی۔ حضرت مسکی رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت خوشبو میں رچے بسے رہتے یہاں تک کہ جس راستہ سے گزر جاتے وہ راستہ بھی مہک اٹھتا۔ جب مسجد میں داخل ہوتے تو ان کی خوشبو سے لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ حضرت مسکی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے ہیں۔ کسی نے دریافت کیا کہ حضرت آپ کونسا عطر استعمال فرماتے ہیں جو آپ سے اس قدر خوشبو آتی ہے۔ انہوں نے فرمایا میں کوئی خوشبو نہیں لگاتا میرا قصہ بڑا عجیب ہے۔ میں بغدادِ معلیٰ کا رہنے والا ہوں۔ میرے والد محترم نے میری اسلامی اصولوں کے مطابق تربیت فرمائی۔ میں جوانی میں نہایت ہی حسین و جمیل تھا اور صاحبِ شرم و حیاء بھی۔ ایک کپڑے والے کی دوکان پر میں نے ملازمت اختیار کی۔ ایک روز ایک بڑھیا آئی اور اس نے کچھ قیمتی کپڑے نکلوائے پھر صاحبِ دوکان سے کہا کہ ان کپڑوں کو میں اپنے ساتھ گھر لے جانا چاہتی ہوں۔ اس نوجوان کو میرے ساتھ بھیج دیجئے جو پسند آئیں گے وہ رکھ لیے جائیں گے پھر ان کی قیمت اور باقی کپڑے اس نوجوان کے ہاتھ بھیج دیے جائیں گے۔...... میں بڑھیا کے ساتھ ہولیا۔ وہ مجھے ایک عالیشان کوٹھی میں لے گئی اور ایک کمرے میں بٹھا دیا۔ کچھ دیر بعد ایک نوجوان عورت کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا پھر میرے قریب بیٹھ گئی۔ میں نے گھبرا کر نگاہیں نیچے کیں فوراً وہاں سے ہٹ گیا...... مگر اس پر شہوت سوار تھی وہ میرے پیچھے پڑ گئی ...... میں نے بہت کہا کہ اللہ عزوجل سے ڈرو وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ لیکن وہ میرے ساتھ منہ کالا کرنے پر مصر تھی۔ میرے ذہن میں اس گناہ سے بچنے کی ایک تجویز آ گئی لہٰذا میں نے اس سے کہا مجھے بیت الخلاء میں جانے دو۔ اس نے اجازت دے دی۔ میں نے بیت الخلاء میں جا کر دل مضبوط کیا۔ وہاں کی نجاست اپنے منہ ہاتھ اور کپڑوں پر مَل لی۔ اب جوں ہی میں باہر آیا۔ میری عاشقہ گھبرا کر بھاگی اور کوٹھی میں پاگل پاگل کا شور مچا دیا۔ میں نے وہاں سے بھاگ کر ایک باغ میں پناہ لے لی اور وہاں جا کر غسل کیا اور کپڑے پاک کئے۔

گھر جا کر رات جب میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے (اور میرے چہرے پر ہاتھ بھی پھیر رہا ہے)۔ مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ سنو میں جبرائیل ہوں۔ جب میری آنکھ کھلی تو میرے سارے بدن اور لباس میں سے خوشبو آ رہی تھی جو آج تک قائم ہے اور یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھ

مبارک کی برکت ہے۔ (روض الریاحین)

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے خوف سے گناہ سے بچنے کا کس قدر انعام حضرت مسکی رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب ہوا۔ اپنے نفس کو خواہش سے روکنے والے کو انعام میں جنت عطا فرمائی جائے گی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

"وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى"۔

حق تعالیٰ ہمیں نظر کی حفاظت، دل کی حفاظت اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین ثم آمین بحرمتِ طٰہٰ ویٰسین)

گناہ سے بچنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت

حضرت یوسف بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دفعہ (مرشدِ کامل کی تلاش میں دربدر پھرا کرتے تھے) ایک جگہ پہنچے تو وہاں ایک لڑکی آپ پر فریفتہ ہوگئی اور آپ کو اکیلا دیکھ کر آپ کے پاس پہنچ گئی اور اپنے جذبے کا اظہار کرنا چاہا۔ آپ یہ سن کر کانپ اٹھے اور بہت دور تک بھاگتے چلے گئے۔ تمام رات نیند نہ آئی نہ چین نصیب ہوا۔ تین دن تک اسی حالت میں رہے۔ چوتھے روز نیند کا غلبہ ہوا تو حضرت یوسف علیہ السلام کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرشتوں کے ہمراہ تمہاری ملاقات کیلئے بھیجا ہے اور تمہیں خوشخبری دی کہ تم نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر کے اللہ کو راضی کیا ...... پھر فرمایا کہ مصر جا کر ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرو۔ بیدار ہو کر مصر روانہ ہوئے اور ان سے بیعت ہو کر مجاہدہ اور ریاضت شروع کی۔

حفاظت شرمگاہ کے اثرات و برکت

ایک دفعہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان لڑائی ہوئی۔ عیسائی تین مسلمان بھائیوں کو قیدی بنا کر میدان جنگ سے لے گئے۔ بادشاہ نے ان کو سزا دینے کے لئے بڑے بڑے دیگ تیل سے بھر کر آگ پر رکھے۔ جب تیل خوب گرم ہوا تو ان مسلمانوں کو کہا کہ اپنے مذہب کو چھوڑ دو ورنہ ان دیگوں میں بھُن کر ختم ہو جاؤ گے۔ انہوں نے مذہب یعنی دینِ اسلام کو نہ چھوڑنے کا پکا ارادہ کیا تھا۔ آخر ایک بھائی کے سوا سب کو ایک ایک کر کے دیگوں میں ڈال کر شہید کر دیا۔ آخری بھائی چونکہ بہت زیادہ حسین تھا۔ اس لئے وزیر نے

بادشاہ سے کہا کہ اگر آپ یہ آدمی میرے حوالہ کریں تو میں چندروز کے بعد اس کو عیسائی بنالوں گا۔اس طرح وزیر اس کو اپنے گھر لے گیا۔اور ایک علیحدہ کمرے میں اس کو بند کر دیا۔اپنی ایک نوجوان خوبصورت بیٹی کو یہ سمجھا کر اس کے کمرے میں بھیج دیا کہ جس طریقے سے بھی ہو سکے،اس مسلمان کو عیسائی بنالو۔یہ لڑکی اس کے کمرے میں چلی گئی۔اور کپڑے اُتار کر اس مسلمان کے آگے پیچھے پھرتی رہی کہ کسی طریقے سے اس کو اپنی طرف مائل کر سکے۔لیکن وہ چونکہ اللہ کا سچا عاشق تھا۔اس لئے ذکر وفکر میں مشغول اور ذرا بھی اس نوجوان لڑکی کی طرف دھیان نہ دیا۔نماز پڑھتا رہا، ذکر کرتا رہا،کبھی روتا کبھی بلند آواز سے قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا۔اسی حالت میں چندروز گزرنے کے بعد وہ لڑکی جو شکار کھیلنے کے لئے آئی تھی،خود شکار ہوگئی۔نوجوان سے یہ کہنے لگی کہ میں بھی اس ذات پر ایمان لاتی ہوں جس پر تو عاشق ہے اور مسلمان ہوگئی۔اور پھر رات کو چپکے سے دو گھوڑے لاکر فرار ہوئے۔رات کو سفر کرتے دن کو کہیں جنگل میں چھپ جاتے۔

ایک دفعہ جاتے ہوئے جب پیچھے مڑکر دیکھا تو گردوغبار اُڑتی ہوئی نظر آئی۔کچھ دیر بعد چند آدمیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔اب یہ لڑکی بہت گھبرائی کہ ہو نہ ہو،اب مارے جائیں گے۔لیکن نوجوان نے کہا کہ فکر نہ کرو۔یہ دونوں اسی فکر میں تھے کہ وہ آدمی قریب پہنچے۔دیکھا تو یہ اس کے وہی بھائی تھے۔اس نے پوچھا کہ آپ کو عیسائی بادشاہ نے دیگوں میں ڈال کر شہید نہیں کیا تھا؟اُنہوں نے کہا کہ بس ہماری موت اتنی تھی کہ دیگوں میں ڈال کر ہمیں شہید کیا گیا۔اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی زندگی عطا کی اور چونکہ آپ نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتے ہوئے حرام کاری سے جان بچائی تو اب ہم اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تمہارا نکاح اس لڑکی سے کرانے آئے ہیں۔اور نکاح پڑھ کر چلے گئے۔

فائدہ بند کمرہ، جوانی خوب جوبن پر، شاہی خاندان کی لڑکی کا شباب بامِ عروج پر پھر بھی اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنا معمولی بات نہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے

اللہ دیکھ رہا ہے

ایک آدمی کا دل ایک عورت پر آ گیا۔یہ عورت کسی کام سے باہر نکلی۔یہ آدمی بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔جب ویرانے میں اس کے پاس پہنچا اور سب لوگ سو گئے تو اس نے اپنا دلی مقصد اس کے سامنے ظاہر کیا۔عورت نے اسے کہا دیکھو کیا سب لوگ سو گئے ہیں۔یہ سن کر وہ آدمی خوش ہوا،اس نے خیال کیا کہ عورت

نے اس کی بات مان لی ہے۔ وہ آدمی اٹھا اور قافلے کے آس پاس پھر کر دیکھا کہ لوگ سو رہے ہیں۔ واپس آ کر اس نے بتایا کہ ہاں سب لوگ سو گئے ہیں۔ عورت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے، کیا وہ بھی اس وقت سو رہا ہے؟ اس آدمی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو نہیں سوتا اور اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ عورت نے کہا جو نہیں سویا اور نہ سوتا ہے وہ تو ہمیں دیکھ رہا ہے، چاہے لوگ ہمیں نہیں دیکھ رہے اور یہ بات نہایت مناسب ہے کہ ہم اللہ سے ڈریں۔

چنانچہ اس شخص نے اللہ کے خوف سے اس عورت کو چھوڑ دیا اور توبہ کی اور گھر لوٹ آیا۔ جب وہ شخص فوت ہو گیا تو کسی نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ اللہ سے ڈرنے اور اس گناہ کو چھوڑنے کی وجہ سے اللہ نے مجھے بخش دیا۔

شہوت پر قابو پانے کا اجر

بنی اسرائیل میں ایک شخص عیالدار عابد تھا۔ اسے بھوک نے ستایا۔ لاچار ہو کر اس نے اپنی عورت کو بال بچوں کے لیے کچھ لانے کے لیے بھیجا۔ وہ عورت ایک تاجر کے گھر گئی اور اس سے بال بچوں کی خوراک کے لیے کچھ طلب کیا۔ اس تاجر آدمی نے کہا کہ ہاں میں کچھ دے دوں گا لیکن تم مجھے اپنے پر اختیار دے دو۔ عورت خاموش ہو کر اپنے گھر لوٹ آئی۔ اس نے اپنے بچوں کو دیکھا کہ وہ چیخ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ امی جان ہم بھوک سے مرے جا رہے ہیں، ہمیں کچھ کھانے کو دیں۔ عورت دوبارہ اس تاجر کے پاس گئی اور اپنے بال بچوں کے بارے میں اسے بتایا۔ اس نے کہا کہ کیا تم میری حاجت پوری کر سکتی ہے۔ اس عورت نے کہا ہاں۔ جب اس عورت کے ساتھ علیحدگی میں گیا تو عورت تھر تھر کانپنے لگی۔ ایسے کہ ابھی اس کے اعضاء جسم سے الگ ہو جائیں گے۔

آدمی نے اس سے کہا تجھے کیا ہو گیا۔ عورت نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتی ہوں۔ اس آدمی نے کہا کہ تو محتاج ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے تو میں تجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق دار ہوں۔ لہٰذا وہ برائی سے باز رہا۔ اور اس عورت کی ضرورت پوری کر دی۔ وہ عورت بہت سا مال لے کر اپنے بچوں کے پاس واپس لوٹی اور وہ خوش ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ فلاں ابن فلاں کو جا کر کہو کہ میں نے اس کے

تمام گناہ معاف کر دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آ کر اس سے کہا کہ شاید تم نے اللہ کی رضا کے لیے کوئی بہت بڑا نیک عمل کیا ہے۔ تو اس شخص نے واقعہ بتایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے سب گناہ معاف کر دیئے۔

زنا کا عذاب:

❀............حدیث شریف میں آیا ہے کہ زنا کرنے والا مرد قیامت کے دن قبر سے اٹھے گا اور اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان عورتوں کی مانند شرمگاہ ہوگی......اور زنا کرنے والی عورت قبر سے اٹھے گی اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان مردوں کے مانند عضوِ خاص ہوگا اور اسکی شرمگاہ سے پیپ اور خون بہے گا۔ اگر اس کا ایک قطرہ زمین پر گر پڑے تو تمام دنیا گرمی کے مارے جلنے لگے۔

❀......مروی ہے کہ حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے بھی کبھی زنا کے مرتکب نہیں ہوئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنی عزت وحرمت میں بٹا لگانا نہیں چاہتا اور نہ دوسروں کی پردہ دری کرنا چاہتا ہوں۔

❀............آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو عذابِ الٰہی سے نجات نہیں مل سکتی، تاوقتیکہ وہ پانچ باتوں کو نہ چھوڑ دے:

﴿۱﴾............جھوٹ بولنا ﴿۲﴾............کبر وغرور ﴿۳﴾............بخل وتنگدلی

﴿۴﴾............بدگمانی ﴿۵﴾............زنا۔

زنا کے چھ وبال

❀..........حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو زنا سے بچو۔ کیونکہ زنا کے چھ وبال ہیں۔ تین دنیا میں نازل ہوتے ہیں اور تین آخرت میں۔

دنیا کے تین وبال یہ ہیں:

﴿۱﴾......شرافتِ خاندانی مٹ جاتی ہے ﴿۲﴾......رزق جاتا رہتا ہے۔

﴿۳﴾......دولت زائل ہو جاتی ہے۔

آخرت کے تین وبال یہ ہیں:

﴿۱﴾......اللہ تعالیٰ کا قہر وغضب۔ ﴿۲﴾......حساب کی سختی

﴿۳﴾......دائمی عذابِ دوزخ۔

زنا کے نو وبال

(ایک دوسری جگہ اس طرح بھی آیا ہے)

☆............آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! زنا سے بچو کیونکہ اس میں نو وبال ہیں۔

﴿۱﴾......دین کی کمی ﴿۲﴾......رزق کی کمی

﴿۳﴾......عزیزوں سے جدا ہونے کا صدمہ ﴿۴﴾......غم وغصہ

﴿۵﴾......نسیان کا غلبہ ﴿۶﴾......اہلِ ایمان کی ناراضگی

﴿۷﴾......چہرے کی رونق کا زوال ﴿۸﴾......دعا کا قبول نہ ہونا

﴿۹﴾......عبادت کا مردود ہونا۔

مخالفت شہوت کی برکت

❁ ابوبکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک قصاب اپنے ہمسائے کی لڑکی پر فریفتہ تھا۔ ایک دن جا کر اپنی محبوبہ سے لپٹ گیا۔ اس نے کہا میں خود تجھ پر عاشق ہوں مگر اللہ سے ڈرتی ہوں۔ قصاب نے کہا جب تو خدا سے ڈرتی ہے تو میں کیوں خدا سے نہ ڈروں۔ اور اسی وقت درگاہِ الٰہی میں توبہ کی۔ ایک بار یہی قصاب سفر میں تھا، تھک گیا اور آفتاب کی حرارت تیزی پر تھی۔ اتفاقاً نبی کریم ﷺ کا فرستادہ ایک شخص جو آپ ﷺ کے کسی کام کو جا رہا تھا۔ ادھر سے گزرا۔ وہ بھی تھکا ہوا تھا وہیں رک گیا۔ آپس میں سلام علیک ہوئی۔ اس نے قصاب سے کہا۔ آؤ دعا کریں کہ اللہ ابر سایہ افگن بھیج دیں۔ قصاب نے کہا میں دعا کرنے کے لائق نہیں ہوں۔ تم دعا کرو اور میں آمین کہوں۔ غرض دوسرے شخص نے دعا کی اور قصاب نے آمین کہی۔ اللہ نے دونوں پر سایہ کرنے کے لیے بھیج دیا۔ جب ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے تو ابر قصاب

کے ساتھ ہوا اور دوسرے شخص نے دوڑ کر قصاب سے کہا کہ یہ ابر تیرے لیے آیا تھا۔ تو اپنا حال بیان کر۔ اس نے اپنا واقعہ بیان کیا۔ اس نے کہا اس لیے اللہ نے تجھے یہ رُتبہ دیا۔

❀ ایک جوان عورت بازار میں چھوہارے خریدنے ایک جوان کی دکان پر آئی۔ جوان نے اس سے کہا گھر میں آ تجھے عمدہ چھوہارے دے دوں۔ جب عورت اس کے ساتھ مکان کے اندر گئی تو وہ جوان اس سے لپٹ گیا اور اس کے لب پر لب رکھا۔ عورت نے کہا اے جوان اللہ سے ڈر اور مجھ سے علیحدہ ہو جوان نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ روتی ہوئی خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئی اور کہا میرے لب پر ایک مرد کا لب لگا۔ جو سخت تر سزا ہو اس کا میرے لیے حکم فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا توبہ کر لے اللہ تجھے بخش دے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو نے اپنے آپ کو کیوں رسوا کیا۔ اس نے کہا مدینہ کی رسوائی قیامت کی رسوائی سے آسان ہے۔

اللہ کا دروازہ

❀ قحط کے زمانہ میں ایک عورت کسی باغ میں انگور لینے گئی۔ باغبان نے کہا اگر تو میری مراد پوری کر دے تو میں تجھے غلہ اور کپڑا اور انگور دوں۔ عورت نے کہا اچھا۔ باغبان نے کہا جا باغ کے سب دروازے بند کر آ۔ عورت گئی اور دروازے بند کر آئی۔ باغبان نے پوچھا سب دروازے بند کر دیئے؟ اس نے کہا ہاں مگر ایک دروازہ بند نہ کر سکی۔ اس نے پوچھا وہ کون سا دروازہ ہے؟ عورت نے کہا وہ اللہ کا دروازہ ہے۔ اگر تم ایک لاکھ دروازے بھی بند کر دو تو بھی وہ دیکھے گا۔ باغبان نے چیخ ماری اور توبہ کی۔ پھر اس عورت کو مال غلہ اور کپڑا دے کر رخصت کر دیا۔ ندائے غیبی ہوئی ہم نے دونوں کو بخش دیا اور دونوں سے راضی ہوئے۔

ایک جگہ یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے:

❀ بصرہ میں ایک شخص کا ایک کاشتکار تھا۔ اس کی بیوی بہت خوبصورت بھرے ہوئے جسم کی مالک تھی۔ مالک کے دل میں شیطان آیا تو اس عورت کو سواری پر منگا کر اپنے محل میں بلا لیا۔ پھر کاشتکار کو حکم دیا کہ تم ہمارے لئے تازہ کھجور اتار کر لاؤ اور ان کو تھیلوں میں بھر دو۔ پھر کہا کہ اب جا کر فلاں فلاں آدمیوں کو بلا کر لاؤ، تو وہ چلا گیا۔ اور اس نے اس کی بیوی سے کہا محل کا دروازہ بند کر دو، تو اس نے بند کر دیا۔ پھر کہا محل کے تمام دروازے بند کر دو تو اس نے تمام دروازے بند کر دیئے۔ پھر مالک نے پوچھا کوئی ایسا دروازہ تو نہیں رہ گیا

جس کو تو نے بند نہ کیا ہو؟ عورت نے کہا ہاں ایک دروازہ ایسا ہے جس کو میں نے بند نہیں کیا۔ مالک نے کہا کونسا دروازہ بند نہیں کیا؟ عورت نے کہا وہ دروازہ جو ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کھلا ہوا ہے۔

تو وہ شخص رو پڑا اور پسینہ پسینہ ہو کر واپس چلا گیا اور گناہ سے بچ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عجیب تقویٰ

❀ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے آئے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تنہا تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے بھاگے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سر میں لگا خون بہنے لگا۔ اسی حالت میں حاضرِ خدمتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی بیٹی کے گھر سے بے تحاشا کیوں بھاگے۔ جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے میں نے سنا ہے کہ جس گھر میں ایک مرد اور ایک عورت ہو وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ اس لیے میں بے تحاشا بھاگا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہفتہ میں دو بار بندوں کے اعمال اللہ کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ اللہ زنا کرنے والے پر سب سے زیادہ غصہ کرتا ہے اور فرماتا ہے

”مَا مِنْ ذَنْبٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ نُّطْفَۃٍ یَضَعُھَا الرَّجُلُ فِی رَحْمٍ لَّا یَحِلُّ لَہٗ“

اللہ کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ہے کہ آدمی ایسے رحم میں نطفہ رکھے جو اس کو حلال نہ ہو۔

زنا کرنے کے انفرادی اور اجتماعی نقصانات

زنا کرنے کے نقصانات سزا پر ہی ختم نہیں ہوتے بلکہ ان کا ضرر اور بُرے نتائج نسلوں کے نقصان اور اَولاد سے قانونی جرم کی شکل میں رونما ہوتے ہیں۔ اگر زانیوں کو اس اَمر کا احساس ہوتا کہ ان کی وقتی لذت سے کس قدر بڑے شر اور فساد کے دروازے کھلتے ہیں تو انہیں اس شرمناک جرم کے ارتکاب کی نسبت اپنے وجود کو فنا کر دینا آسان دکھائی دیتا۔ بالخصوص جب کہ ان کے اس قبیح عمل کا نتیجہ اس بچے کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ ایک عیاش اور بدمعاش عورت کبھی تو اس کے پنگھوڑے میں ہی اس کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔ اور کبھی حالتِ جنین میں اسقاط کروا کر جان چھڑوا لیتی ہے۔ اور کبھی اسے وضعِ حمل کے بعد زندگی کی مشکلات اور زمانے کے مصائب جھیلنے کے لئے لاوارث پھینک دیتی ہے۔ اس معصوم کو اپنی ماں معلوم نہیں ہوتی جو اس پر امر مادری نچھاور کرتی۔ وہ اپنے

باپ کو نہیں جانتا جو اس کے سر پر دستِ شفقت رکھتا......اور اسے اتفاقات زمانہ ایسے شخص کے سپرد کر دیتے ہیں ۔ جو اس کی تربیت ایسے دین کے مطابق کرتا ہے جو اس کے ماں باپ کا دین نہیں ہوتا ۔ یا وہ ایسے ہاتھوں میں آجاتا ہے جن کی تربیت سے وہ اخلاق باختہ بن جاتا ہے اور ایسا بچہ پورے معاشرے کے لئے ایک ضرر رساں عضو بن کر بہت بڑی مصیبت کا باعث بن جاتا ہے ۔ (بالفاظ دیگر معاشرے کے لئے ناسور بن جاتا ہے)

اگر شادی شدہ عورت زنا کا ارتکاب کرے تو وہ اور بھی شدید خیانت اور شرمناک گناہ کی مرتکب ہوتی ہے ۔ اس لئے کہ وہ اپنے خاوند سے دھوکہ کر کے اپنی صحیح اور جائز اَولاد میں ایک اجنبی عنصر داخل کر دیتی ہے ۔ اور بالآخر اس کا یہ فعل پورے خاندان کے لئے بدبختی کا باعث بنتا ہے کیونکہ قدرتی طور پر ایسا بچہ اخلاق وعادات میں اپنے زانی باپ کے نقش قدم پر چل کر اس کے بُرے اخلاق کا اتباع کرے گا اور اس طرح معاشرے میں زنا کی بیماری پھیلائے گا۔

ممکن ہے کوئی فاسق یہ کہے کہ اس خطرہ کو مانع حمل طریقوں سے روکا جاسکتا ہے ۔ تو یہ حرکت نوعِ انسانی کے لئے اور بھی زیادہ بُری اور نقصان دہ ہے ۔ کیونکہ ایسا کرنا نسلوں کا از خود صفایا کرنا اور قوم کو تیزی سے تباہی کے کنارے لے جانا ہے ۔ اور افراد کی تدریجی کمی سے قوم کو ذلت ورسوائی سے دوچار کرنا ہے اور حیوانات سے کم عقل ہونے کا ثبوت دیتا ہے ۔ کیونکہ حیوانات بھی رضائے الٰہی کے مطابق ایک مدتِ مقررہ تک افزائش کے لئے کوشاں رہتے ہیں ۔ اس سے بڑی خیانت اور کیا ہوسکتی ہے کہ انسان صرف حیوانی خواہشات کی تسکین کے درپے رہے ۔ یہی انسان نما حیوان دوسرے انسانوں کی خرابی کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ خود اپنے گھر کی عورتوں، اپنے بیٹوں اور اپنے اہل وعیال کے اخلاق کی تخریب کا سبب بنتا ہے اس لئے کہ وہ بھی اسی کے اخلاقِ رذیلہ کی پیروی کریں گے......تو پھر ایسے تباہ کن خطرے سے حفظ وامان میں رہنے کا کونسا وسیلہ ہوسکتا ہے، جب انسانوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوجائے جو قساوتِ قلبی کا شکار ہوں جن کی بصیرتیں (بصارتیں) اندھی ہوچکی ہوں ۔ جو حقوق العباد کے احساس سے عاری ہوں ۔ جو نہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتے ہوں اور نہ یوم الحساب کے خوف کو خاطر میں لاتے ہوں ۔ تو ان کے لئے واجب نہیں کہ وہ اپنی اُولاد کا محاسبہ کریں ۔

رسول اللہ ﷺ کے فرمانِ مبارک کے مطابق ایک زانی اپنے اہل وعیال اور بیٹیوں کے لئے بُرا نمونہ ہے ۔ ایسا انسان نہ اپنی نسل کی پرواہ کرتا ہے اور نہ اپنی عزت کا ......کیوں کہ خواہشِ نفسانی کا نشہ اس پر

سوار ہوتا ہے۔ انسانوں کا ایسا گروہ جنگلی گدھوں بندروں اور حیوانات کے مرتبے سے بھی گر جاتا ہے جو اپنی اِناث یعنی عورتوں پر حملے کرتے ہیں۔ جب اقوامِ عالم میں کوئی قوم زنا اور بدکاری کو جائز تصور کرکے اس میں مبتلا ہو جائے تو اس قوم کے زوال پذیر اور صفحۂ ہستی سے مٹنے کے آثار بڑی سرعت سے پیدا ہو جاتے ہیں اور علاوہ اس کے وہ غضبِ الٰہی کے باعث دائمی عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط علیہ السلام کی اس بُری خصلت اور پھر ان پر عذاب الٰہی نازل ہونے کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ کیسے ان بدبختوں کو اللہ نے ان کے اس قبیح عمل کی سزا دُنیا میں دی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہلے قومِ لوط علیہ السلام کی ساری بستی کو آسمان تک اُٹھایا اور پھر اُلٹ کر کے زمین پر دے مارا۔ اور اس پر مزید یہ کہ اُوپر سے پتھر برسائے گئے۔

بہت سے لوگ ایسے دیکھے گئے کہ ایک بدکار عورت کی خاطر اپنا سارا مال ومتاع ضائع کر کے دنیا ہی میں ذلیل وخوار ہوئے اور بعض ایسے بھی ہیں جو کسی عورت کے جنون میں ایسے اخلاق باختہ ہوگئے کہ وہ پوری قوم کے جسم میں ایک عضوِ فاسد کی حیثیت اختیار کر گئے۔

زنا کا فوری دُنیوی انجام

ایک زانی اور زانیہ اس شرمناک فعل کے ارتکاب سے پہلے اس بات کا تصور کریں کہ اگر ان کے اس فعلِ قبیح کا راز افشاء ہو جائے اور زانیہ کا بھائی باپ یا خاوند وغیرہ عین ارتکابِ فعل کی حالت میں دیکھ لیں تو ان پر کیا گزرے گی۔ اکثر لوگ ایسے کریہہ منظر سے مشتعل ہو کر زانی اور زانیہ کو کیفرِ کردار تک پہنچا کر خود بھی خودکشی کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ اور ایسے واقعات اکثر وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَة کے مصداق ہو جاتے ہیں۔

اسی سبب کی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے زنا کے معاملے میں بے حد تشویش کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جگہ جگہ اسے بے حیائی کا کام اور بدترین نتائج کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ ارشاد ہے ”زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُرا راستہ ہے“ ...... دوسری جگہ ارشاد ہے ”اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہیں بناتے اور اس جان کو جس کی اللہ تعالیٰ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے ...... اور جو یہ کام کرے سزا پائے گا۔ قیامت کے دن اس پر عذاب بڑھایا جائے گا اور ہمیشہ

اس میں ذلت سے رہے گا مگر جو توبہ کرے‘‘

اس ساری بحث سے مقصد شریعتِ اسلامیہ کا یہ ہے کہ اس فعلِ قبیح سے باز رہیں گے تو دُنیا میں بھی اللہ کی رحمتوں سے نوازے جائیں گے اور آخرت میں بھی عذابِ الٰہی سے بچ کر جنت کے حقدار ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ’’آمین‘‘

اس فعلِ قبیح سے بچنے کی تدابیر

* اس فعلِ قبیح سے بچنے یعنی اپنی شرمگاہ کی حفاظت کا مؤثر اور دیرپا علاج یہ ہے کہ اگر غیر شادی شدہ ہے تو شادی کرلے وگرنہ روزے مسلسل رکھے اور یہ کہ اہلُ اللہ کی صحبت اختیار کرے جو ویسے بھی اصلاحِ نفس کے لیے ضروری ہے۔ اہل اللہ کی صحبت کے بڑے دیرپا اثرات مُرتَّب ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰه وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ......’’ترجمہ...... اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو‘‘ صادقین سے مراد جملہ اہل اللہ ہیں۔ ان کی صحبت میں بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ تقویٰ و پرہیزگاری نصیب فرماتا ہے۔ انسان آہستہ آہستہ اُن کی مجلس کے فیض و برکت سے نیکیوں کی طرف راغب ہونے اور برائیوں سے نفرت پیدا ہونے کی طرف گامزن ہوجاتا ہے۔ اچھی صحبت سے انسان اچھا بن جاتا ہے اور بُری صحبت سے بُرا۔

صحبت صالح تُرا صَالح کُنَد
صحبت طالح تُرا طَالح کُنَد

* دوسرا علاج یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں جو وعیدیں آئی ہیں۔ ان کو یاد کرے
* اگر شہوت کا غلبہ ہو تو روزے رکھا کرے، مگر مسلسل روزے، کیونکہ تسلسل نہ ہونے سے شہوت ٹوٹنے، کمزور ہونے کی بجائے غلبہ اور زور پائے گی۔
* گھر سے نکلتے وقت نظریں نیچی رکھا کرے تاکہ غیر محرم پر نظر نہ پڑے۔ کیونکہ بدنظری سے معاملہ زنا تک پہنچ جاتا ہے۔

پانچویں نصیحت...... بات میں سچائی پر قائم رہنا

عربی لغت میں سچائی کے لئے لفظ صدق کا استعمال کیا جاتا ہے اور جو آدمی وصفِ صدق سے متَّصِف ہو۔ اسے صدیق کہتے ہیں۔ صدیق کی تعریف میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

1. بعض نے فرمایا کہ جس شخص نے عمر بھر میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ وہ صدیق ہے۔
2. بعض کا قول ہے کہ جو شخص اعتقاد اور قول وعمل، ہر چیز میں صادق ہو۔

یعنی جو دل میں اعتقاد ہو ٹھیک وہی زبان پر ہو۔ اور اس کا ہر فعل اور ہر حرکت وسکون اسی اعتقاد اور قول کے تابع ہو۔ وہ صدیق ہے۔ پھر صدیقیت کے درجات متفاوت ہیں۔ اصل صدیق تو نبی اور رسول ہی ہوسکتا ہے ہر نبی اور رسول کے لئے صدیق ہونا وصفِ لازم ہے۔

اس کے ساتھ جو اپنے نبی و رسول کے اتباع میں صدق کا یہ مقام حاصل کر لے وہ بھی صدیق کہلائے گا۔ جیسے خود قرآنِ کریم نے حضرت مریم علیہا السلام کو "اُمُّهٗ صِدِّيْقَه" کا خطاب دیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق کا لقب دیا ہے۔

باالفاظ دیگر ہر نبی اور رسول سچا ہوتا ہے اور جو اپنے نبی و رسول کی مکمل اتباع اختیار کرتا ہے۔ وہ بھی سچا کہلاتا ہے۔

اسلام سراسر سچا دین ہے۔ اس لئے اس دین پر مرتے دم تک عمل پیرا رہنا چاہیے۔ تاکہ صداقت کا عملی مظاہرہ ہوسکے اور دنیا وآخرت میں سرخروئی حاصل ہوسکے۔

صدیق کے مفہوم میں سچ بولنا اور اپنے عہد کو سچ کر دکھانا دونوں شامل ہیں۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْن ...... اور سچوں کے ساتھ رہو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوااللّٰه عَلَيْهِ

بعض مومنوں نے اپنے اس عہد کو سچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے باندھا تھا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچائی پر بڑا زور دیا ہے۔

سچائی سے متعلق چند احادیث مبارکہ

1. حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ اگر تجھ میں چار باتیں پیدا ہو جائیں تو پھر دنیا و آخرت میں جو بھی ہوا کرے تجھے کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ ایک حفظِ امانت، دوسرے سچ بولنا، تیسرے خُلقِ حسن، چوتھے رزقِ حلال (احمد، بیہقی)

2. سچائی دل کا اطمینان ہے (ترمذی)

3. سچ بولنے کا ارادہ کیا کرو۔ خواہ سچ میں اندیشہ ہی کیوں نہ ہو۔ یاد رکھو نجات سچ بولنے ہی میں ہے (ابن ابی الدنیا)

4. سچ کو اختیار کرو۔ سچ بولنا نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ جو آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری)

5. کسی نے پوچھا اہلِ جنت کی علامات کیا ہیں؟ فرمایا سچ بولنا۔ بندے نے جب سچ بولا تو اس نے نیکی کی اور نیکی کرنے والے کو اَمن ملتا ہے۔ جس کو اَمن ملا اس کو جنت ملی۔ (احمد)

6. تجارت میں سچ بولنے والا قیامت کے دن عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوگا (جنت کی کنجی)

7. وہ شخص بھی قیامت کے دن عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا۔ خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ سچ بولتا ہے، اور امانت کو صحیح طریقے پر ادا کرتا ہے اور غلے کی نگرانی کے لئے آرزو نہیں کرتا۔

8. حضرت عبادہ بن ثابت سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی چھ چیزوں کی ضمانت دیدو میں تمہارے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب بھی بولو سچ بولو، جب وعدہ کرو اس کو پورا کرو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے اس کو ادا کرو، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، اپنی نظر نیچی رکھو اور اپنے ہاتھوں کو (ظلم اور زیادتی سے) روک لو (الترغیب)

9. آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''سچائی میں نجات ہے اور جھوٹ میں ہلاکت''

جھوٹ باعثِ خواری

سچائی کو چھوڑ کر جھوٹ بولنے والے دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوں گے چند احادیث اس ضمن میں ملاحظہ فرمائیں:

1. حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا جھوٹ بولنے سے بچو کہ جھوٹ اور فجور ساتھ ساتھ ہیں اور یہ دونوں جہنم میں ہیں۔ اور فرمایا جھوٹی شہادت تین مرتبہ شرک کے برابر ہے۔
2. حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا ہے۔ اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک زنبور ہے اور اس بیٹھے ہوئے کے کلّے کو چیر رہا ہے یہاں تک کہ گُدّی تک جا پہنچتا ہے۔ پھر جب دوسرے کلّے کو چیرتا ہے یہاں تک کہ گُدّی تک جا پہنچتا ہے تو سابقہ درست ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے۔ میں نے اپنے ساتھی (حضرت جبرائیل) سے پوچھا تو کہا کہ وہ شخص جھوٹا ہے اس کے ساتھ قیامت تک یوں ہی کرتے رہیں گے۔
3. حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس وقت بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے (حفاظت کرنے والے) اس کی جھوٹ کی بُو سے میل بھر دور چلے جاتے ہیں (ترمذی)
4. حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا دنیا میں جو شخص دو زبان والا ہو، قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی (دارمی)
5. ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ دوزخ میں لے جانے والا کام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جھوٹ بولنا۔
6. نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اور گناہ دوزخ میں پہنچاتا ہے اور جھوٹ بولنے والا آدمی خدا کے ہاں جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے۔ (بخاری)

جھوٹ رذائل میں سب سے زیادہ مذموم اور قابلِ نفرت ہے۔ ...... شریعتِ اسلامی میں جھوٹ کو گناہِ کبیرہ کہا گیا ہے۔ یہ جھوٹ ہی تو ہے جو جھوٹے کو لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار، بے قدر و منزلت اور بے اعتبار بناتا ہے۔ کوئی شخص ایسے انسان کی گفتگو اور کردار پر اعتماد نہیں کرتا۔ احادیث میں بار بار اور بڑی شدت سے جھوٹ کی مذمت کی گئی ہے۔ اور اس سے بڑی سختی سے روکا گیا ہے۔ نیز جھوٹے کو اللہ تعالیٰ راہ

ہدایت نہیں دکھاتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَایَھْدِی مَنْ ھُوَ کَاذِبٌ کَفَّار

ترجمہ:...... بے شک اللہ تعالیٰ کسی جھوٹے اور حق نہ ماننے والے کو راہ نہیں دکھاتا۔

* حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ تم پر سچائی لازم ہے۔ ہمیشہ سچ بولو۔ کیونکہ سچ بولنا نیکی کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔ اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے جب کوئی ہمیشہ سچ بولتا ہے تو اللہ کے ہاں صدیقین میں لکھ لیا جاتا ہے۔

* صفوان تابعی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا ''کیا مسلمان بزدل ہوسکتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' پھر پوچھا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے؟ جواب دیا ''ہوسکتا ہے'' پھر دریافت فرمایا کیا مسلمان جھوٹا بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہرگز نہیں (موطا امام مالک)

سچائی وصدق کی اقسام

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں صدق کی چھ اقسام بیان کی ہیں۔

1. صدقِ قولی — انسان جو بات کہے سچی اور کھری کہے
2. صدقِ نیت — انسان کا باطن ریا و نفاق سے پاک ہو
3. صدقِ عزیمت — کوئی عزم کرتے وقت نفس میں تردد اور ضعف نہ ہو
4. صدقِ وفا — جب قدرت حاصل ہوجائے تو انسان اپنا عہد وفا کرے
5. صدقِ عمل — انسان کا قول و فعل یکساں ہو یعنی ظاہر و باطن تضاد سے پاک ہو
6. صدقِ دین — مصائب و شدائد کے طوفانوں میں بھی انسان دین پر پختگی قائم رکھے۔

اُسوۂ رسولِ مقبول ﷺ

رسول اکرم ﷺ صدق مجسم تھے۔ اعلان نبوت سے قبل ہی اہل مکہ آپ کو ''الصادق'' اور ''الامین''

کہہ کر پکارتے۔ دین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے جانی دشمن ابوجہل بھی آپ ﷺ کی سچائی کا معترف تھا کہا کرتا تھا کہ اے محمد (ﷺ) میں تمہیں جھوٹا نہیں کہتا، لیکن کیا کروں کہ تمہاری تعلیم پر دل نہیں ٹھہرتا۔

قیصرِ روم کے دربار میں ابوسفیان نے تسلیم کیا کہ حضورِ انور ﷺ نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا غرض یہ کہ آپ ﷺ کی صداقت شعاری پر اسلام کے دشمنوں نے بھی گواہی دی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدق کی حقیقت یہ ہے کہ جس مشکل میں بغیر جھوٹ بولنے کے رہائی نہ ہو سچ بولے اور فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جو صدق کا طالب ہو۔

سچائی کے متعلق چند حکایات

......سچائی پر رہائی

حضرت ربعی بن خراش رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے صدق وصفائی میں مشہور تھے۔تمام عمر کوئی جھوٹ آپ کی زبان پرنہیں آیا۔ایک مرتبہ ایک عجیب اتفاق پیش آیا کہ ان کے دو صاحبزادوں پر حجاج بن یوسف (جو اس اُمت کا سب سے زیادہ ظالم مشہور رہے) معتوب یعنی غضب ناک تھا۔اور وہ اس کی ظالمانہ سختیوں سے واقف تھے۔اس لئے روپوش ہو کر دن گزارتے تھے۔حجاج کو کسی نے بتلایا کہ ان کے والد کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔انہی سے ان لڑکوں کا پتہ دریافت کرو۔چنانچہ آپ کی خدمت میں فوراً آدمی بھیج کر دریافت کیا،آپ نے بلا تأمل فرمادیا کہ دونوں گھر کے اندر ہیں۔اَولاد کی جان جاتی ہے اور والدِشفیق ایک کلمہ خلافِ واقعہ فرمادینا گوارانہیں کرتے۔اس موقع پر سچ پر قائم رہنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔لیکن سچائی کو حق تعالیٰ نے وہ برکات عطا فرمائی ہیں کہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اس کے آثار و برکات کا ظہور ہو جاتا ہے۔حضرت ربعی بن خراش کی اس حیرت انگیز راست گوئی سے حجاج بن یوسف جیسا سخت دل بھی متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور کہا ہم نے آپ کی سچائی سے ان دونوں کا جرم معاف کر دیا۔

......سچائی کی برکت

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حجاج بن یوسف کے آدمیوں سے بھاگ کر حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے عبادت خانے میں آئے اور چھپ گئے۔اتنے میں حجاج کے آدمی آئے اور حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو اُنہوں نے بتایا کہ وہ اندر عبادت خانے میں ہے۔وہ آدمی اندر گئے اور تلاش کیا لیکن خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو نہ پایا۔ اُنہوں نے حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر تمہیں نظر نہ آئے تو میرا کیا قصور۔وہ میرے سامنے عبادت خانے کے اندر گئے ہیں۔چنانچہ وہ پھر عبادت خانے کے اندر گئے اور کونہ کونہ چھان مارا لیکن مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ان کے جانے کے بعد خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ نے میری استادی کا بھی لحاظ نہ رکھا اور میرا پتہ بتادیا۔آپ نے کہا میرے سچ

بولنے ہی سے آپ نے رہائی پائی۔اگر میں جھوٹ بولتا تو دونوں گرفتار ہو جاتے۔خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ حبیب آپ نے کیا پڑھا کہ وہ مجھے دیکھ نہ سکے حالانکہ اُن لوگوں نے سات بار مجھ پر ہاتھ بھی رکھا۔حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دوبار آیت الکرسی، دوبار سورۂ اخلاص اور دوبار اٰمَنَ الرسول...... پڑھ کر میں نے دُعا کی کہ اے اللہ حسن کو تیرے سپرد کیا۔ان کی حفاظت فرما۔

......صدیق کی نشانیاں

حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم عصروں میں سب سے بڑھ کر صفات کے مالک تھے۔خوفِ خدا سے اس قدر روتے کہ بعض اوقات نڈھال ہو کر گر جاتے۔لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمانے لگے اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہوں۔اور یہ سوچ کر اور رونا آتا ہے کہ میرا یہ رونا بھی ریاکاری کا سبب نہ بن جائے۔لوگوں نے آپ سے صدق (سچائی) کے متعلق پوچھا تو آپ نے لوہار کی بھٹی میں ہاتھ ڈال کر دہکتا ہوا لوہا اٹھا کر ہاتھ میں رکھ لیا اور فرمایا یہ صدق (سچائی) ہے۔

* حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔صدیق کی تین نشانیاں ہیں۔

1. دنیا کی قدر و منزلت دل سے مٹ جائے۔
2. مخلوق کی خوبیاں اور نقائص اس کی نگاہوں میں یکساں ہوں۔
3. شہوت کا پورا کرنا دل سے یوں مٹے جیسے دنیا والوں کے دل شہوت کو پورا کرنے کے بعد خوش ہوتے ہیں۔

نوٹ: (ہر بزرگ کا اپنا حال ہے ورنہ شہوت کا ابھرنا مذموم نہیں البتہ اس کا بے محل صرف ہونا مذموم ہے)

......بے احتیاطی پر حدیث لینے سے اجتناب

☆ امام بخاری رحمہ اللہ ایک گاؤں میں پہنچے۔ایک محدث کا نام سن کر کہ کچھ حدیثیں ان کے پاس بھی موجود ہیں۔پتہ چلا کہ وہ اپنی گھوڑی کی دیکھ بھال کے لیے گاؤں سے باہر جنگل میں گئے ہوئے ہیں۔یہ وہاں پہنچ گئے۔وہاں جا کر دیکھا کہ وہ محدث صاحب گھوڑی کو پکڑنے کی فکر میں ہیں وہ ہاتھ نہیں آرہی۔تو انہوں نے اپنے کرتے کے دامن کو پکڑ کر اور سمیٹ کر اس طرح کیا ہوا تھا جیسے اس میں کوئی چیز ہے

اورگھوڑی کواشارہ کررہے تھے کہ وہ آئے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے دیکھا کہ ان کی گود میں گھاس وغیرہ نہیں تو پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کررکھا ہے؟ کہا کہ اس واسطے کہ گھوڑی یہ سمجھے کہ میرے پاس گھاس ہے تو اس کی لالچ میں آجائے گی۔امام بخاری رحمہ اللہ چلے گئے اوران سے کوئی حدیث نہیں لی۔فرمایا کہ جو شخص گھوڑی کو دھوکہ دے سکتا ہے وہ انسانوں کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے۔ایسے شخص سے حدیث لے کر میں کس طرح اپنی کتاب میں نقل کروں۔(البلاغ فروری ۱۹۹۶)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات کی تصدیق اللہ نے کی:

☆............بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جنگ بدر میں حضور ﷺ کے کچھ اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین شہید ہو گئے تھے مگر آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فتح دی۔جب میدانِ جنگ سے حضور ﷺ واپس ہوئے تو مکہ سے لوگ مبارک باد دینے اور اپنے اعزہ واقارب سے جو جنگ میں شریک تھے ملاقات کرنے آئے۔ان لوگوں میں حضور ﷺ کے لشکر کے علم بردار کی بیوی بھی تھیں جن کے ساتھ ان کا لڑکا بھی تھا۔وہ لشکر کے کنارے ٹھہر گئیں اورلڑکے کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ اپنے باپ کا حال دریافت کر آئے۔اس کے باپ یعنی علم برداراس لڑائی میں شہید ہو گئے تھے مگر حضور ﷺ سے جب اس لڑکے نے پوچھا تو خیال کیا کہ اگر میں یہ کہہ دوں گا کہ وہ شہید ہو گئے تو اس کی ماں اور یہ پریشان ہوں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) میرے پیچھے آتے ہیں،ان سے پوچھو......وہ لڑکا اور اُس کی ماں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔مگر اُنھوں نے بھی یہی خیال فرمایا اور کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھو وہ میرے پیچھے ہیں......ان دونوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حال دریافت کیا مگر اُنہوں نے بھی یہی خیال فرمایا کہ...... جب رسول اللہ ﷺ اور عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا دل نہیں دُکھایا تو میں کیوں ان کو غمگین کروں۔آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا......وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے مگر اُنہوں نے بھی ٹال دیا اور کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھو،وہ میرے پیچھے آتے ہیں......یہ بیچارے ان کے پاس دوڑتے ہوئے گئے اور اُن سے دریافت کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ وہ میرے پیچھے آتے ہیں......وہ خوشی میں شوہر کے دیکھنے کو آگے بڑھیں،تو دیکھا کہ ان کے شوہر نشان اُٹھائے چلے آتے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا بہت

مسرور ہوئیں۔ لڑکے کو باپ سے ملایا اور پھر سب مکہ واپس چلے گئے۔

حضور ﷺ نے جب یہ واقعہ سُنا اور تعجب فرمایا، مگر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اُنھوں نے کہا محمد ﷺ تعجب نہ کیجئے کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے منہ سے نکلا کہ وہ میرے پیچھے آتے ہیں تو خدا نے حکم دیا کہ اس کے جسم میں روح ڈال دی جائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اگر ان کو دوبارہ زندہ نہ کرتا تو ملائکہ اور انسان قیامت تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اقوال کی تصدیق نہ کرتے۔ (علم الیقین، ص ۲۶۱)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا جھوٹ سے اجتناب:

❀ ہجرت کے موقع پر جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے۔ تو اس وقت مکہ والوں نے آپ کو پکڑنے کے لئے چاروں طرف اپنے ہرکارے دوڑا رکھے تھے۔ اور اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کو پکڑ کر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام کے طور پر دیئے جائیں گے۔ اب اس وقت سارے مکہ کے لوگ آپ ﷺ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ راستے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جاننے والا ایک شخص مل گیا۔ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جانتا تھا، مگر حضور اقدس ﷺ کو نہیں جانتا تھا۔ اس شخص نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کون صاحب ہیں؟

اب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کے بارے میں کسی کو پتہ نہ چلے، اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمنوں تک آپ ﷺ کے بارے میں اطلاع پہنچ جائے۔ اب اگر اس شخص کے جواب میں صحیح بات بتاتے ہیں تو آپ ﷺ کی جان کو خطرہ ہے اور اگر نہیں بتاتے تو جھوٹ بولنا لازم آتا ہے۔ اب ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ

هذا الرجل يهد ينى السبيل

یہ میرے رہنما ہیں، جو مجھے راستہ دکھاتے ہیں۔ اب آپ رضی اللہ عنہ نے ایسے لفظ ادا کیے جس کو سن کر اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ جس طرح عام طور پر سفر کے دوران راستہ بتانے کیلئے کوئی رہنما ساتھ رکھ لیتے ہیں، اس قسم کے رہنما ساتھ جا رہے ہیں، لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دل میں یہ مراد لیا کہ یہ دین کا راستہ دکھانے والے ہیں، جنت کا راستہ دکھانے والے ہیں، اللہ کا راستہ دکھانے والے ہیں۔ اب

دیکھئے کہ اس موقع پر انہوں نے صریح جھوٹ بولنے سے پرہیز فرمایا۔ بلکہ ایسا لفظ بول دیا جس سے وقتی کام بھی نکل گیا، اور جھوٹ بھی نہیں بولنا پڑا۔ (صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی ﷺ، حدیث نمبر ۳۹۱۱)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور جھوٹ سے پرہیز:

❀ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ یہ فکر عطا فرمادیتے ہیں کہ زبان سے کوئی کلمہ خلافِ واقعہ اور جھوٹ نہ نکلے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی اس طرح مدد بھی فرماتے ہیں۔

❀ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جہاد میں بڑا حصہ لیا تھا، آپ کے علاوہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی وغیرہ حضرات نے اس جہاد میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اب جو لوگ اس جہاد میں شریک تھے، آخر کار انگریزوں نے ان کو پکڑنا شروع کیا۔ چوراہوں پر پھانسی کے تختے لٹکا دیئے۔

جسے دیکھا حاکم وقت نے
کہا یہ بھی صاحب دار ہے

اور ہر ہر محلے میں مجسٹریٹوں کی مصنوعی عدالتیں قائم کردی تھیں، جہاں کہیں کسی پر شبہ ہوا، اس کو مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا، اور اس نے حکم جاری کردیا کہ اس کو پھانسی پر چڑھادو۔ پھانسی پر اس کو لٹکا دیا گیا۔ اسی دوران ایک مقدمہ میرٹھ میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے خلاف بھی قائم ہوگیا اور مجسٹریٹ کے یہاں پیشی ہوگئی۔ جب مجسٹریٹ کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا کہ تمہارے پاس ہتھیار ہیں؟ اس لئے کہ اطلاع یہ ملی تھی کہ ان کے پاس بندوقیں ہیں اور حقیقت میں حضرت کے پاس بندوقیں تھیں، چنانچہ جس وقت مجسٹریٹ نے یہ سوال کیا، اس وقت حضرت کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ آپ نے وہ تسبیح اس کو دکھاتے ہوئے فرمایا ہمارا ہتھیار یہ ہے...... یہ نہیں فرمایا کہ میرے پاس ہتھیار نہیں ہے، اس لئے کہ یہ جھوٹ ہوجاتا...... آپ کا حلیہ بھی ایسا تھا کہ بالکل درویش صفت معلوم ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد بھی فرماتے ہیں۔ ابھی سوال جواب ہورہا تھا کہ اتنے میں کوئی دیہاتی وہاں آگیا۔ اس نے جب دیکھا کہ حضرت سے اس طرح سوال جواب ہورہے ہیں تو اس نے کہا کہ ارے! اسکو کہاں سے پکڑ لائے، یہ تو ہمارے محلے کا موجن (مؤذن) ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے

آپ کو خلاصی عطا فرمائی۔

چھٹی نصیحت......" عہد کا پورا کرنا"

اپنے قول وقرار کی پاسداری اور اپنے عہد کی پابندی کا دوسرا نام ایفائے عہد یعنی وعدہ پورا کرنا ہے۔علامہ شبلی نعمانی کے الفاظ میں اللہ کے بندوں کی خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ کسی سے وعدہ کریں تو پورا کریں اور جو قول وقرار کریں، اس کے پابند رہیں۔سمندر اپنا رخ پھیر دے تو پھیر دے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو ٹل جائے مگر کسی مسلمان کی یہ شان نہیں کہ منہ سے جو کہے وہ اس کو پورا نہ کرے اور اس کا پابند نہ رہے۔

عہد کی اقسامِ اربعہ

✵ ہمارے پیرومرشد فرماتے ہیں کہ ایک فطری معاہدہ ہے جو بندوں نے اپنے پروردگار سے یوم "اَلَستُ" کو کیا تھا۔ جب اللہ نے فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّکُم ...... کیا میں تمہارا پالنے والا نہیں، تو سب نے مل کر کہا تھا:......بَلٰی ......کیوں نہیں، تو ہی ہمارا رب ہے۔یعنی اللہ کو اپنا حاکم اور پروردگار تسلیم کیا تھا۔اور جس کا پورا کرنا انسان کی زندگی کا اولین فرض ہے۔

✵ دوسرا عہد وہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے دستِ حق پرست پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیعت کرتے وقت کیا تھا۔ پھر ہر مسلمان کلمہ طیبہ پڑھتے وقت کرتا ہے کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے جملہ احکام پر کاربند رہنے کا عزم بالجزم رکھتا ہے، نیز وہ حضورِ انور ﷺ کی شریعتِ مطہرہ پر عمل کرے گا۔

✵ عہد کی تیسری قسم وہ ہے جس میں ایک انسان دوسرے انسان سے قول وقرار کرتا ہے۔جس کو پورا کرنا بہرصورت واجب ہے۔خواہ مومن ہو یا کافر۔

✵ چوتھا عہد وہ ہے۔جو قرابت داروں کے باہمی حقوق کی پاسداری سے تعلق رکھتا ہے۔

عہد کی تیسری قسم جو ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ یا گروہوں کے درمیان یا دو ممالک کے درمیان وعدے ہوتے ہیں ان کی مزید تین قسمیں ہیں۔

۱......وعدہ: یہ یک طرفہ ہوتا ہے۔

۲......عہد: یہ دوطرفہ ہوتا ہے۔

﴿۳﴾ ...... میثاق: جس پر لکھت دستاویز وغیرہ ہو۔

ارشادِ خداوندی ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ○

ترجمہ: ...... اے ایمان والو پورا کرو عہدوں کو۔

۞ ...... ہمارے پیر و مرشد اس آیت کی تشریح فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ...... یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...... سے خطاب فرما کر اس بات کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی کہ آگے جو حکم دیا جارہا ہے وہ عین ایمان کا تقاضہ ہے۔

لفظ عقود عقد کی جمع ہے جس کے لفظی معنی باندھنے کے ہیں اور جو معاہدہ دو شخصوں یا دو جماعتوں میں بندھ جائے اسے عقد کہا جاتا ہے۔ اس لئے بمعنی عہود ہو گیا۔

امام تفسیر ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ نے مفسرین و تابعین کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عقد کیا جائے یا عہد و معاہدہ ...... اس کا اطلاق ایسے معاملے پر ہوتا ہے جس میں دو فریق نے آئندہ زمانے میں کوئی کام کرنے یا چھوڑنے کی پابندی ایک دوسرے پر ڈالی ہو۔ اور دونوں متفق ہو کر اس کے پابند ہو گئے ہوں۔ خلاصہ ارشادِ خداوندی کا یہ ہو گیا کہ اے ایمان والو باہمی معاہدات کا پورا کرنا لازم اور ضروری سمجھو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان معاہدات سے کون سے معاہدات مراد ہیں۔ اس میں حضراتِ مفسرین کے اقوال بظاہر مختلف نظر آتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ معاہدات ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ایمان و اطاعت کے متعلق لئے ہیں یا وہ معاہدات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل کئے ہوئے احکام حلال و حرام سے متعلق اپنے بندوں سے لئے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے۔

اور بعض نے فرمایا کہ معاہدات سے اس جگہ وہ معاہدات مراد ہیں۔ جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کر لیا کرتے ہیں۔ ...... جیسے معاہدۂ نکاح، معاہدۂ بیع و شراء وغیرہ ...... مفسرین میں سے ابن زید رحمۃ اللہ علیہ اور زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ اسی طرف گئے ہیں۔

اور بعض نے فرمایا کہ معاہدات سے وہ حلف اور معاہدے مراد ہیں جو زمانۂ جاہلیت میں ایک دوسرے سے باہمی امداد کے لئے لیا کرتے تھے۔ مجاہد، ربیع، قتادہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ مفسرین نے بھی یہی فرمایا ہے لیکن

صحیح بات یہ ہے کہ ان میں کوئی تضاد یا اختلاف نہیں۔ بلکہ یہ سب قسم کے معاہدات لفظِ عُقُود کے تحت میں داخل ہیں اور سبھی پورے کرنے کے لئے قرآنِ کریم نے ہدایت دی ہے۔

حکومتوں کے بین الاقوامی معاملات ، یا باہمی سمجھوتے ، جماعتوں کے باہمی عہد و میثاق اور دو انسانوں کے درمیان ہر طرح کے معاملات نکاح، تجارت، شراکت، اجارہ، ہبہ وغیرہ ان تمام معاہدات میں جو جائز شرطیں باہم طے ہو جائیں۔ ان سب کی پابندی ہر فریق پر لازم اور واجب ہے۔ اور جائز کی قید اس لئے کہ خلاف شرع شرط لگانا یا اس کا قبول کرنا کسی کے لئے جائز نہیں۔

معاہدات اور معاملات کے بارے میں قرآنِ پاک کا یہ حکم ایک خاص حیثیت رکھتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے جب عَمَرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور ایک فرمان لکھ کر ان کے حوالہ کیا تو اس فرمان کے سرنامہ پر آپ ﷺ نے یہی آیت تحریر فرمائی تھی۔

وعدہ پورا کرنے کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً

ترجمہ:......اور پورا کرو عہد کو بے شک عہد کی پوچھ ہوگی۔

❀......جو شخص کسی سے یک طرفہ وعدہ کرے کہ میں آپ کو فلاں چیز دوں گا یا فلاں وقت آپ سے ملوں گا یا آپ کا فلاں کام کروں گا۔ اس کا پورا کرنا واجب ہے۔

❀......دوسرا یہ کہ دو فریقوں کے درمیان کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا معاہدہ ہو۔ اس کی پابندی بھی لازمی ہے۔

❀......معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں دوسرا فریق اس کو بذریعہ عدالت تکمیلِ معاہدہ پر مجبور کرسکتا ہے۔ مگر یک طرفہ وعدہ کو عدالت کے ذریعہ جبراً پورا نہیں کرا سکتا۔ بلا عذر شرعی کے کسی سے وعدہ کر کے جو خلاف ورزی کرے گا وہ شرعاً گناہ گار ہوگا۔ حدیثِ پاک میں اس کو عملی نفاق قرار دیا گیا ہے۔

❀......اس لئے وعدہ یا باہمی معاہدہ جو بھی صورت ہو۔ ان کا پورا کرنا لازم و واجب ہے۔ بروزِ قیامت وعدہ کے بارے میں پوچھ ہوگی، جیسے اور فرائض و واجبات اور احکامِ الٰہیہ کے پورا کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہوگا۔ مذکورہ آیت میں صرف اتنا کہہ کر چھوڑ دیا گیا کہ اس کا سوال ہوگا۔ آگے سوال کے بعد کیا ہونا ہے۔ اس کو

مبہم رکھنے میں خطرہ کے عظیم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

" اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاق "

ترجمہ:......وہ لوگ جو پورا کرتے ہیں اللہ کے عہد کو اور نہیں توڑتے اس عہد کو۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کیئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں۔ مراد اس سے یہ ہے کہ وہ تمام عہد و پیماں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لئے ہیں۔ جیسے پہلا وہ عہدِ ربوبیت ہے جو ازل میں تمام ارواح کو حاضر کر کے لیا گیا تھا۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُم

یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ جس کے جواب میں سب نے یک زبان ہو کر کہا تھا۔

بلٰی

یعنی کیوں نہیں۔ آپ ضرور ہمارے رب ہیں۔ (سب سے پہلے حضورِ اکرم ﷺ نے بلٰی کہا)

فرائض کی ادائیگی اور ناجائز چیزوں سے اجتناب کرنا۔ (اللہ کے خاص بندے ان تمام چیزوں کی پابندی کرتے ہیں)

* دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ...... اللہ کے خاص بندے...... کسی عہد و پیماں کی خلاف ورزی نہیں کرتے ،...... جو امت کے لوگ اپنے نبی اور رسول سے کرتے ہیں ...... یا ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ کرتا ہے۔

ابوداؤد نے بروایت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ ...... یہ حدیث نقل کی ہے کہ...... رسولِ کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اس پر عہد اور بیعت لی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ اور پانچ وقت کی نماز پابندی سے ادا کریں گے۔ اور اپنے اُمراء کی اطاعت کریں گے اور کسی انسان سے کسی چیز کا سوال نہ کریں گے جو لوگ اس بیعت میں شریک تھے۔ ان کا حال پابندی عہد میں یہ تھا کہ اگر گھوڑے پر سواری کے وقت ان کے ہاتھ سے کوڑا گر جاتا تو کسی انسان سے نہ کہتے کہ یہ کوڑا اُٹھا دو بلکہ خود سواری سے اُتر کر اُٹھاتے تھے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی محبت و عظمت اور جذبۂ اطاعت کا اثر تھا۔ ورنہ یہ ظاہر

تھا کہ اس طرح کے سوال کرنے سے منع فرمانا مقصود نہ تھا۔اسی طرح سورۃ مومنون میں اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی صفات کا ذکر کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ

ترجمہ:......اور جو اپنی امانتوں سے اور اپنے اقرار سے خبردار ہیں۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ کے خاص بندے امانت میں خیانت نہیں کرتے اور وعدے کی پابندی کرتے ہیں۔حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ''وعدہ ایک قسم کا قرض ہے'' جیسے قرض کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح وعدہ کا پورا کرنا بھی واجب ہے۔بلا عذرِ شرعی اس کے خلاف کرنا گناہ ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا

ترجمہ:......اور مذکور کر کتاب میں اسماعیل کا۔وہ تھا وعدے کا سچا اور تھا رسول نبی۔

ہمارے حضرت پیر و مرشد اس آیت کی تشریح فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کا کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں جو......صَادِقَ الْوَعْد......نہ ہو یعنی اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسروں میں یہ صفت نہیں بلکہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ان میں یہ خاص صفت ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا صدق وعہد اس بناء پر ہے کہ انہوں نے جس چیز کا وعدہ اللہ سے یا کسی بندے سے کیا۔اس کو بڑی مضبوطی اور اہتمام سے پورا کیا۔انہوں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اپنے آپ کو ذبح کرنے کے لئے پیش کر دیں گے اور اس پر صبر کریں گے۔اس میں پورے اترے۔ایک شخص سے ایک جگہ ملنے کا وعدہ کیا۔وہ وقت پر نہ آیا تو اس کے انتظار میں تین دن یا بعض روایات میں ایک سال اس کا انتظار کرتے رہے (مظہری)

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے (ترمذی میں بروایت عبداللہ ابن الخنساء) ایسا ہی واقعہ وعدہ کر کے تین دن تک اسی جگہ انتظار کرنے کا منقول ہے (قرطبی)

وعدہ پورا کرنا تمام انبیائے کرام اور صلحاء اُمت کا وصفِ خاص اور تمام شریف انسانوں کی عادت ہے۔اسکے خلاف کرنا......فُسَّاق، فُجَّار، رذیل......لوگوں کی خصلت ہے۔حدیثِ پاک میں آیا ہے ''یعنی وعدہ

مؤمن کا واجب ہے''

حضرات فقہاء کرام نے بالاتفاق یہ فرمایا ہے کہ وعدے کا قرض ہونا اور وعدے کا پورا کرنا واجب اس معنی میں ہے کہ بلا عذر شرعی پورا نہ کرنا گناہ ہے۔ لیکن وہ ایسا قرض نہیں جس کی چارہ جوئی عدالت سے کی جا سکے اور زبردستی وصول کیا جا سکے بلکہ وعدہ پورا کرنا دیانۃً واجب ہے۔ قضاءً واجب نہیں۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ اپنی ایک مشہور حدیث میں فرماتے ہیں۔ جو اپنے وعدے اور قول وقرار کا خیال نہیں رکھتا۔ اس میں دین نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وعدے کی پابندی دین داری کی علامت ہے اور وعدے کی خلاف ورزی کرنا دین میں کمزوری کی علامت ہے۔ انسان نے اللہ سے جو وعدہ کیا یا انسان دوسرے انسان سے کرتا ہے۔ اس کو پورا کرنا اللہ اور بندوں کا حق ادا کرنا ہے۔ حقوق کی اس ادائیگی کا نام دین ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ع

ترجمہ:......اور پورا کرو عہد اللہ کا، جب آپس میں عہد کرو۔ اور نہ توڑو قسموں کو پکّا کرنے کے بعد اور تم نے کہا ہے اللہ کو اپنا ضامن۔ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

اسی طرح اس ضمن میں مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ

ترجمہ:......کہ ٹھہراؤ اپنی قسموں کو دخل دینے کا بہانہ ایک دوسرے میں، اس واسطے کہ ایک فرقہ ہو چڑھا ہوا دوسرے سے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپس میں قول وقرار پورا کرو۔ اور اپنی قسموں کو بھی نہ توڑو جبکہ تم اللہ تعالیٰ کو بھی گواہ بنا چکے ہو۔ کسی سے عہد کرنے کے بعد عہد شکنی کرنا بڑا گناہ ہے۔ اسی طرح جس کام کی قسم کھائی اس کے خلاف کرنا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ آخرت میں وبالِ عظیم ہے اور دنیا میں بھی ذلت ورسوائی ہے۔ مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جس جماعت سے تمہارا معاہدہ ہو جائے اس معاہدہ کو دنیاوی

اغراض ومنافع کے لئے نہ توڑو۔ مثلاً تمہیں یہ محسوس ہو جائے کہ جس جماعت سے معاہدہ ہوا ہے یہ کمزور اور تعداد میں قلیل ہے یا مال کے اعتبار سے مفلس ہے۔ اور اس کے بالمقابل دوسری جماعت کثیر اور قوی ہے یا مال و دولت والی ہے۔ تو صرف اس طمع سے کہ قوی اور مالدار جماعت میں شامل ہو جانے سے منافع زیادہ ہوگا، پہلی جماعت کا عہد توڑنا جائز نہیں۔ بلکہ اپنے عہد پر قائم رہے۔...... ہاں اگر جس جماعت سے عہد کیا ہے۔ وہ خلافِ شرع امور کا ارتکاب کرے یا کرائے تو اس کا عہد توڑ دینا واجب ہے۔ اور واضح طور پر ان کو بتا بھی دیا جائے کہ اب ہم اس عہد کے پابند نہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا ۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا

ترجمہ:......اور نہ ٹھہراؤ اپنی قسموں کو دھوکا آپس میں کہ ڈِگ نہ جائے کسی کا پاؤں جمنے کے پیچھے۔

اس آیت میں ایک اور عظیم گناہ اور وبال سے بچنے کی ہدایت ہے۔ وہ یہ کہ قسم کھاتے وقت ہی سے اس قسم کے خلاف کرنے کا ارادہ ہو۔ صرف فریب دینے کے لئے قسم کھائی جائے تو یہ عام قسم توڑنے سے زیادہ خطرناک گناہ ہے۔ کیوں کہ جب تم اپنی قسموں کو توڑو گے تو اور لوگ بھی اسی طرح اپنی قسمیں توڑ کر معاشرے میں ظلم وفساد کا سبب بنیں گے۔ جس کے نتیجے میں تم کو بڑا خطرناک عذاب دیا جائے گا۔ اسی طرح آخرت کے مقابلے میں دنیا کے تھوڑے سے نفع کے لئے عہد توڑنا نہایت ہی احمقانہ حرکت ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا

ترجمہ:......اور نہ لو اللہ کے عہد پر مول تھوڑا سا

یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے میں نہ توڑو۔ تھوڑی سی قیمت سے مراد دنیا ہے۔ یعنی آخرت کے مقابلے میں دنیا کی ساری دولتیں قلیل ہی ہیں۔ جس نے آخرت کے بدلے میں دنیا لے لی اس نے انتہائی خسارے کا سودا کیا ہے...... کہ ہمیشہ رہنے والی اعلیٰ ترین نعمت و دولت کو جلد فنا ہونے والی گھٹیا قسم کی چیز کے عوض بیچ ڈالنا کوئی سمجھدار انسان گوارہ نہیں کرسکتا۔

ابن عطیہ نے فرمایا کہ جس کام کا پورا کرنا کسی شخص کے ذمہ واجب ہو (اللہ کا عہد اس کے ذمہ ہے)

اس کام کو پورا کرنے پر کسی سے معاوضہ لینا اور بغیر لئے نہ کرنا اللہ کا عہد توڑنا ہے۔ اور جس کام کا نہ کرنا کسی کے ذمہ واجب ہو۔ کسی سے معاوضہ لے کر اس کو کر دینا بھی اللہ کا عہد توڑنا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رشوت کی مُروَجَّہ قسمیں سب حرام ہیں۔ جیسے کوئی سرکاری ملازم کسی کام کی تنخواہ حکومت سے پاتا ہے تو اس نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ وہ تنخواہ لے کر مُفَوَّضَہ کام پورا کرے گا۔ اب اگر اس کے کرنے پر کسی سے معاوضہ مانگے اور بغیر معاوضہ اس کو ٹالے رکھے یا جس کام کے کرنے کا اس کو محکمہ کی طرف سے اختیار نہیں۔ اس کو رشوت لے کر کرنا بھی اللہ سے عہد شکنی ہے۔ پس ہم سب کو چاہیے کہ اللہ سے کئے ہوئے عہد اور آپس میں کئے ہوئے وعدوں کو پورا کریں تاکہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضامندی نصیب ہو۔

وعدہ پورا کرنے کے متعلق چند احادیثِ مبارکہ

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس کو عہد کا خیال نہیں اس میں دین نہیں (خطبۂ رسول)

منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، اور جب اسے کسی چیز کا امین بنایا جائے تو خیانت کرے (بخاری)

جو شخص وعدہ پورا کرتا ہے۔ میں اس کے لئے جنت کا ذمہ لیتا ہوں۔

تم میں سے کسی کے لئے روا نہیں کہ اپنے بچے سے کسی چیز کا وعدہ کرے اور پھر اسے پورا نہ کرے

جب لوگوں میں وعدے اور اقرار کا وزن گھٹ جائے...... امانت کی کوئی وقعت باقی نہ رہے...... پھر انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حاضرین کو دکھایا کہ فتنے اس طرح ایک دوسرے میں گھس جائیں گے جس طرح بوریا بن جاتا ہے۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں، ایسے وقت پر پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟

فرمایا اپنے گھر میں بیٹھ جا، اپنی جان پر رویا کر، نیکی کو اختیار کر، بدی کو چھوڑ دے، اپنی جان کو دوزخ سے بچا اور (عوامی) زندگی سے علیحدہ ہو جا (ابوداؤد)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی سے عہد کرنے کے بعد بلا وجہ وعذر بے وفائی کرے گا تو قیامت میں ایک جھنڈا اس کے ساتھ بلند کیا جائے گا جس پر لکھا ہوگا

''الغادر'' (بدعہد) جس سے ہر شخص یہ سمجھ لے گا کہ یہ غدار اور بدعہد ہے۔

حضرت نافع ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ مقبول ﷺ کا ارشاد ہے جس نے کسی امیر سے بیعت کرنے کے بعد عہد کو توڑا تو قیامت میں خدا کے سامنے اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز عہد شکنی کرنے والے کی پشت پر ایک جھنڈا نصب کر دیا جائے گا جو میدانِ حشر میں اس کی رسوائی کا سبب بنے گا۔ جس پر لکھا ہوگا...... **اَلْغَادِرُ** ۔

رسولِ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا حق دبایا تو اس نے اپنے لئے آگ کو واجب کر دیا۔ راوی نے عرض کیا کہ اگر وہ چیز معمولی سی ہو تب بھی اس کے لئے آگ واجب ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چہ وہ درخت کی سبز ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

عہد پورا کرنے والوں کے بارے میں بشارت اور عہد کی خلاف ورزی کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سخت وعیدیں نازل فرمائی ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَا تَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً اُولٰٓئِكَ لَاخَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

ترجمہ:...... کیوں نہیں، جو کوئی پورا کرے اپنا اقرار اور وہ پرہیزگار رہے تو اللہ کو محبت ہے پرہیزگاروں سے۔ جو لوگ مول لیتے ہیں اللہ کے اقرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مول...... ان کا کچھ حصہ نہیں آخرت میں...... اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ...... اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے دن...... اور نہ پاک کرے گا ان کو...... اور ان کے واسطے عذاب ہے دردناک۔

❀...... ان آیاتِ قرآنیہ میں پہلے تو ان لوگوں کیلئے ایک بڑی بشارت دی گئی ہے کہ جو لوگ اپنے قول و اقرار اور عہد وغیرہ کو پورا کرتے ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی متقی ہیں اور میں ان لوگوں سے محبت کرتا ہوں، گویا یہ لوگ میرے محبوب ہیں۔ دُنیا میں اگر کوئی وزیر مشیر کسی سے اپنی محبت کا اظہار

کرے (اور وہ بھی صرف زبانی جمع خرچ، حقیقت میں کچھ بھی نہیں) تو وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے گا اور ہر طرف ڈنڈورا پیٹے گا کہ فلاں وزیر مشیر سے میرا ایسا تعلق ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ مگر اَحکم الحاکمین وعدہ پورا کرنے والوں کو کتنی بڑی بشارت کا اعلان کرتے ہیں۔ کہ اے عہد کو پورا کرنے والے تم میرے محبوب ہو۔ قربان ایسے مہربان رب پر۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضلِ خاص سے ہم کو بھی اپنی دائمی اور پکی محبت عطا فرمائے آمین!

اور جو لوگ عہد کی خلاف ورزی کرتے ہوں۔ ان کے بارے میں پانچ وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں۔

۱ ان کو جنت کی نعمتوں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

۲ اللہ تعالیٰ اُن سے (خوش کُن) بات نہیں کریں گے۔

۳ اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُن کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھیں گے۔

۴ اللہ تعالیٰ اُن کو پاک نہیں کریں گے۔ یعنی اُن کے گناہوں کو معاف نہیں کریں گے۔

۵ اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اِن عذابوں سے ہم سب کو نجات عطا فرمائیں۔ (آمین!)

وعدہ کی پابندی سے متعلق چند حکایات

❀......عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ایرانی شہزادہ

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس فارس (موجودہ ایران) کا ایک شہزادہ (قیدی بن کر) آیا آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر اسلام پیش کیا۔اس نے انکار کیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے (حسبِ ضابطہ قانون) اس کے قتل کا حکم دیدیا۔وہ کہنے لگا امیر المؤمنین آپ تو مجھے قتل کریں گے ہی۔لیکن اس سے پہلے میری ایک درخواست پوری کر دیجئے۔وہ یہ کہ مجھ کو پانی پلا دیجئے، میں پیاسا ہوں۔آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کو پانی پلا دیا جائے۔جب پانی اس کے پاس آیا: وہ کہنے لگا کہ امیر المؤمنین اس کا وعدہ فرمالیں کہ جب تک میں (یہ) پانی نہ پی لوں اس وقت تک مجھے قتل نہ کیا جائے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وعدہ فرمایا۔اس نے وہ پانی زمین پر گرادیا۔اور کہا لیجئے آپ مجھے قتل کیجئے، آپ مجھے اب قتل نہیں کرسکتے۔(کیونکہ وہ پانی میں نے پیا ہی نہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس شخص نے (چالاکی، ہوشیاری اور تیز دماغی سے) دھوکا دیا۔پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کو رہا کیا جائے۔

حضرات کہیں ہے ایسا قانون جو کہ ایک قیدی کے مقابلے میں سلطانِ وقت کو عاجز کردے کہ وہ اب اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا؟ مگر اس کا یہ اثر ہوا کہ اس شہزادہ نے تھوڑی دیر کے بعد...... اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ...... کہا اور کہنے لگا امیر المؤمنین اسلام میرے دل میں پہلے ہی آچکا تھا۔مگر اس وقت اگر میں اسلام لاتا تو آپ یہ سمجھتے کہ تلوار کے خوف سے اسلام لایا ہے۔اس واسطے میں نے یہ تدبیر کی کہ پہلے آپ کو اپنے قتل سے عاجز کردیا، پھر اسلام ظاہر کیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی بڑی قدر ہوئی اور اُن سے امورِ سلطنت میں مشورہ کیا کرتے تھے۔(اصلاحِ نفس ج ا ص ۱۹۴)

❀......بارگاہ الٰہی سے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو جھڑک

حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ایک سال حج کے لئے تشریف لے جاتے، ایک سال تجارت کرتے اور نفع مریدوں اور درویشوں میں تقسیم فرماتے۔اور ایک سال جہاد کرتے۔

ایک دفعہ دورانِ جہاد آپ کا مقابلہ ایک کافر سے ہو رہا تھا۔لڑتے لڑتے کافر کی عبادت کا وقت ہوگیا۔کافر نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مہلت طلب کی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے اجازت دیدی۔جب وہ اپنے بُت کی

عبادت میں مصروف ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خیال آیا کہ موقع اچھا ہے، اسے ضائع نہ کرنا چاہیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تلوار سونت کر کافر کے سر پر جا پہنچے۔ وار کرنا ہی چاہتے تھے کہ غیب سے آواز آئی۔ اے عبداللہ اقرار کو پورا کرو، بے شک اقرار کے متعلق باز پرس ہوگی۔ یہ آواز سن کر آپ نے ہاتھ روک لیا اور رو پڑے۔ کافر نے عبادت سے فارغ ہو کر رونے کا سبب دریافت کیا؟ آپ نے فرمایا: تمہیں عبادت میں مصروف دیکھ کر مجھے تمہارے قتل کا خیال آ گیا اور موقع غنیمت جان کر ابھی میں تم پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ تمہاری خاطر مجھے بارگاہِ الٰہی سے جھڑک ملی۔ یہ سن کر اس نے نعرہ لگایا اور کہا ایسے خدا کی نافرمانی سخت بزدلی ہے، جو دُشمن کی خاطر دوست پر عتاب کرتا ہے۔ یہ کہا اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

یہ ہے وعدہ پورا کرنے کی برکت کہ دُشمن بھی دوست بن جاتا ہے۔ اللہ پاک یہ صفت ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم آسمانوں میں مشہور ہونا چاہتے ہو تو وعدہ پورا کرلیا کرو۔

❀......ایفائے عہد پر قاتل کی معافی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ دو نوجوان ایک شخص کو پکڑ کر لائے اور عرض کی کہ اس نوجوان نے ہمارے بوڑھے باپ کو بلا وجہ قتل کیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان سے اس بارے میں جاننا چاہا۔ نوجوان نے کہا کہ امیر المؤمنین میں شدید گرمی میں ریگستان میں اُونٹ پر سفر کر رہا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ میں ایک نخلستان میں پہنچ گیا۔ چونکہ گرمی سے میرا بُرا حال ہو گیا تھا۔ اس لئے اُونٹ سے اُترا اور اُسے بٹھا کر اس کا گھٹنا باندھ دیا اور خود مُنہ ہاتھ دھو کر پانی پی لیا۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گیا اور لیٹتے ہی نیند کا غلبہ ہوا اور سو گیا۔

دوپہر ڈھلنے کے بعد جب نیند سے جاگا تو اُونٹ غائب تھا۔ تلاش کرنے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگا۔ اُونٹ مرا ہوا پایا۔ دیکھا تو اس کی کنپٹی پر زخم کا نشان تھا۔ یہ دیکھ کر میری آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اُسی وقت ایک بوڑھا آیا۔ پوچھنے پر اس نے کہا کہ یہ اُونٹ درختوں کے پتے کھا رہا تھا۔ میں نے پتھر مارا جو اُونٹ کی کنپٹی

پر جالگا، جس سے یہ مر گیا۔ بوڑھے نے ابھی بات ختم نہیں کی تھی کہ میں نے بوڑھے کا گلا دبوچ لیا۔ بوڑھا کمزور تھا اس لیے فوراً مر گیا۔ مجھے بوڑھے کی موت کا افسوس ہے، لیکن اعترافِ جرم کرتا ہوں۔

نوجوان کے اعترافِ جرم کے بعد بوڑھے کے بیٹوں کی خواہش کے مطابق سزائے موت سنادی گئی امیرالمؤمنین نے نوجوان سے آخری خواہش دریافت کی۔ نوجوان نے کہا کہ مجھ پر ایک یہودی کا قرضہ ہے، اس قرضے کو ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے سات دن کی مہلت درکار ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: اگر کوئی تمہاری واپسی کی ضمانت دے تو سات دن کی مہلت کی اجازت ہے۔ نوجوان چونکہ مدینہ میں اجنبی تھا اس لئے چاروں طرف حاضرین کے چہروں پر نگاہ ڈالی۔ جب کوئی شناسا نہ ملا تو حسرت اور مایوسی کے عالم میں گردن جھکا دی۔ نوجوان کی یہ کیفیت دیکھ کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ امیرالمؤمنین میں اس نوجوان کی ضمانت دیتا ہوں۔ ایک سناٹا سا طاری ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوذر! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو۔ اگر یہ نوجوان سات دن میں واپس نہ آیا تو اس کے بدلے میں تم قتل کر دیئے جاؤ گے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ضمانت پر نوجوان رہا ہو کر اپنے گھر پہنچا اور یہودی کا قرض ادا کر کے گھر والوں کو سارا ماجرا سنایا۔ گھر میں کہرام مچ گیا کہ اب مدینہ نہ جاؤ۔ یہاں تمہیں پکڑنے کون آئے گا؟ لیکن نوجوان کا ایک ہی جواب تھا کہ مسلمان کبھی جھوٹا وعدہ نہیں کرتا۔ وعدہ پورا کرنا مسلمان کا بنیادی فرض ہے۔ یہ کہہ کر ایک تیز رفتار اُونٹنی پر سوار ہو کر مدینے کی طرف چل پڑا۔

مدینہ منورہ میں شام ڈھل رہی تھی۔ آج نوجوان کے آنے کا دن تھا۔ لوگوں کا ہجوم شہر کے باہر جمع تھا۔ سورج غروب ہونے پر نوجوان کی جگہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو قتل ہونا تھا۔ عوام کی نگاہیں آنے والے راستے پر جمی ہوئی تھیں اور سب پریشان تھے۔ خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی بڑا تردد تھا اور پریشان تھے۔

وقت ختم ہونے ہی کو تھا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جرأت سے میدان میں کھڑے تھے۔ اتنے میں، ایک دم شور ہوا: ٹھہرو ٹھہرو اُدھر دیکھو۔ لوگ چلّا اٹھے۔ دیکھو وہ نوجوان آرہا ہے۔ پسینے میں شرابور وہ نوجوان پہنچا۔ اس نوجوان کے پہنچنے پر سب نے اطمینان کا سانس لیا۔ نوجوان نے اُونٹنی سے اُتر کر معذرت کی کہ میری اُونٹنی کا زین خراب ہو گیا تھا، اس لئے دیر ہوئی۔ شکر ہے کہ میرے محسن کی جان بچ گئی۔ اب میں یہ سزا

بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔

نوجوان کی شرافت اور وعدے کی پابندی نے سب لوگوں کو بہت متاثر کیا۔ بوڑھے کے بیٹے نوجوان کے اس بے مثال کارنامے کو دیکھ کر آگے بڑھے اور اپنے باپ کا خون معاف کیا اور نوجوان کو آزاد کر دیا گیا۔

❀ ......حضور پاک ﷺ کا ابو جندل کو واپس کرنا

حدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ اور قریشِ مکہ کے مابین چند شرائط پر ایک معاہدہ ہوا جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ منجملہ شرائط کے اہل مکہ کی طرف سے ایک شرط یہ تھی کہ جو شخص مکہ والوں میں سے مسلمان ہو کر آپ کے پاس آجائے گا، اس کو آپ واپس کریں گے اور آپ کے ہاں سے کوئی آدمی مکہ آجائے تو ہم واپس نہیں کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ شرط بھی منظور فرمائی اور صلح نامہ پر رسول اللہ ﷺ اور قریش مکہ کے دستخط کر دیئے گئے۔

۞......ابھی ابھی یہ شرائطِ صلح طے ہوئی تھیں کہ اچانک حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ مکہ سے بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (باپ نے اُن کو قید کر رکھا تھا اور بہت سخت ایذائیں اُن کو دیتا تھا) اور آپ ﷺ سے پناہ مانگی......مگر قریشِ مکہ چلاّ اُٹھے کہ ابھی سے معاہدہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہے، لہٰذا ابو جندل کو ہمارے حوالہ کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ عہد کر کے پابند ہو چکے تھے۔ اس لئے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ابو جندل چند روز اور صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور دیگر کمزور مسلمانوں کی رہائی اور فراخی کا انتظام کرنے والا ہے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے عہد کی پابندی کرتے ہوئے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو مکہ واپس بھیج دیا۔

❀ ......دو صحابہ کو غزوہ بدر سے روکنا

غزوۂ بدر میں کافروں کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد ایک تہائی سے بھی کم تھی۔ آپ ﷺ کی قدرتی خواہش ایسے موقع پر یہ ہونی چاہیے تھی کہ جس قدر تعداد زیادہ ہو بہتر ہے۔ لیکن آپ ﷺ اُس وقت بھی ہمہ تن وفا تھے۔

حذیفہ بن الیمان اور ابو حسل رضی اللہ عنہما (دو صحابی) مکہ سے آ رہے تھے۔ راہ میں کفار نے اُن کو روکا کہ

محمد (ﷺ) کے پاس جا رہے ہو۔ اُنھوں نے انکار کیا۔ آخر اس شرط پر اُن کو رہائی مل گئی کہ وہ جنگ میں آپ (ﷺ) کا ساتھ نہ دیں گے۔ یہ دونوں آپ ﷺ کے پاس آئے تو صورتِ حال عرض کی۔ فرمایا تم دونوں واپس جاؤ۔ ہم ہر حال میں وعدہ پورا کریں گے۔ ہم کو صرف خدا کی مدد درکار ہے۔

وعدہا باید وفا کردن تمام
ورنہ خواہی کرد باشی سرد و خام
وعدہ کردن را وفا باشد بجاں
تا بہ بینی در قیامت فیضِ آں

ایفائے عہد:

ایک مرتبہ دارالعلوم کبیر والہ کے حضرات نے حضرت شیخ غلام حبیب رحمہ اللہ سے وقت لیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ...... جس دن دارالعلوم کبیر والہ کا پروگرام ہے اسی دن آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرحمٰن قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو جامع مسجد حمزہ کا سنگ بنیاد رکھنا تھا...... چکوال میں پروگرام کیلئے باہر سے بھی بڑے بڑے علماء کرام کو مدعو کیا گیا تھا...... چکوال میں احباب کی خواہش تھی کہ حضرت کبیر والہ نہ جائیں...... اور مسجد کی بنیاد کی تقریب میں شریک ہوں...... لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سب پر یہ واضح کر دیا کہ میں نے دارالعلوم کبیر والہ کے حضرات سے وعدہ کرلیا ہے اس لیے مجھے وہاں ضرور جانا چاہیے۔ آپ اسلام آباد سے بذریعہ طیارہ ملتان پہنچے اور کبیر والہ کے پروگرام میں شریک ہوئے۔ (ھدی اللناس ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ، اپریل ۲۰۱۰ء، ص ۴۲)

معاہدہ کی پاسداری کا نادر واقعہ:

☆ اسلامی تاریخ میں ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ جہاں عہد کی خلاف ورزی کا شبہ بھی ہو گیا تو سارا مفتوحہ علاقہ واپس کر دیا۔ اس کی ایک مثال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ہے کہ:

ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے روم کی حکومت سے جنگ بندی کا معاہدہ کر دیا۔ ابھی جنگ بندی کے معاہدہ کی میعاد ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس دوران حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اس مدت کے اندر اپنی فوجیں رومیوں کی سرحد پر لے جا کر ڈال دوں تاکہ جنگ بندی کی مدت کے ختم ہوتے ہی حملہ کر دیا

جائے۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوجیں سرحد پر ڈال دیں اور حملہ کیلئے تیار ہو گئے اور جیسے ہی جنگ بندی کے معاہدے کی تاریخ پوری ہوئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔ دشمن اس کیلئے تیار نہ تھا اس لیے مسلمانوں کے لشکر کو ہر طرف سے فتح مل رہی تھی اور یہ لشکر فتوحات کرتا ہوا جا رہا تھا۔

اچانک دیکھا کہ پیچھے سے ایک گھڑ سوار دوڑا آ رہا ہے۔ جب سوار قریب آیا تو اس نے بلند آواز سے کہنا شروع کر دیا "قفو عباد الله، قفو عباد الله" (اللہ کے بندو ٹھہر جاؤ، اللہ کے بندو ٹھہر جاؤ)۔ جب وہ سوار قریب آیا تو دیکھا کہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟

انہوں نے فرمایا کہ "وفاء لا غدر ،وفاء لا غدر"۔ (مؤمن کا شیوہ وفاداری ہے غداری نہیں)۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی عہد شکنی نہیں کی۔ اس پر حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود یہ فرماتے ہوئے سنا:

کہ جس کا کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو تو وہ اس کی معینہ مدت تک نہ اسے توڑے اور نہ اس میں تبدیلی کرے جب تک کہ اس کی مدت نہ گزر جائے یا ان کے سامنے پہلے کھلم کھلا یہ اعلان کر دے کہ ہم نے وہ معاہدہ ختم کر دیا۔ لہٰذا مدت گزرنے سے پہلے یا عہد کا ختم کرنے کا اعلان کیے بغیر ان کی سرحد پر لے جا کر فوجوں کو ڈال دینا...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق آپ کے لئے جائز نہیں تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو حکم دیا کہ جتنا علاقہ فتح کیا ہے وہ سب واپس کر دو۔ چنانچہ پورا علاقہ واپس کر دیا اور اپنی سرحد میں واپس آ گئے۔

اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جہاد اور عام لڑائیوں میں کتنا زبردست فرق ہے۔ میدان جنگ میں بھی شریعت نے دشمنوں کے کتنے حقوق کی رعایت واجب قرار دی ہے اور اسلام اصول وضوابط اور عدل وانصاف کی پاسداری کو کتنی اہمیت دیتا ہے۔

(البلاغ دسمبر 1995ص29 تا30)

وعدہ کی برکت

❀ ابن المبارک رحمہ اللہ ایک بار ایک طاقتور کافر سے جنگ کر رہے تھے کہ......اس کافر کی نماز کا وقت آ گیا۔اس نے ابن المبارک رحمہ اللہ سے مہلت مانگی تو آپ رحمہ اللہ نے مہلت دے دی۔......مگر جب اس نے سورج کو سجدہ کیا تو ابن المبارک رحمہ اللہ نے تلوار سے اسے قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔اس وقت ہوا میں کسی کو کہتے سنا۔ ۞"واوفو بالعهد ان العهد كان مسئولا"۞

اپنے عہد کو پورا کرو کیوں کہ اس کی باز پرس ہوگی۔

یہ سن کر آپ رحمہ اللہ رک گئے۔ جب مجوسی نماز سے فارغ ہوا تو اس نے پوچھا، تو اپنے ارادہ سے کیوں رک گیا؟ ابن المبارک رحمہ اللہ نے بتایا کہ مجھے یہ ندا آئی (اور آیت پڑھ کر سنائی)۔ یہ سن کر مجوسی نے کہا۔ کیا ہی اچھا رب ہے۔اپنے دوست کو اپنے دشمن کے بارے میں عتاب کرتا ہے، پھر وہ مسلمان ہو گیا۔اور نیک مسلمان بنا۔

ایفائے قول وعہد کے فوائد و برکات:

❀ ایک شخص کا قول ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا۔ایک شخص اہلِ یمن سے آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کے لیے ایک ہدیہ لایا ہوں۔ پھر ایک رفیق سے کہا کہ اپنا قصہ سنائیے۔

اس نے یہ قصہ سنانا شروع کیا کہ میں صنعاءِ یمن سے حج کے ارادہ سے چلا۔......ایک شخص نے مجھے یہ پیغام دیا کہ...... جب آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی زیارت کا موقعہ ملے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو میرا اسلام کہنا۔

اس شخص نے کہا کہ میں مدینہ منورہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مبارک کی زیارت کے لیے حاضر ہوا مگر وہ پیغام مجھے یاد نہ رہا اور ہمارا قافلہ مدینہ منورہ سے واپس روانہ ہوا۔جب میں ذوالحلیفہ میں احرام باندھنے کی تیاری کر رہا تھا تو اس وقت مجھے وہ پیغام یاد آیا۔میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میری اونٹنی اور سامان کا خیال رکھنا، میں مدینہ منورہ جا رہا ہوں۔ مجھے ایک پیغام پہنچانا ہے۔ساتھیوں نے کہا کہ اب تو قافلہ روانہ ہونے والا ہے تم اتنی جلدی مدینہ منورہ سے واپس لوٹ کر قافلے کے ساتھ نہیں مل سکو گے۔ میں نے کہا کہ

اگر میں نہ پہنچ سکا تو تم میری اونٹنی اور سامان ساتھ لے جانا۔اس شخص نے کہا کہ میں پھر واپس مدینہ منورہ چلا گیا اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام وصاحبین رضی اللہ عنہما کو اس شخص کا سلام پہنچایا۔

سلام پہنچانے سے فارغ ہونے کے بعد جب میں واپس ہوا تو مجھے ایک شخص ملا۔میں نے اس سے اپنے قافلے کے بارے میں پوچھا۔اس نے بتایا کہ قافلہ تو چلا گیا ہے۔

میں واپس مسجد نبوی ﷺ میں آیا اور ارادہ کیا کہ جب تک کوئی دوسرا قافلہ جانے کے لیے تیار نہیں ہوتا اس وقت تک میں مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہوں گا (کیونکہ اس زمانے میں اکیلا جانا نہایت مشکل اور ناممکن تھا)۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں سو گیا۔رات کے آخری حصے میں نبی کریم ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خواب میں زیارت ہوئی۔ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ ! وہ آدمی (جس نے آکر سلام پہنچایا ہے) یہ ہے۔پس آنحضرت ﷺ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔کیا (تو) ابوالوفاء (وفاء والا) ہے (یعنی تیری کنیت ابوالوفاء ہے)؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! میری کنیت ابوالعباس ہے (مجھے اسی کنیت سے پکارا جاتا ہے)۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔نہیں،تُو ابوالوفاء (وفا کرنے والا) ہے۔پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجدِ حرام......(مکہ مکرمہ) میں پہنچا دیا......میں جب صبح نیند سے بیدار ہوا......تو بجائے مدینہ منورہ کے میں مکہ مکرمہ پہنچ چکا تھا......پھر میں نے آٹھ دن مکہ مکرمہ میں قیام کیا۔اس کے بعد (یعنی آٹھ دن گزرنے کے بعد) میرے قافلہ والے ساتھی مکہ مکرمہ پہنچے"۔

عزیزانِ محترم!اس حکایت میں ایفائے عہد و وعدہ کی بڑی فضیلت اور بڑی برکت کا ذکر ہے۔دیکھئے۔اس شخص نے ایفائے وعدہ کے سلسلے میں تکلیف برداشت کی......اور قافلہ کی رفاقت چھوڑ دی لیکن اللہ تعالیٰ کے ایک حکم یعنی ایفائے وعدہ وعہد کو بجالایا۔آخرت کا اجر وثواب تو آخرت میں ملے گا جو کہ یقیناً بہت بڑا ہوگا۔

لیکن آخرت سے قبل بھی اللہ تعالیٰ نے اسے ایفائے عہد کی کئی برکتوں سے یوں نوازا کہ خواب میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی زیارت نصیب ہوئی۔نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ابوالوفاء کی کنیت و نام سے

موسوم فرمایا۔ ابوالوفاء کے معنی ہیں وفادار، وفا والا۔ نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا ہاتھ پکڑا اور بطریقۂ معجزہ مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں پہنچایا۔ یہ بیش بہا برکات وسعادات اس شخص کو ایفائے وعدہ کے طفیل حاصل ہوئیں۔

(رزقِ اولیاء کے پوشیدہ اسباب، ص۴۸ تا ۵۰)

حضرت کا وعدہ سے احتیاط فرمانا:

❁ حضرت سے ایک بی بی نے سرمہ طلب کیا تھا۔ حضرت نے وعدہ نہیں فرمایا کہ میں لادوں گا، بلکہ یہ فرمایا تھا کہ کسی لڑکے کو بھیج دینا، میں دیدوں گا، چنانچہ ایک لڑکے کو بعد ظہر بھیجا اور حضرت نے اسی وقت سرمہ کی پڑیا بکس میں سے نکال کر اس کو دیدی، اور حاضرین سے فرمایا کہ ترتیب اور ضبط سے خوب کام ہوتا ہے، اس انتظام کو لوگ تنگی کہتے ہیں۔ اگر میں کہہ دیتا کہ سرمہ لادوں گا اور کام میں بھول جاتا اور پھر وہ یاددلاتیں اور وعدہ لانے کا کرتا اور پھر بھول جاتا اور یہاں تک کہ ایک عرصہ گزر جاتا، کام بھی دیر سے ہوتا اور وعدہ خلافی بھی ہوتی، مگر دیکھئے اس ترتیب میں کیسی آسانی سے کام ہوگیا۔

ایفائے عہد کا نمونہ

آپ ﷺ کی تجارت کے ایک ساتھی عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے آپ ﷺ سے اس زمانے میں خرید وفروخت کا معاملہ کیا۔ بات کچھ طے ہو چکی تھی، کچھ ادھوری رہ گئی تھی۔ میں نے وعدہ کیا کہ پھر آکر بات پوری کر لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ تین دن کے بعد مجھے اپنا وعدہ یاد آیا۔ دوڑ کر آیا تو دیکھا کہ آپ ﷺ اسی جگہ بیٹھے میرے آنے کا انتظار کر رہے ہیں اور جب آیا تو آپ ﷺ کی پیشانی پر میری اس حرکت سے بل تک نہیں آیا۔ نرمی سے اتنا فرمایا کہ تم نے مجھے بڑی زحمت دی۔...... تین دن سے یہیں بیٹھا تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

تجارت کے کاروبار میں آپ ﷺ اپنا معاملہ ہمیشہ صاف رکھتے تھے۔ سائب رضی اللہ عنہ (آپ ﷺ کے ایک ساتھی) کہتے ہیں کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ آپ ﷺ میری تجارت میں شریک تھے، مگر ہمیشہ معاملہ صاف رکھا۔...... نہ کبھی جھگڑا کرتے تھے۔ نہ لیپ پوت کرتے تھے۔

(دلچسپ اثر انگیز واقعات ص ۶۵)

ساتویں نصیحت ...... مہمان کا اکرام کرنا

ہمارے پیرو مرشد فرماتے ہیں کہ مہمان کی خاطر مدارت اور اکرام اللہ کی رضا کے لئے کرنا چاہیے۔ دُنیاوی اغراض ومقاصد سے مُبَرّا ہو کر مہمان کی خدمت کرنا دین کا ایک اہم جزو ہے۔

یعنی پورے اخلاص سے یہ عمل کرنا اللہ کی خوشنودی اور آپس میں محبت پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اخلاص میرے اسرار میں سے ہے میں جس بندے سے محبت کرتا ہوں۔ اُس کے دل میں ودیعت کرتا ہوں۔''

یہ اخلاص فنائے نفس کے بغیر نصیب نہیں ہوتا اور فنائے نفس اللہ والوں کی جوتیاں سیدھی کرتے کرتے نصیب ہوتا ہے۔

نفس نتواں کُشت اِلّا ظِلّ پیر
دامنِ آں نفس کُش را سخت گیر

اخلاص ہی سے انسان کی ساری حرکات وسکنات عبادت بن جاتے ہیں۔ اس اخلاص کو سیکھنے کے لئے اہل اللہ کی صحبت اختیار کی جاتی ہے۔ جتنا کسی کی نیت خالص ہوگی اُتنا ہی اجروثواب کا مستحق ہوگا۔

مہمان کا اکرام تمام انبیائے کرام کی سنت ہے اور اولیاء کرام کا شیوہ ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا ○
قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ ○

ترجمہ: ......اور البتہ آچکے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر: بولے سلام۔ وہ بولا سلام ہے، پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک بچھڑا تلا ہوا۔

مہمان نوازی کی رسم جاری فرمائی

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو اُن کے پاس اَولاد کی بشارت دینے کے لئے بھیجا...... کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام سے

کوئی اَولاد نہ تھی اور اُن کو اولاد کی تمنا تھی مگر دونوں کا بڑھاپا تھا۔ بظاہر کوئی اُمید نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے خوشخبری بھیجی اور وہ بھی اس شان کی کہ نرینہ اولاد ہوگی

(تفصیلی واقعہ جاننے کے لئے معارف القرآن جلد نمبر املاحظہ فرمائیں)

چونکہ یہ فرشتے بشکل انسانی آئے تھے۔ (نور اور بشر کا اجتماع ممکن ہے) اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن کو عام مہمان سمجھ کر مہمان نوازی شروع کی۔ بھونا ہوا گوشت سامنے لا کر رکھا۔ مگر چونکہ وہ فرشتے تھے۔ اس لئے کھانا سامنے ہونے کے باوجود اُس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ ابراہیم علیہ السلام کو یہ دیکھ کر اندیشہ لاحق ہوا۔ کیونکہ پہلے زمانہ میں لوگ جس سے دشمنی رکھتے اس کا کھانا نہ کھاتے (مگر آج کل معاملہ اُلٹ ہے کہ کھانا کھا کر بھی میزبان کو ٹھکانے لگا دیتے ہیں)، اس لیے ابراہیم علیہ السلام کو یہ دیکھ کر اندیشہ ہوا۔

فرشتوں نے اُن کا اندیشہ دیکھ کر کہا کہ ہم فرشتے ہیں۔ آپ اندیشہ نہ کریں ہم آپ کو بشارت دینے کے علاوہ قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تین فرشتے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام تھے۔ اُنہوں نے بشکل انسانی آکر ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور اُن کو انسان سمجھ کر مہمان نوازی شروع کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے وہ انسان ہیں جنھوں نے دُنیا میں مہمان نوازی کی رسم جاری فرمائی۔ اُن کا یہ معمول تھا کہ کبھی تنہا کھانا نہ کھاتے بلکہ ہر کھانے کے وقت تلاش کرتے تھے کہ کوئی مہمان آجائے تو اُس کے ساتھ کھائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مجوسی مہمان

❀...... امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض روایات سے نقل کیا ہے کہ ایک روز کھانے کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمان کی تلاش شروع کی تو ایک اجنبی آدمی ملا۔ جب وہ کھانے پر بیٹھا تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بسم اللہ کہو۔ اس نے کہا کہ میں جانتا نہیں کہ اللہ کون اور کیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے اُس کو دستر خوان سے اُٹھا دیا۔ جب وہ باہر چلا گیا تو جبرائیلِ امین آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو اُس کے کفر کے باوجود ساری عمر (یعنی ۷۰ سال تک) اُس کو رزق دیا اور آپ نے ایک لقمہ دینے میں بخل کیا۔

(نبی کا کسی امرِ غیر شرعی پر خاموش رہنا حجت بن جاتی ہے اس لیے اس مجوسی کو روکا) یہ سنتے ہی ابراہیم علیہ السلام اُس کے پیچھے دوڑ پڑے اور اُس کو واپس بُلایا۔ اُس نے کہا کہ جب تک آپ اس کی وجہ نہ بتلائیں کہ پہلے کیوں مجھے نکالا تھا اور اب پھر کیوں بُلا رہے ہیں؟ میں اُس وقت تک آپ کے ساتھ نہ جاؤں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واقعہ بتلا دیا تو اُس نے کہا کہ وہ رب جس نے یہ حکم بھیجا ہے، بڑا کریم ہے میں اُس پر ایمان لاتا ہوں......اور مسلمان ہو گیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ گیا اور مؤمن ہو کر باقاعدہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔

اس واقعہ میں مندرجہ ذیل امور کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

❀......سنت سلام:

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لئے سنت یہ ہے کہ جب آپس میں ملیں تو سلام کریں۔ آنے والے مہمان کو اس میں پیش قدمی کرنا چاہیے اور دوسروں کو جواب دینا چاہیے۔

سلام سے مراد پورا کلمہ "**السلام علیکم**" مراد ہے، جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے لوگوں کو بتلایا ہے۔ یعنی ابتدائے سلام میں السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

❀......**مہمان اور مہمان داری کے چند اصول**

ابراہیم علیہ السلام نے جا کر جلدی سے ایک تلا ہوا بچھڑا لا کر مہمانوں کے سامنے پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کے آتے ہی جو کچھ کھانے پینے کی چیز میسر ہو اور جلدی سے مہیا ہو سکے وہ لا رکھے اور پھر اگر صاحبِ وسعت ہے تو مزید مہمانی کا انتظام بعد میں کرے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں گائے بیل وغیرہ تھے اس لئے بچھڑا ذبح کر کے فوری طور پر اُس کا گوشت تل کر مہمانوں کے سامنے لا رکھا۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ آنے والوں کی مہمانی کرنا آدابِ اسلام اور مکارمِ اخلاق میں سے ہے۔ (انبیاء وصلحاء کی عادت ہے)

مہمانی کرنا واجب ہے یا نہیں اس میں علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ مہمانی کرنا سنت اور مستحسن ہے۔ بعض نے فرمایا کہ گاؤں والوں پر واجب ہے جو شخص اُن کے گاؤں

میں ٹھہرے اُس کی مہمانی کریں کیونکہ گاؤں میں کھانے کا دوسرا انتظام نہیں ہوسکتا اور شہر میں ہوٹل وغیرہ سے انتظام ہوسکتا ہے۔اس لئے شہر والوں پر واجب نہیں۔

مہمان کے آداب میں سے یہ ہے کہ مہمان کے سامنے جو چیز پیش کی جائے اُس کو قبول کرے۔ کھانے کو دل نہ چاہے یا مضر سمجھے تو معمولی سی شرکت دلجوئی کے لئے کرلیں۔میزبان کو چاہیے کہ کھانا رکھ کر فارغ نہ ہوجائے بلکہ اس پر نظر رکھے کہ مہمان کھا رہا ہے یا کہ نہیں...... مگر یہ نظر رکھنا اس طرح ہو کہ مہمان کے کھانے کو تکتا نہ رہے، سرسری نظر سے دیکھ لے۔کیونکہ مہمان کے لقموں کو دیکھنا آدابِ ضیافت کے خلاف اور مہمان کے لئے باعث شرمندگی ہوتا ہے۔

* ہشام بن عبدالملک کے دسترخوان پر ایک روز ایک دیہاتی کو یہ واقعہ پیش آیا کہ دیہاتی کے لقمہ میں بال تھا۔امیرالمؤمنین ہشام نے دیکھا تو بتلایا۔دیہاتی فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ ہم ایسے شخص کے پاس کھانا نہیں کھاتے جو ہمارے لقموں کو دیکھتا ہے۔

* امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ اوّل جب فرشتوں نے انکار کیا تھا تو یہ کہا تھا کہ ہم مفت کا کھانا نہیں کھاتے، اگر آپ قیمت لے لیں تو کھاتے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ ہاں اس کھانے کی ایک قیمت ہے۔وہ ادا کرو۔اور وہ قیمت یہ ہے کہ اللہ کا نام لو اور آخر میں اُس کی حمد کرو۔جبرائیلِ امین نے یہ سن کر ساتھیوں کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو جو خلیل بنایا ہے، یہ اسی کے مستحق ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ کھانے کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہنا سنت ہے۔

اگر کوئی کھانے کے اوّل اور آخر میں دُعا پڑھے تو شکرگزار بندوں میں شمار ہوگا۔

قرآنِ کریم میں یہ واقعہ اس طرح بھی آیا ہے

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ

(ترجمہ:......کیا پہنچی ہے تم کو بات ابراہیم کے مہمانوں کی جو عزت والے تھے۔جب اندر پہنچے اُس کے پاس تو بولے سلام۔وہ بولا سلام ہے یہ لوگ ہیں اوپرے، پھر دوڑا اپنے گھر کو تو لے آیا بچھڑا گھی

میں تلا ہوا۔ پھر اُن کے سامنے رکھا۔ کہا کیوں تم کھاتے نہیں؟ پھر جی میں گھبرایا اُن کے ڈر سے۔ بولے مت ڈر اور خوشخبری دی اُس کو ایک لڑکے ہوشیار کی)

ان آیاتِ قرآنیہ میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ کیا ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ تک پہنچی ہے؟ (معزز اس لئے کہ وہ فرشتے تھے) جیسا کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ...... عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ ...... کہا ہے۔ یہ اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی عادتِ کریمانہ کے مطابق اُن کا اکرام کیا۔ چونکہ فرشتے بشکل انسانی آئے تھے تو ظاہری حالت کے اعتبار سے اُن کے مہمان کہا گیا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ فرشتوں نے آکر سلام کیا یعنی (السلام علیکم) اور جواب میں ابراہیم علیہ السلام نے بھی سلام (یعنی وعلیکم السلام) کہا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اُن کو پہچانا نہیں......اس سے معلوم ہوا کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی ہے۔......غیب سے کیا مراد ہے؟

انسانی اعتبار سے جو چیز نظر و عقل سے پوشیدہ ہو وہ غیب ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی غیب یعنی پوشیدہ اور چھپی ہوئی اشیاء نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم محیط سے کوئی چیز باہر نہیں۔

ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اطلاع علی الغیب کے ضمن میں اپنے پیغمبروں اور اولیائے اُمت کو غیب کی باتوں سے آگاہ کرنا...... مذکورہ آیتِ قرآنی کے منافی نہیں۔......اس کا ثبوت قرآنِ پاک کی اس آیتِ کریمہ سے ملتا ہے۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ......

ترجمہ:...... جاننے والا بھید کا، سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی مگر جو پسند کر دیا کسی رسول کو۔

سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۷۹ میں بھی اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

" وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

ترجمہ:...... اور اللہ نہیں ہے کہ تم کو خبر دے غیب کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں جس کو چاہے۔

ان آیاتِ قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایک یہ کہ علم

ذاتی ہے کسی دوسرے کا دیا ہوا نہیں ہے۔ اور دوسرے یہ کہ تمام کائنات ماضی، حال اور مستقبل کا علم محیط ہے کسی ذرے کا علم بھی حق تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ خود بذریعہ وحی اور الہام وغیرہ سے اپنے انبیاء کو جو امورِ غیبیہ بتلاتے ہیں۔ جن کو قرآن کریم نے...... انبآءِ الغیب...... کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے جیسے

مِنْ انبآءِ الْغَیْب نوْحِیْھَآ اِلَیْكَ

تفصیل کے لیے معارف القرآن جلد نمبر ۸، ص ۵۸۲ ملاحظہ فرمائیں

* مہمان بنتے ہی فوراً اپنا تعارف کرادے تاکہ میزبان کو تردد و پریشانی نہ ہو۔

ابراہیم علیہ السلام نے چونکہ مہمانوں کو پہچانا نہیں اس لیے دل میں یہ کہا کہ یہ اجنبی لوگ ہیں۔ اور ممکن ہے خود مہمانوں کے سامنے ہی اس کا ذکر بطورِ استفہام کے کردیا ہو۔ اور مقصد اُن کا تعارف دریافت کرنا ہو، مگر مہمانوں نے اپنا تعارف جلدی نہ کیا ہو۔

اس لئے ابراہیم علیہ السلام گھر میں مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کرنے اس طرح گئے کہ مہمانوں کو ان کے اٹھ جانے کی خبر نہ ہو ورنہ وہ کھانا اور مہمانی لانے سے انکار کرتے۔

ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس آیت میں مہمان کے لئے چند آدابِ میزبانی کی تعلیم ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ پہلے مہمانوں سے پوچھا نہیں کہ میں آپ کے لئے کھانا لاتا ہوں بلکہ چپکے سے جا کر (اپنے پاس جو سب سے اچھی چیز کھانے کی تھی یعنی) بچھڑا ذبح کیا اور بھون کر لائے۔ دوسرے یہ کہ لانے کے بعد مہمانوں کے سامنے رکھ دیا۔ مہمانوں کو کھانے کے لئے بلانے کی تکلیف نہ دی۔

تیسرے یہ کہ مہمانی پیش کرنے کے وقت اندازِ گفتگو میں کھانے پر اصرار نہ تھا۔ بلکہ فرمایا کیا آپ کھائیں گے نہیں؟ اشارہ اس طرف ہے کہ اگرچہ آپ کو کھانے کی حاجت نہیں مگر ہماری خاطر سے کچھ کھایئے

ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ مہمان کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تو اُن سے کچھ خطرہ محسوس کرنے لگے۔ کیونکہ اُس وقت شرفاء کا معمول یہ تھا کہ مہمان کچھ نہ کچھ مہمانی قبول کر کے کھاتا۔ جو نہ کھاتا اُن سے خطرہ ہوتا تھا کہ شاید کوئی دشمن نہ ہو جو تکلیف پہنچانے آیا ہو۔ اُس وقت کے چوروں اور ظالموں میں یہ شرافت تھی کہ جس کا کچھ کھا لیا پھر اُس کو نقصان نہیں پہنچاتے تھے۔ آج کل معاملہ برعکس ہے کھا پی کر میزبان کو ٹھکانے لگا دیتے ہیں۔

فرشتوں نے جب ابراہیم علیہ السلام کا اندیشہ محسوس کیا تو بولے کہ آپ فکر نہ کریں۔ہم فرشتے ہیں اور آپ کوایک ہوشیار لڑکے کی خوشخبری سنانے آئے ہیں۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ......اللہ کے برگزیدہ بندے......مہمان کی خاطر مدارت اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا واقعہ ذکر کر کے اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تعلیم دیدی کہ جو میری محبت کے دعویدار ہوں اُن کو چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کی طرح مہمانوں کی عزت واکرام اپنا شیوہ بنائیں۔

واقعہ

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک دفعہ ایک یہودی مہمان ہوااور رات گزاری۔صبح ہوتے ہی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مہمان غائب تھا،لیکن بستر ے پر غلاظت موجود تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خوشبودار ہاتھوں سے اُس یہودی مہمان کی غلاظت کو صاف کرنا شروع کیا۔یہودی سے کوئی چیز رہ گئی تھی اس لئے چپکے سے واپس آکر لے جانا چاہا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس یہودی مہمان پر نظر پڑی تو اپنی ناگواری کا بالکل اظہار نہ فرمایااور فرمایا کہ خیر ہے آپ نہ شرمائیں بحیثیتِ انسان ایسا ہوتا رہتا ہے۔

یہودی نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اعلیٰ ظرفی اور اخلاقِ کریمانہ کو دیکھا تو کہا کہ پہلے میرے باطن کی غلاظت صاف کریں اور مجھے کلمہ توحید پڑھائیں۔اور اس طرح وہ یہودی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔کھانا کھلانا یہ بھی اچھی صفت ہے لیکن مہمان کی غلاظت کو صاف کرنا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارمِ اخلاق کا ایک عملی نمونہ ہے۔

ضیافت کے فضائل

''مسلسلات'' روایاتِ حدیث کی ایک مستقل اور دلچسپ قسم ہے۔ایک حدیث نقل کی جاتی ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور اور پانی سے میری دعوت فرمائی اور ارشاد فرمایا:

* جس نے ایک مسلمان کی ضیافت کی تو اُسکا ایسا ثواب ہے گویا اُس نے حضرت آدم علیہ السلام کی ضیافت فرمائی۔

* جس نے دو مسلمانوں کی دعوت کی اس کا ثواب ایسا ہے جیسے اُس نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت بی بی حوا علیہا السلام کی دعوت کی۔

* جس نے تین افراد کی دعوت کی اُس کا ثواب ایسا ہے جیسے اُس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اور اسرافیل علیہ السلام کی دعوت کی۔

* جس نے چار مسلمانوں کی دعوت کی اُس کا ثواب ایسا ہے جیسے اُس نے تورات، انجیل، زبور اور قرآن کریم کی تلاوت کی۔

* جس نے پانچ مسلمانوں کی دعوت کی اُس کا ثواب ایسا ہے جیسے کسی شخص نے جس دن اللہ پاک نے مخلوق کو پیدا فرمایا تھا۔ اُس روزِ اوّل سے قیامت تک پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کیں۔

* جس نے چھ آدمیوں کی ضیافت کی اُس کا ثواب ایسا ہے گویا اُس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ساٹھ (۶۰) غلام آزاد کئے۔

* جس نے سات افراد کی دعوت کی تو اُس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔

* جس نے آٹھ افراد کی دعوت کی تو اُس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

* جس نے نو افراد کی دعوت کی تو حق تعالیٰ اُسکو اتنی تعداد میں نیکیاں عطا فرمائیں گے جتنی کسی شخص نے اللہ تعالیٰ کے مخلوقات کو پیدا کرنے کے پہلے دن سے لے کر قیامت تک نافرمانی کی۔

* جس نے دس افراد کی دعوت کی...... اللہ تعالیٰ اُس شخص کے برابر اجر و ثواب عطا فرمائیں گے جس نے قیامت تک نماز پڑھی روزے رکھے حج اور عمرے کئے۔...... مابعد فضیلت میں ماقبل سب داخل ہے

اس لئے دعوت کے وقت ضیافت کی نیت کرے۔ اتباع سنت کی نیت، مذکورہ ثواب کے حصول کی نیت کرے۔ بلا نیت دعوت کر کے ثواب سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔ ریا و نمود سے بچنا چاہیے۔ ضیافت کرنے والے اور قبول کرنے والے کو برابر ثواب ملے گا۔

ایک آدمی ضیافت کرے (دعوت پکائے) دوسرا پانی ڈالے، تیسرا نمک ڈالے، چوتھا آگ جلائے اور ایک پکائے (یعنی باورچی) سب کو ان شاء اللہ تعالیٰ برابر ثواب ملے گا۔ غرض ضیافت کرنے والا، پکانے

والا، کھانے والا، نمک ڈالنے والا، پانی ڈالنے والا، آگ جلانے والا، اور جس نے یہ طریقہ سمجھایا سب کو برابر ثواب ان شاء اللہ ملے گا۔ سبحان اللہ کیا رحمت کی انتہا ہے۔ ضیافت کے لئے پیٹ بھر کر پورا کھانا کھلانا بھی ضروری نہیں۔ پانی فروٹ، بسکٹ وغیرہ سے بھی دعوت ہوسکتی ہے۔ گھر کے سارے افراد کی ضیافت کی نیت کے ساتھ اُن کے حق کی ادائیگی اور صدقہ کی بھی نیت کرے اور ثوابوں کا ڈھیر کمائیں۔ حق تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

* حدیث شریف کا مفہوم ہے۔ سلام پھیلاؤ، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، پچھلی رات میں نماز (یعنی تہجد کی نماز) پڑھو اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

ایک حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ایک اعلان ہوگا کہ اُمتِ محمدیہ ﷺ کے فقراء کہاں ہیں؟ اُٹھو اور اُن لوگوں کو میدانِ قیامت میں سے تلاش کرو...... جس شخص نے تم میں سے کسی کو میرے لئے ایک لقمہ دیا ہو...... یا میرے لئے کوئی گھونٹ پانی کا دیا ہو...... یا میرے لئے کوئی نیا یا پرانا کپڑا دیا ہو، اُن کے ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دو۔ اس پر فقراء امت اُٹھیں گے اور کسی کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے کہ یا اللہ اس نے مجھے کھانا کھلایا تھا۔ اس نے مجھے پانی پلایا تھا۔ کوئی بھی فقراءِ امت میں سے چھوٹا یا بڑا شخص ایسا نہ ہوگا جو ان کو جنت میں داخل نہ کرائے۔ (کنز الاعمال)

کتنی فضیلت ہے کسی کو صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے ایک لقمہ کھلانے یا ایک گھونٹ پانی پلانے کا۔ اس لئے کسی مہمان وغیرہ کو کھلاتے وقت یہ نیت کرنا چاہیے کہ ایک تو مہمان کا حق ہے دوسرا یہ کہ چونکہ میں گناہ گار ہوں اس لئے اس حدیثِ پاک کو مدنظر رکھ کر صدقہ کی نیت بھی کرے تاکہ بروزِ قیامت شفاعت کا ایک یہ ذریعہ بھی بن جائے۔

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسلمان کے علاوہ کسی کے ساتھ مصاحبت اور ہم نشینی نہ رکھ اور تیرا کھانا متقی لوگ کھائیں۔ (ترمذی)

اس حدیثِ پاک سے دو امر ثابت ہوئے ......ایک یہ کہ عام حالات میں ہم نشینی اور نشست و برخاست غیر مسلموں کے ساتھ نہ رکھے اور فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ مجالست اختیار نہ کرے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ تیرا کھانا متقی لوگ کھائیں۔ تاکہ ان کی عبادت وغیرہ میں تمہارا

حصہ بھی ہو جائے۔اگر اس سے مطلقاً مسلمان مراد ہے،تو مطلب یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ بے ضرورت مجالست اختیار نہ کی جائے۔اور ہر صورت میں تنبیہ مقصود ہے،اچھی صحبت اختیار کرنے پر۔یعنی تیرے گھر پر متقیوں کا آنا جانا ہو۔اُن سے میل جول ہوگا،تو ان کے اثرات بھی پیدا ہوں گے۔

حضور ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ صالح ہم نشین کی مثال مشک بیچنے والے کی ہے۔اگر اس کے پاس بیٹھا جائے تو تجھے تھوڑا سا مشک کا ہدیہ بھی دیدے گا اور تو اس سے خرید بھی لے گا اور دونوں باتیں نہ ہوں تو پاس بیٹھنے کی وجہ سے مشک کی خوشبو سے دماغ معطر رہے گا۔(اور فرحت پہنچتی رہے گی)

اور بُرے ساتھی کی مثال لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھنے کی ہے کہ اگر اس کی بھٹی سے کوئی چنگاری اُڑ کر لگ گئی تو کپڑے جلاوے گی اور یہ بھی نہ ہو۔تو بدبو اور دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں۔(مشکوٰۃ)

ہمارے پیر و مرشد اس کی مثال ایسی دیتے ہیں کہ اہل اللہ یعنی اللہ کے مقبول بندوں کی مجالست اختیار کرنے سے آدمی اللہ والا بن جاتا ہے۔اس لئے اہل اللہ کی مجالست اختیار کرنی چاہیے۔تا کہ دُنیا و آخرت دونوں جہانوں کی بھلائی نصیب ہو جائے۔

جیسا کہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ تیرا کھانا متقی لوگ کھائیں۔اس میں یہ فائدہ بھی ہوگا کہ متقی اور پرہیزگار لوگ جتنی عبادت کریں گے اس میں تیرا بھی حصہ ہوگا۔جتنے بھی اہل اللہ یعنی مشائخِ طریق ہیں وہ سب تقویٰ کے انتہائی بلند مرتبے پر فائز ہوتے ہیں۔کیونکہ تقویٰ کے بغیر تو اللہ والا کوئی بن نہیں سکتا اس لئے جتنا ممکن ہو سکے اللہ والوں کی خدمت اس جذبے کے ساتھ کرنی چاہیے کہ ان کے اعمال میں سے ہمیں بھی کچھ حصہ پہنچ جائے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو کیا خوب بیان فرمایا ہے۔

این خورد گردد پلیدی زوجدا
واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا
این خورد زاید ہمہ بخل و حسد
واں خورد زاید ہمہ نورِ احد

مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ اللہ والے اور عوام الناس ظاہری طور پر کھانے میں ایک جیسے ہیں۔

لیکن باطنی طور پر کھانے کے اثرات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔عوام الناس کھاتے ہیں تو اس کا نتیجہ نجاست کی صورت میں نکلتا ہے۔

ایک ظاہری نجاست اور دوسری باطنی نجاست یعنی بُرے اعمال وغیرہ ان سے صادر ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اللہ والے کھاتے ہیں تو وہ سب خدا کا نور بن جاتا ہے۔یعنی اللہ والے اعمالِ صالحہ کرتے جاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ بزرگوں کو اپنے اُوپر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔سب چیزوں کے کام یکساں لیکن نتائج کے اعتبار سے جدا گانہ ہیں۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شَیر شِیر
شِیر آں باشد کہ مرد اُو راخورد
شیر آں باشد کہ مردم رادرد
جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد
کم کسے زابدالِ حق آگاہ شد
اشقیاء رادیدۂ بینانہ بود
نیک وبد دردیدہ شاں یکساں نمود
ہمسری با انبیاء بر داشتند
اولیاء راہمچو خود پنداشتند
گفتہ اینک مابشر ایشاں بشر
ماوایشاں بستہ خواہیم وخورد
ایں نہ داستند ایشاں ازعمیٰ
ہست فرق درمیاں بے منتہیٰ
کاملاں کز سر تحقیق آگہند
بے خود و حیراں و مست و والہ اند

دیدن دانا عبادت ایں بود
فتح ابواب سعادت ایں بود ''آہ''

چونکہ یہ صاحبِ حال واہلِ دل بزرگوں کے فرمودات ہیں۔......اس لئے ان کو سمجھنے کے لئے کسی اہلِ دل کی صحبت اختیار کرنا ضروری ہے۔ کیوں کہ قیل وقال کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ عقیدت ومحبت وعظمت سے اہلِ دل کی صحبت میں رہ کر یہ دولت نصیب ہوا کرتی ہے۔ اور ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے غیبی انتظام فرمایا ہے کہ گاؤں پوڑہ شریف میں خانقاہِ اشرفیہ گلشن چشتیہ کے غوثِ اعظم جیسی عظیم ہستی کو اہلِ دل بنا کر روحانی طور پر ہماری سیرابی کا انتظام فرمایا ہے۔ اللہ پاک ہمارے پیرو مرشد کی عمر خیر وعافیت کے ساتھ دراز فرمائے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

خدا کی قسم مثنوی شریف کے اشعار انسان کے باطن میں آگ لگاتے ہیں۔

مثنوی شریف میں اللہ کی محبت کی ایسی تپش ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ کیوں ہے؟ اس لئے کہ یہ ایک اللہ والے کے باطن کی آگ ہے، جو دوسروں کو بھی گرما دیتی ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو خیرو عافیت کے ساتھ اپنی محبت کی گرمی نصیب فرمائے۔ آمین

❀......امامِ غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی مصاحبت اختیار کی جائے اُس میں پانچ چیزیں ہونی چاہئیں۔

1. صاحبِ عقل ہو۔ اس لئے کہ عقل اصل رأس المال ہے۔ بے وقوف کی مصاحبت میں کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ احمق کی صورت کو دیکھنا بھی خطا ہے۔
2. دوسری چیز یہ ہے کہ اُس کے اخلاق اچھے ہوں۔
3. تیسری چیز یہ ہے کہ وہ فاسق نہ ہو۔
4. چوتھی چیز یہ ہے کہ وہ بدعتی نہ ہو۔
5. پانچویں چیز یہ ہے کہ وہ دنیا کمانے کا حریص نہ ہو۔

حضرت امامِ باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت

فرمائی کہ پانچ قسم کے آدمیوں کے ساتھ نہ رہنا، اُن سے بات بھی نہ کرنا حتیٰ کہ راستہ چلتے ہوئے اُن کے ساتھ راستہ بھی نہ چلنا۔

1. فاسق شخص کہ وہ تجھے ایک لقمہ بلکہ لقمہ سے بھی کم میں فروخت کردے گا۔
2. بخیل کے پاس نہ جائیو کہ وہ تجھ سے ایسے وقت میں تعلق توڑ دے گا جب تو اس کا محتاج ہو۔
3. جھوٹے کے پاس نہ جائیو کہ وہ دور کو قریب اور قریب کو دور ظاہر کرے گا۔
4. احمق کے پاس نہ جانا کہ وہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا مگر نقصان پہنچا دے گا۔
5. قطع رحمی کرنے والے کے پاس نہ جانا...... کیونکہ میں نے قطع رحمی کرنے والے پر قرآن پاک میں تین جگہ لعنت پائی ہے۔

❀...... حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک فاحشہ عورت کی اتنی بات پر بخشش کردی گئی کہ وہ چلی جارہی تھی۔ اس نے ایک کنویں پر دیکھا کہ ایک کتا کھڑا ہوا ہے۔ جس کی زبان پیاس کی شدت کی وجہ سے باہر نکلی پڑی ہے اور وہ مرنے کو ہے۔ اس عورت نے اپنے پاؤں سے (چمڑہ کا) موزہ نکالا اور اس کو اپنی اوڑھنی میں باندھ کر کنویں میں سے پانی نکالا اور اس کتے کو پلایا۔

❀ حضور ﷺ سے کسی نے پوچھا کیا ہم لوگوں کو جانوروں کے صلہ میں بھی ثواب ملتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہر جگر رکھنے والے پر احسان کرنے میں ثواب ہے (مشکوٰۃ)

حضور ﷺ نے قاعدہ اور ضابطہ بیان فرمادیا کہ ہر جاندار کو کھلانے پلانے میں اجر ہے۔ ضرورت اور احتیاج کی شدت اور قلّت کو دیکھا جائے۔ جتنی زیادہ احتیاج ہو، اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی دینی مصلحت ہو، خیر کی نیت ہو۔ تو جتنی خیر اور دینی مصلحت کا درجہ ہوگا اسی درجے کا ثواب ملے گا۔ اگر کوئی دینی مصلحت نہ ہو تو تمام حالات میں متقی کو کھلانے میں زیادہ اجر و ثواب ملے گا۔

مہمان کا اکرام کرنے کے بارے میں چند احادیث

حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ شخص (لالچ) سے بَری ہے

* مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہو۔

* مہمانوں کی مہمان داری کرتا ہو۔

* اورلوگوں کی مصائب میں مدد کرتا ہو۔

حضوراقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ جوشخص اللہ پر ایمان رکھتا ہےاورآخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔اس کو چاہیے کہ مہمان کا اکرام کرے اوراپنے پڑوسی کو نہ ستائے۔اورزبان سے کوئی بات نکالے تو بھلائی کی بات نکالے ورنہ چپ رہے......اوردوسری روایت میں ہے کہ صلہ رحمی کرے (مشکوٰۃ)

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضوراقدس ﷺ مہمان کی ضیافت کا حکم فرمایا کرتے تھے۔(مجمع الزوائد)

حضورِاقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ جوشخص اللہ جل شانہ پراورآخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔مہمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ اتنا طویل قیام کرے جس سے میزبان مشقت میں پڑ جائے (مشکوٰۃ)

اس حدیث پاک میں حضورِاقدس ﷺ نے دوآداب ارشاد فرمائے ......ایک میزبان کے متعلق اور دوسرا مہمان کے متعلق ......میزبان کا ادب یہ ہے کہ وہ اللہ اورآخرت پر ایمان رکھتا ہوتو مہمان کا اکرام کرے اوراکرام یہ ہے کہ کشادہ روئی اورخُوش خُلقی سے پیش آئے۔نرمی سے گفتگو کرے اورایک دوسری حدیث میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ آدمی مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک مشایعت کے لئے جائے (مشکوٰۃ)

اورمہمان کا جائزہ ایک دن رات ہے۔......اس کی تشریح وتوضیح میں مختلف اقوال ہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد......اکرام واعزازاورخصوصی تحفے ہیں......یعنی ایک دن رات......تواس کے اعزاز میں اچھا کھانا تیار کرے اورباقی ایام میں معمولی مہمانی۔اس کے بعد پھر علماء کے اس میں مزید اقوال ہیں

* کہ تین دن کی مہمانی......وہ اس ایک دن کے بعد ہے،یعنی مہمان کا حق کل چار دن ہوگئے یا وہ ایک دن خصوصی اعزاز کا بھی انہیں تین دن میں داخل ہے۔

* دوسرا مطلب یہ ہے کہ جائزہ سے مراد ناشتہ ہے راستہ کا۔اورحاصل اس بحث کا یہ ہے کہ اگر مہمان قیام کرے تو تین دن کی مہمانی ہے۔اورقیام نہ کرسکے تو ایک دن کا ناشتہ (فتح الباری)

* تیسرا مطلب یہ ہے کہ جائزہ سے مراد تو ناشتہ ہے ہی لیکن اس کا مطلب علماء نے یہ لکھا ہے کہ تین دن کی مہمانی اور چوتھے دن رخصت کے وقت ایک دن کا ناشتہ۔

* چوتھا مطلب یہ ہے کہ جائزہ سے مراد گزر ہے۔اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص مستقل ملاقات کے لئے آئے اس کا حق تین دن قیام کا ہے۔اور جو راستے میں گزرتے ہوئے ٹھہر جائے کہ اصل مقصود آگے جانا تھا۔ یہ جگہ راستے میں پڑ گئی اس لئے یہاں بھی قیام کرلیا تو اس کے قیام کا حق صرف ایک دن ہے۔(منذری)

ان سب اقوال کا خلاصہ مختلف حیثیات سے مہمان کے اکرام کا اہتمام ہی ہے...... کہ ایک دن اس کے لئے خصوصی کھانے کا اہتمام کرے اور روانگی کے وقت ناشتے کا بھی...... بالخصوص ایسے راستوں میں جہاں راستے میں کھانا نہ مل سکتا ہو۔

دوسرا ادب مہمان کے متعلق حدیثِ بالا میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ مہمان اتنا طویل قیام نہ کرے جس سے میزبان کو تنگی اور دِقت پیش آئے۔

ایک اور حدیث پاک میں اس لفظ کی جگہ یہ ارشاد ہے۔کہ اتنا نہ ٹھہرے کہ میزبان کو گناہگار بنادے یعنی طویل قیام کی وجہ سے میزبان اس کی غیبت کرنے لگے...... یا ایسی حرکت کرے جس سے مہمان کو اذیت ہو یا مہمان کے ساتھ بدگمانی کرنے لگے۔ یہ سب امور میزبان کو گناہ گار بنانے والے ہیں۔

لیکن یہ سب کچھ اس صورت میں ہے کہ......میزبان کی طرف سے قیام پر اصرار اور تقاضہ نہ ہو۔ یا گمانِ غالب یہ ہو کہ زیادہ قیام اس پر گراں نہیں۔

ایک حدیث پاک میں ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا چیز ہے جو اس کو (میزبان کو) گناہ میں ڈالے حضور ﷺ نے فرمایا اس کے پاس اتنا قیام کرے کہ میزبان کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہو۔

اس ضمن میں امامِ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصہ نقل کیا ہے۔حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے گئے۔انہوں نے جو کی روٹی اور نیم پختہ نمک ہمارے سامنے رکھ دیا۔میرا ساتھی کہنے لگا کہ اگر اس کے ساتھ سَعْتَر (پودینہ کی ایک قسم ہے) ہوتا تو بڑا لذیذ ہوتا۔حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور وضو کا لوٹا رہن کر کے سَعْتَر خرید کر لائے۔جب ہم کھا چکے تو

میرے ساتھی نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَنَّعَنَا بِمَارَزَقَنَا

یعنی سب تعریف اللہ جل شانہ کے لئے ہے جس نے ہمیں ماحضر پر قناعت کی توفیق عطا فرمائی۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تمہیں ماحضر پر قناعت ہوتی تو میرا لوٹا گروی نہ رکھا جاتا۔

خلاصہ یہ کہ میزبان سے ایسی فرمائش کرنا جس سے اُس کو دِقت ہو۔ یہ بھی میزبان کو تنگی میں ڈالنا ہے۔ دوسرے یہ کہ گھر جا کر چُناں چُنیں کرنا یہ چاہیے وہ چاہیے ہرگز مناسب نہیں۔ جو حاضر کر رہا ہے صبر وشکر اور بشاشت کے ساتھ کھالینا چاہیے، بسا اوقات فرمائش کرنا میزبان کی تنگی کا سبب ہوتا ہے۔

البتہ اگر میزبان کے حال سے یہ اندازہ ہو کہ وہ فرمائش سے خوش ہوتا ہے۔ مثلاً فرمائش کرنے والا کوئی محبوب ہو اور جس سے فرمائش کی جائے وہ جان نثار ہو، تو جو چاہے فرمائش کرے۔

واقعہ

❀ ......اس ضمن میں فضائل صدقات میں ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں زَعفرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان تھے۔ اور وہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی خاطر میں روزانہ اپنی باندی کو ایک پرچہ لکھا کرتا تھا۔ جس میں اُس وقت کے کھانے کی تفصیل ہوتی تھی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وقت باندی سے پرچہ لے کر دیکھا اور اس میں اپنے قلم سے ایک چیز کا اضافہ فرمادیا۔ دسترخوان پر جب زَعفرانی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ چیز دیکھی تو باندی پر اعتراض کیا کہ میں نے اس کے پکانے کو نہیں لکھا تھا۔ وہ پرچہ لے کر آقا کے پاس آئی اور پرچہ دکھا کر کہا کہ یہ چیز حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے قلم سے اضافہ کی تھی۔ زَعفرانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس کو دیکھا اور حضرت کے قلم سے اس میں اضافہ پر نظر پڑی تو خوشی سے باغ باغ ہوگیا۔ اور اس خوشی میں اس باندی کو آزاد کردیا۔

(فضائل صدقات ص ۱۳۸)

اگر ایسا کوئی مہمان ہو اور ایسا میزبان ہو تو یقیناً فرمائش بھی لطف کی چیز ہے۔

مہمان کے حقوق

❀ مہمان کی آمد کے وقت بشاشت اور کشادہ روئی سے پیش آنا چاہیے۔

❀ اُس کے معمولات وغیرہ کا انتظام کرنا چاہیے تاکہ ان کو راحت پہنچے۔

❀ تواضع وتکریم کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔

❀ اگر ہو سکے تو اپنے ہاتھ سے خدمت کرنی چاہیے۔

❀ کم از کم ایک دن کے لئے کھانے میں تکلف کرنا، اتنا ہی جس سے نہ اپنے کو تردد ہو اور نہ اس کو حجاب ہو۔

❀ کم از کم تین روز تک مہمان داری کرنا۔

❀ اتنا مہمان کا حق ہے۔ زیادہ ٹھہرے تو میزبان کی طرف سے احسان ہے۔

مہمان کے آداب

مختصر طور پر مہمان کے کچھ آداب نقل کئے جاتے ہیں۔

(تفصیل کے لئے آداب المعاشرت مصنفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ فرمائیں)

۱ اگر کسی کے ہاں مہمان جاؤ اور تم کو کھانے کی رغبت نہ ہو یا روزہ ہو تو جاتے ہی فوراً اطلاع کردو۔

۲ مہمان کو چاہیے کہ کسی کی دعوت بغیر میزبان کی اجازت حاصل کئے ہوئے قبول نہ کرے۔

۳ اگر کوئی بات کرنی ہو تو موقع پا کر فوراً اپنی بات کہہ دے، انتظار نہ کرے۔

۴ اگر کہیں مہمان جائے تو بحیثیت مہمان وہاں کے انتظامات میں ہرگز دخل نہ دے، ہاں اگر میزبان اجازت دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۵ مہمان کو چاہیے کہ اگر کوئی چیز مانگنا ہو تو تحکم کا لہجہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے، یہ بداخلاقی ہے۔ مثلاً پانی مانگنا ہو تو یوں کہے کہ تھوڑا پانی دیجئے گا۔

۶ میزبان سے کسی چیز کی فرمائش نہ کرے، جو وہ حاضر کرے وہی کھائے۔

۷ اگر کسی کام کے لئے تھوڑی دیر کے لئے کہیں جانا ہو تو میزبان سے اجازت لینی چاہیے۔

۸ مہمان کو چاہیے کہ میزبان کے پاس اتنا نہ ٹھہرے کہ جس سے وہ تنگ ہو جائے۔

۹ مہمان کو چاہیے کہ فضول باتوں سے احتراز کرے۔

۱۰ مہمان کو چاہیے کہ اگر مرچ کم کھانے کا عادی ہو یا پرہیزی کھانا کھاتا ہے تو پہنچتے ہی فوراً میزبان کو

اطلاع کردے۔

بعض لوگ جب دستر خوان پر کھانا آجاتا ہے تو اُس وقت نخرے کرتے ہیں۔

۱۱ مہمان کو چاہیے کہ اگر پیٹ بھر جائے تو تھوڑا سالن روٹی ضرور چھوڑ دے۔ تاکہ میزبان کو تسلی ہو کہ مہمان سیر ہو چکا ہے۔

۱۲ اگر میزبان کئی قسم کے کھانے لائے تو تھوڑا تھوڑا سب سے کھائے۔ ہاں بیمار ہو یا پرہیز ہو تو دوسری بات ہے۔

۱۳ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر سائل آکر سوال کرے تو میزبان کی اجازت کے بغیر دستر خوان سے دینا جائز نہیں۔

۱۴ مہمان کو چاہیے کہ کسی کو اپنا طفیلی نہ بنائے۔

۱۵ مہمان کو چاہیے کہ پہنچتے ہی میزبان کو اپنے معمولات کی اطلاع کردے۔

میزبان کے آداب

* جو مہمان کے حقوق ہیں۔ وہ میزبان کے آداب سے ہیں۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل چند آداب بھی اس ضمن میں نقل کئے جاتے ہیں۔
* کھانے پر اصرار تکلف کے ساتھ (خلافِ مصلحتِ مہمان) نہ چاہیے۔
* دستر خوان پر سالن کی ضرورت ہو تو دوسرے برتن میں لے آئیں، کھانے والے کے سامنے سے برتن مت اٹھائیں۔
* کھانے پینے کی چیز اس کے پاس ڈھانک کر بھیجیں۔
* میزبان مہمان کے اُوپر مسلط نہ ہونا چاہیے بلکہ آزاد چھوڑ دینا چاہیے کہ جس طرح چاہے کھائے۔
* مہمان نوازی میں اعتدال سے کام لینا چاہیے۔
* دو یا دو سے زائد مہمانوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جائے۔ ہاں کسی بزرگ وغیرہ کا معاملہ دوسری حیثیت رکھتا ہے۔
* مہمان کی راحت کا خیال رکھیں۔ اس کے آنے کے بعد پاخانہ پیشاب کی جگہ دکھلا دینا چاہیے تاکہ

اچانک ضرورت کے وقت دِقت نہ ہو۔

- مہمان کے پہنچتے ہی جو چیز آسانی سے میسر ہو وہ پیش کریں۔
- مہمان کے کھانا کھاتے وقت کھانے کو نہ تکتا رہے بلکہ سرسری نظر سے دیکھ لے کہ مہمان کھا رہا ہے یا کہ نہیں۔ کیونکہ مہمان کے لقموں کو دیکھنا آدابِ ضیافت کے خلاف اور مہمان کے لئے باعث شرمندگی ہے
- جس مہمان سے بے تکلفی نہ ہو۔ اس سے اس کے گھر کا حال نہ پوچھنا چاہیے۔ یعنی مال و دولت، پوشاک وزیور کا حال وغیرہ۔
- مہمان کے سامنے کسی پر غصہ نہیں کرنا چاہیے، اس سے مہمان کا دل ویسا کھلا ہوا نہیں رہتا جیسے پہلے تھا۔

(مزید تفصیل کے لئے آداب المعاشرت کا مطالعہ فرمائیں)

بادشاہا جرم مارا در گزار
ما گناہ گاریم و تو آمرزگار
پیش یوسف نازش و خوبی مکن
جز نیاز و آہ یعقوبی مکن
چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش
ہمچو او با گریہ و آشوب باش
اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرِ من پیدا مکن
تو غنی از دو عالم من فقیر
گر می بینی را حسابم ناگزیر
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

مہمان کے آداب خاص دعوت کے موقع پر

بلا اجازت گھر میں داخل نہ ہوں۔

وقت سے پہلے آکر کھانے کا انتظار نہ کریں۔

دعوت کے بعد (یعنی کھانے کے بعد) زیادہ دیر تک نہ بیٹھیں۔

ادب ومحبت کا حسین امتزاج:

ایک دیہاتی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد تھا، حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ایک دن عرض کیا کہ حضرت میری مٹھائیوں کی دکان ہے اور میری خواہش ہے کہ آپ کی دعوت کروں۔حضرت نے فرمایا کہ بھائی تم غریب آدمی ہو تمہاری مالی حالت کمزور ہے تم میری کیا دعوت کرو گے۔اس نے بہت اصرار کیا تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی اگر دعوت کرنی ہی ہے تو اس طرح کرو کہ ایک لڈو میرے لیے لے آؤ۔یہی میری دعوت ہوگی۔یہ سن کر دیہاتی نے کہا کہ حضرت ایک لڈو سے کیا ہوگا۔حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی اگر دعوت کرنی ہے تو ایک ہی لے آؤ ورنہ ضرورت نہیں۔

دیہاتی یہ سن کر چلا گیا۔اگلے روز وہ سر پر ایک بھاری دیگچہ اٹھائے ہانپتا کانپتا خانقاہ پہنچا۔حضرت نے جب اس دیہاتی کو دیکھا تو کہا کہ یہ کیا لائے ہو،اسے واپس لے جاؤ، میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ ایک لڈو لانا ہے۔دیہاتی نے کہا کہ حضرت آپ ایک ہی لڈو نوش فرمالیں۔دیہاتی نے جب دیگچہ نیچے اتارا اور ڈھکن کھولا تو اس کے اندر ایک ہی لڈو اور وہ بھی پورے دیگچے کے برابر تھا۔حضرت نے لڈو دیکھ کر سر پکڑ لیا۔دیہاتی نے کہا کہ حضرت اب آپ کو یہ لڈو کھانا ہوگا۔

فائدہ:...... بزرگوں کی صحبت وعقیدت سے کیسی سمجھ پیدا ہو جاتی ہے کہ شیخ کی بات بھی مانی اور اپنے دل کی بھڑاس بھی نکالی۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کس طرح بہانے ڈھونڈتی

حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ بندہ سے حساب لے گا جب اس کی برائیاں اس کی نیکیوں پر غالب ہوں گی تو اس کو دوزخ کا حکم دیا جائے گا۔چنانچہ جب فرشتے اس کو دوزخ کی طرف لے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام سے فرمائے گا کہ میرے بندہ کے پاس پہنچو اور اس سے پوچھو کہ کیا وہ دنیا میں کسی عالم کی مجلس میں بیٹھا ہے۔تاکہ میں اس عالم کی سفارش سے اس کو بخش دوں۔

جبرئیل علیہ السلام اس سے پوچھیں گے:......وہ کہے گا کہ نہیں۔

پھر حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام عرض کریں گے کہ اے رب! تو اپنے بندہ کا حال خوب جانتا ہے کہ اس نے کہا کہ نہیں۔

اس کے بعد اللہ جل شانہ فرمائے گا کہ آیا وہ کسی عالم کو دوست رکھتا تھا۔

وہ کہے گا کہ نہیں۔

اس کے بعد اللہ جل شانہ فرمائے گا کہ اس سے پوچھو کہ کیا وہ دسترخوان پر کسی عالم کے ساتھ بیٹھا تھا۔

وہ کہے گا کہ نہیں۔

اس کے بعد اللہ جل شانہ فرمائے گا اس سے پوچھو کہ آیا یہ اس گلی میں سکونت رکھتا تھا جس میں کوئی عالم تھا۔

وہ کہے گا کہ نہیں۔

پھر خداوند عالم فرمائے گا کہ اس سے پوچھو کہ آیا اس کا نام کسی عالم کے نام یا اس کا نسب کسی عالم کے نسب کے موافق تھا۔

وہ کہے گا کہ نہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس سے پوچھو کہ آیا یہ کسی ایسے آدمی سے محبت رکھتا تھا جو کسی عالم کو محبوب رکھتا تھا؟

پس وہ کہے گا کہ ہاں میں ایسے شخص سے محبت رکھتا تھا۔

پھر تو اللہ تعالیٰ جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمائے گا کہ اس کا ہاتھ پکڑو اور اسے جنت میں داخل کرو۔

اس لئے کہ میں نے اس کو اسی وجہ سے بخش دیا۔ (حیاۃ الصحابہ)

مہمان نوازی کے متعلق چند حکایات

مہمانوں کو کھانا کھلانے سے باقی باللہ بن گیا

حضرت خواجہ باقی باللہ کا واقعہ ہے۔ جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔ دلی کے باہر رہتے تھے ایک دن چند مہمان آ گئے۔ مقدر کی بات کہ شیخ اس وقت تہی دست تھے۔ اتنا بھی پاس نہیں تھا کہ ضروری مدارات کر سکیں۔ شیخ بہت پریشان ہوئے، کبھی حجرے کے اندر تشریف لے جاتے اور کبھی فرطِ اضطراب میں باہر آتے۔

ان کے قریب ہی ایک نانبائی کی دکان تھی، نانبائی پہلے سے شیخ کا معتقد تھا۔ اس نے دیکھ کر پہچان لیا کہ شیخ مہمانوں کی خاطر داری نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہو رہے ہیں۔ اس نے فوراً عمدہ خوان حاضر کر دیا۔ مہمانوں نے کھانا کھا لیا۔ شیخ رحمہ اللہ اس پر بہت خوش ہوئے، اور اس نانبائی سے کہا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ عرض کیا کہ حضرت کی دعاؤں سے سب کچھ اللہ کا عطا کردہ موجود ہے۔ حضرت نے جب اصرار فرمایا تو اس نے کہا کہ حضرت بس اپنے جیسا کر دیجئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اور کچھ مانگا ہوتا، لیکن نانبائی نے اس خواہش و طلب پر اصرار کیا۔ شیخ اس کو اپنے حجرے میں لے گئے اور توجہ دے کر اپنی روح کو جو حاملِ کمالات تھی، اس کی روح سے متحد کر دیا اور اسے ان کمالات کا حامل بنا دیا۔ غرض تھوڑی دیر کے بعد جب دونوں حجرے سے نکلے تو نانبائی شیخ کی شبیہ بن چکا تھا۔ حتیٰ کہ صورت میں بھی کوئی فرق نہ تھا، فرق تھا تو صرف اس قدر کہ شیخ ہوش مند تھے اور نانبائی مست۔ اس پر ایک سکر کی کیفیت طاری تھی۔ یہ نانبائی تین دن کے بعد واصل بحق ہو گیا۔

❀ ارشاد فرمایا: مگر یہ نانبائی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ بن کر مرا۔ چونکہ یہ چیز نانبائی کے اصرار سے دفعتہً دی گئی تھی۔ اس لیے نانبائی برداشت نہ کر سکا۔ اس عالمِ فانی میں کمالات عطا کرنے کا قانون تدریجاً ہے۔

عرب میں مختلف اطراف اور صوبوں سے جوق در جوق لوگ بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں آتے تھے۔ مخصوص لوگ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اُتارے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس اُن مہمانوں کی

خاطر داری اور تواضع فرماتے تھے۔ یوں بھی جو لوگ حاضر ہوتے تھے، بغیر کچھ کھائے پیئے واپس نہ آتے تھے۔

رملہ رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں۔ اُن کا گھر دار الضیوف تھا۔ اُمِ شریک رضی اللہ عنہا ایک انصاریہ صحابیہ تھیں۔ اُن کا گھر بھی گویا ایک مہمان خانہ تھا۔

آپ ﷺ کے ہاں فیاضی میں کافر و مسلمان کا امتیاز نہ تھا۔ مشرک و کافر بھی آپ کے مہمان ہوتے، آپ ﷺ یکساں اُن کی مہمان نوازی کرتے۔ جب اہل حبشہ کا وفد آیا تو آپ ﷺ نے خود اپنے ہاں اُن کو مہمان کیا اور خدمت کی۔

حضور ﷺ کے مہمان کی مہمانی

ایک صحابی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک اور پریشانی کی حالت کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا، کہیں کچھ نہ ملا۔ تو حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو ان کی ایک رات کی مہمانی قبول کرے۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں مہمانی کروں گا۔ ان کو گھر لے گئے اور بیوی سے فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کے مہمان ہیں جو اکرام کر سکے اس میں کسر نہ چھوڑنا اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا: خدا کی قسم بچوں کے قابل کچھ تھوڑا سا رکھا ہے، اس کے علاوہ کچھ بھی گھر میں نہیں۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بچوں کو بہلا کر سُلا دیجئیو اور جب وہ سو جائیں تو کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھ جاویں گے اور تو چراغ کے درست کرنے کے بہانے سے اُٹھ کر اُس کو بجھا دینا۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور دونوں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے رات گزاری، جس پر یہ آیت ...... (وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ) ......نازل ہوئی۔

(ترجمہ: ......اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگر چہ ان پر فاقہ ہی ہو)۔......اللہ ہم سب کو اور ہمارے بیوی بچوں کو بھی اس طرح مہمان کی مہمان داری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

چراغ کا بجھانا

ایک صحابی روزہ پر روزہ رکھتے تھے۔ افطاری کے لئے کھانے کی کوئی چیز میسر نہ تھی۔ ایک انصاری صحابی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا۔ بیوی سے کہا کہ میں رات کو ایک مہمان لاؤں گا، جب کھانا شروع کریں

تو تم چراغ کو درست کرنے کے بہانے بجھا دینا۔ اور جب تک مہمان کا پیٹ نہ بھر جائے خود نہ کھانا۔ چنانچہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ ساتھ میں سب شریک رہے، جیسے کھا رہے ہوں۔...... صبح کو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کا تمہارا اپنے مہمان کے ساتھ برتاؤ حق تعالیٰ شانہ کو بہت پسند آیا۔

مہمان کے لئے رونا

ایک شخص نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں۔ اس نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ سات دن سے کوئی مہمان نہیں آیا۔ مجھے اس کا ڈر ہے کہ کہیں حق تعالیٰ شانہ نے میری اہانت کا ارادہ تو نہیں کیا۔ یہ حضرات مہمان کی آمد کو اپنے لئے بہت بڑی سعادت سمجھتے۔

کرامت صدیق و برکت مہمان

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مہمانوں کو اپنے گھر لے آئے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گفتگو میں اتنے مصروف رہے کہ رات کا کھانا دسترخوانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کھا لیا۔ جب گھر تشریف لائے تو زوجہ محترمہ نے عرض کیا کہ مہمانوں کو گھر لا کر خود کہاں غائب رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تک مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا۔ عرض کیا گیا کہ کھانا مہمانوں کو پیش کیا گیا لیکن انہوں نے صاحبِ خانہ کی غیر موجودگی میں کھانے سے انکار کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسی وقت مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ اور سب مہمانوں نے خوب شِکم سیر ہو کر کھا لیا۔ مہمانوں نے بیان کیا کہ جب ہم کھانے کے برتن میں سے لقمہ اُٹھاتے تو جتنا کھانا ہاتھ میں آتا اُس سے کہیں زیادہ کھانا برتن میں نیچے سے اُبھر کر بڑھ جاتا تھا۔ اور جب کھانے سے فارغ ہوئے تو کھانا بجائے کم ہونے کے پہلے سے زیادہ ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اُس کھانے کو اُٹھا کر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لے گئے۔ جب صبح ہوئی تو اچانک مہمانوں کا ایک قافلہ دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اُترا جس میں بارہ قبیلوں کے سردار تھے۔ اور ہر سردار کے ساتھ بہت سے شُتر سوار تھے۔ سب لوگوں نے یہی کھانا کھایا اور قافلے کے سردار اور مہمانوں کا گروہ سب اس کھانے سے شِکم سیر ہو گئے۔ لیکن پھر بھی اس برتن میں کھانا ختم نہیں ہوا بلکہ پہلے جتنا رہا۔

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی اور مہمانوں کی تکریم کی برکت کا نتیجہ تھا۔ مہمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ گھر میں برکتوں کا نزول فرماتے ہیں۔

کافر مہمان کا اکرام

ایک دفعہ ایک کافر مہمان ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری کا دودھ اُسے پلایا، وہ سارے کا سارا پی گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بکری منگوائی اُس کا دودھ بھی کافی نہ ہوا۔ غرض سات بکریوں تک نوبت آئی۔ جب تک سیر نہ ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پلاتے گئے۔

❀......کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود رہتا وہ ان کی نذر ہو جاتا......اور تمام اہل وعیال فاقہ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اپنے مہمانوں کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔

❀......صحابہ میں سے مفلس اور نادار گروہ اصحابِ صفہ کا تھا۔ وہ مسلمانوں کے عام مہمان تھے۔ لیکن اُن کو زیادہ تر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہونے کا شرف حاصل ہوتا۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس دو آدمی کا کھانا ہو، وہ ان میں سے تین آدمی کو اور جس آدمی کے پاس چار آدمی کا کھانا ہو اِن میں سے پانچ آدمیوں کو ساتھ لے جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین آدمی ساتھ لائے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کو ہمراہ لے گئے۔

❀......ایک دفعہ اصحابِ صفہ کو لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے اور فرمایا کھانے کو جو کچھ ہو لاؤ۔ کھانا لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کی اور چیز طلب کی تو چھوہارے کا حریرہ پیش ہوا۔ اس کے بعد بڑے پیالے میں دودھ حاضر کیا گیا اور یہ کھانے کی آخری قسط تھی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آقائے نامدار سرورِ کائنات محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

مہمان کا سامان سر پر

مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ کاندھلہ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک شخص مل گیا دریافت فرمایا کہاں جاؤ گے۔......اس نے جواب دیا کہ کاندھلہ مولوی مظفر حسین کے پاس (اس شخص نے حضرت کو نہ پہچانا۔ اور آپ نے بھی راستے میں اپنا تعارف نہ فرمایا)

اس کے پاس سامان تھا اور آپ خالی ہاتھ تھے۔آپ نے اس آدمی سے سامان لے کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ کاندھلہ آکر جب اس شخص کو معلوم ہوا کہ یہی مولوی صاحب ہیں تو بہت پشیمان ہوا۔آپ نے فرمایا اس میں کیا حرج تھا۔میں خالی ہاتھ تھا اور تم بوجھ لئے ہوئے آرہے تھے۔یہ ہے مہمان کا اکرام،کوئی کر کے دکھائے۔

سادگی و بے تکلفی

مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہاں جاتے فوراً کہہ دیتے کہ میں تمہارا مہمان ہوں ایک دن ٹھہروں گا یا دو دن۔ایک دفعہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے۔......مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب خاطر مدارت کی۔صبح کو مولانا صاحب نے ناشتہ کے لئے کہا تو مولانا مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھے رام پور جانا ہے۔کھانا تیار کرنے میں دیر لگے گی اور منزل کھوٹی ہو جائے گی،اس لیے رات کا کھانا رکھا ہوا ہو تو لا دو۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ماش کی دال اور روٹی لا دی۔آپ نے دال روٹی پر اُلٹ کر پلے میں باندھ دی اور رخصت ہو گئے۔رام پور پہنچے تو حکیم ضیاء الدین صاحب سے کہا کہ مولوی رشید احمد صاحب بڑے اچھے آدمی ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا بزرگ ہیں۔فرمایا میں ان کے بزرگ ہونے کی تعریف نہیں کر رہا، بزرگ تو ہیں ہی۔ میں تو کہہ رہا ہوں کہ بہت اچھے آدمی ہیں۔اور وہ اس لئے کہ انہوں نے کھانے کے لئے کہا اور میرے ہی کہنے پر جو کھانا رکھا ہوا تھا بلا تکلف لا دیا۔اس واسطے کہہ رہا ہوں کہ بڑے اچھے آدمی ہیں۔

❀......حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنا تمام مال و متاع درویشوں میں تقسیم کیا تھا۔ایک دن آپ کے ہاں مہمان آ گیا۔جو کچھ تھوڑا بہت پاس تھا،سب مہمان داری میں صرف کر دیا۔اور فرمایا کہ یہ مہمان اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے۔حتی الامکان اس کی خدمت میں کمی نہ کرنی چاہیے۔

❀......حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک مہمان سے بڑھ کر کوئی چیز پسندیدہ نہیں کیونکہ اس کی روزی اور اجرت خدا تعالیٰ کے ذمہ ہوتی ہے۔اور میرا درمیان میں کوئی تعلق نہیں۔

اکتالیس چراغ

حضرت ابو حفص خداد کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آپ کے ہاں چالیس آدمی مہمان ہوئے جن میں شبلی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔خوب خاطر مدارت کے بعد رات کو اکتالیس چراغ روشن کرائے۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ تکلف میں شامل نہیں ؟ آپ نے فرمایا انہیں بجھا دو۔ چنانچہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے چراغ بجھانے چاہے مگر ایک کے سوا کوئی چراغ نہ بجھا سکے۔ آخر آپ سے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا مہمان فرستادۂ خدا ہوتا ہے۔ تم چونکہ چالیس مہمان تھے۔ اور ہر ایک کے لئے میں نے ایک ایک چراغ جلایا اور ایک چراغ میرے نام کا تھا۔ تمہارے بجھانے پر میرے نام کا جلایا ہوا چراغ بجھ گیا اور خدا کے نام پر جلائے ہوئے چراغ نہ بجھ سکے۔ خلوص ہو تو ایسا۔

نورِ حق شمعِ الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہوا خدا اس کو جَلا سکتا ہے کون

الغرض مہمانوں کی مہمان داری اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کا شیوہ ہے۔ اور انبیاء کرام کی سنّتِ جلیلہ ...... چونکہ اولیاءِ کرام متبعِ سنت ہوتے ہیں، اس لئے اس میدان میں بھی سب سے آگے ہوتے ہیں۔

* اگر کسی کی ضیافت مقصود ہو تو اس کے ذوق کے مطابق تمام کام ہونا چاہیے۔ بلکہ بہتر ہے کہ اس کو نقد دے دے، یا جنس دے دے۔ ...... پکا کر دے دے۔ ...... بلا کر پکا کر کھلائے۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار...... دارالعلوم کراچی تشریف...... لے گئے۔...... مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بٹھایا۔ کھانے کا بندوبست چاہا لیکن سوچا کہ حضرت کسی اور کے مہمان ہیں اور وہ جگہ دارالعلوم سے دور ہے تو یوں کیا کہ سو (۱۰۰) روپے نکال کر حضرت کو دیئے کہ آپ کو وہاں سے بلانا ناگوار ہے۔ (اگرچہ یہاں برکت ہوگی) آپ یہ قبول فرمائیں۔

حضرت اتنے خوش ہوئے کہ میری سب سے اچھی اور آسان یہی دعوت ہے جو آپ نے کی اور پھر وہ پیسے چوم کر اُٹھا کر سر پر رکھ دیئے۔

ایثار

☆............ایک بار فاقہ زدہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پانی کے سوا کچھ نہ تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج کی شب کون اس مہمان کا حقِ ضیافت ادا کرے گا۔ ایک انصاری یعنی ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چنانچہ اس کو ساتھ لے کر گھر آئے۔ بی بی سے پوچھا کچھ ہے؟ بولیں صرف بچوں کا کھانا ہے۔ بولے بچوں کو تو کسی طرح بہلاؤ۔ جب میں مہمان کو گھر لے آؤں تو چراغ بجھا دو اور میں اس پر یہ ظاہر کروں گا کہ ہم بھی ساتھ کھا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا کہ رات خدا تمہارے اس حسنِ سلوک سے بہت خوش ہوا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

"وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ"

(وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں، گو وہ خود تنگ دست ہوں)۔

☆............ابوالحسن انطا کی خراسان کے ایک شہر میں رہتے تھے۔ ایک دن تیس آدمیوں سے زیادہ مہمان آ گئے اور روٹی تھوڑی تھی تیاری کا موقعہ نہ تھا۔ رات کا وقت تھا۔ انہوں نے جتنی روٹیاں موجود تھیں سب کے ٹکڑے کئے اور دسترخوان پر ان کو پھیلا کر سب کو بٹھایا اور چراغ گل کر دیا اور سب کے سب نے کھانا شروع کر دیا۔ سب کے منہ چلانے کی آواز آتی تھی۔ جب دیر ہوگئی تو گویا سب فارغ ہو گئے تو چراغ جلایا گیا اور دسترخوان اٹھایا گیا۔ اس میں وہ سارے ٹکڑے بدستور رکھے تھے۔ سب ہی خالی منہ چلاتے رہے۔ کسی نے بھی اس خیال سے نہ کھایا کہ اچھا ہے دوسرے ہی کا کام چل جائے گا۔ (فضائل صدقات حصہ دوم ص ۲۲۳)

ف: سبحان اللہ! ایثار ہو تو ایسا ہو۔

مہمان کے لیے قمیص کا رہن رکھنا

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ کے پاس مہمانی کے لیے کوئی چیز نہ تھی۔ آپ ﷺ نے مجھے خیبر کے ایک یہودی کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اسے جا کر کہو کہ محمد ﷺ کہتے ہیں کہ ماہ رجب تک مجھے آٹا ادھار یا قرض دے دو۔ میں اس کے پاس آیا تو اس نے کہا: نہ ادھار نہ قرض بلکہ بطور رہن دوں گا۔ میں نے آ کر آنحضرت ﷺ کو یہ بات بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: واللہ میں آسمان والوں اور زمین والوں میں امانت دار ہوں۔ اگر مجھے ادھار یا قرض دے دیتا تو میں ضرور اسے ادا کر دیتا۔ میری یہ قمیص لے جاؤ اور اس کے پاس رہن رکھ دو۔ جب میں وہاں سے نکلا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

"وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" (سورۃ الانبیاء، آیت ۱۳۱)

(اور کئی طرح کے لوگوں کو ہم نے دنیا کی (زندگی میں) آرائش کی چیزوں سے بہرہ مند کیا ہے تا کہ ان کی آزمائش کریں، ان پر نگاہ نہ کرنا) یہ آیت حضور نبی کریم ﷺ کے لیے ترک دنیا پر تسلی کے لیے آئی ہے۔

مہمان باعثِ برکت ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی مہمان آتا تو کھڑے رہتے اور ان کی خدمت کرتے۔ لوگوں نے اس تعظیم کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس مکان میں مہمان ہوتے ہیں، فرشتے کھڑے رہتے ہیں تو مجھ کو شرم آتی ہے کہ میں تو بیٹھوں اور فرشتے کھڑے رہیں۔

فرمایا سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ نے کہ مجھ کو جبرائیل امین نے خبر دی کہ جب کوئی اپنے مؤمن بھائی کے پاس مہمان بن کے جاتا ہے تو اس کے پاس ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں آتی ہیں اور اس کے گھر کے سب افراد کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگر چہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ اور درختوں کے پتوں سے زیادہ ہوں اور اس کو ہزار شہیدوں کا ثواب ملتا ہے اور مہمان کے ہر لقمہ کے بدلے اس کے لیے حج وعمرے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور اللہ اس کے لیے جنت میں ایک شہر بناتا ہے اور جس نے مہمان کی تعظیم کی گویا اس نے ستر انبیاء کی تعظیم کی۔

(قرۃ الواعظین، ص ۱۳۱ تا ۱۳۲)

اکرامِ ضیف پر آزادی

☆............امام شافعی رحمہ اللہ ایک دن زعفرانی کے ہاں مہمان تھے۔ انہوں نے مختلف کھانوں کی فہرست جو کنیز کے ہاتھوں دیکھی تو اس میں ایک خاص قسم کے کھانے کا اضافہ کر دیا۔ زعفرانی اس قدر خوش ہوئے کہ اس کنیز کو آزاد کر دیا۔

(رہنمائے سعادت، ص ۱۴۱ تا ۱۴۲)

خدمتِ مہمان کی فضیلت:

☆............آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ جو

شخص مہمان کی عزت کرے گا، تو اس کے لیے نو فضیلتیں ہیں۔

﴿۱﴾...... جس وقت مہمان گھر میں آتا ہے تو اس کے ساتھ گھر میں دس لاکھ برکتیں اور دس لاکھ رحمتیں داخل ہوتی ہیں۔

﴿۲﴾......جو کچھ مہمان کھاتا ہے اس کے ہر لقمے کے بدلے میزبان کو اس قدر ثواب ملتا ہے کہ گویا اس نے خدا کی راہ میں ہزار گھوڑے دیئے۔

﴿۳﴾......اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہشت میں ایک شہر تیار کرتا ہے۔

﴿۴﴾...... ہزار شہیدوں کا ثواب اس کو ملتا ہے۔

﴿۵﴾......اس کے ماں باپ اگر مسلمان ہوں تو خدا ان کو بخش دے گا اور اگر کافر ہوں تو ان پر عذاب میں تخفیف فرمائے گا۔

﴿۶﴾......اس کے نامۂ اعمال میں ستر حج اور ستر عمروں کا ثواب لکھا جائے گا۔

﴿۷﴾......اس کے گھر والوں کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اگرچہ وہ شمار میں جنگل کی ریت کے برابر ہوں۔

﴿۸﴾......اس کی قبر ستر ہزار گز تک فراخ کردی جائے گی۔

﴿۹﴾...... ہر لقمہ کے عوض اس کو قیامت کے دن ایک پَر ملے گا جس کے ذریعہ سے وہ پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا۔

اکرام خادم

☆............حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ کوئی شخص مہمان ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خندہ پیشانی کے ساتھ اس کا استقبال فرمایا اور خوش اخلاقی کے ساتھ اس سے گفتگو کرتے رہے۔ اسی دوران میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا قاصد شام سے حاضر ہوا اور ایک خط آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس کو پڑھا اور فوراً قلم دوات منگوا کر اسی وقت اس کا جواب لکھا۔ اتفاقاً چراغ میں تیل کم ہو گیا اور وہ بجھنے لگا۔ اس مہمان نے چاہا کہ چراغ ٹھیک کر دے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''کیا تم کو نہیں معلوم کہ میزبان کو مہمان سے اپنا کوئی کام لینا کسی طرح جائز نہیں؟'' اس مہمان نے جواب دیا کہ ''امیر المؤمنین اگر اجازت

دیں تو خادم کو بیدار کر دوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا ”نہیں وہ لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے ہیں انھیں مت جگاؤ۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور چراغ کو درست کیا۔ مہمان نے آپ کے ان اُمور سے تعجب کیا اور کہا ”اے افضل عرب! باوجود یکہ آپ رضی اللہ عنہ دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن پھر اس کے لئے آپ ہی اٹھ کھڑے ہوئے؟“ آپ نے کہا ہاں میں جاؤں گا اور اس میں خود تیل ڈالوں گا۔“

(تذکرۃ الواعظین، ۲۶۹ تا ۲۷۲)

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی میں مہمانوں کا طرزِ عمل

* کچھ دوست احباب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے دولت کدے پر گئے۔ آپ رحمہ اللہ وہاں موجود نہیں تھے۔ آنے والوں نے دروازہ کھولا، اندر پہنچے اور دستر خوان نکال کر کھانے لگے۔ اتنے میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ دوستوں کو کھانے میں مشغول دیکھ کر فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے اکابرین سلف کا اخلاق یاد دلا دیا، وہ حضرات بھی اسی طرح کرتے تھے۔

ایک تابعی کا دوست کے مال سے مہمانوں کی ضیافت کرنا

* اسی طرح کا ایک واقعہ یہ ہے کہ کچھ لوگ ایک تابعی سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اس وقت ان کے پاس ضیافت کے لئے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ بہت پریشان ہوئے۔ اچانک کچھ خیال آیا، اُٹھے اور اپنے ایک دوست کے گھر پہنچے۔ دوست موجود نہیں تھے، لیکن کھانا تیار تھا۔ آپ نے ان کا انتظار نہیں کیا بلکہ کھانا اُٹھا کر گھر لے آئے اور مہمانوں کو کھلا دیا۔ جب وہ دوست گھر پہنچے تو انہیں کھانا نہیں ملا۔ استفسار کرنے پر لوگوں نے بتلایا کہ فلاں صاحب آئے تھے، وہ لے گئے ہیں۔ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ بعد میں جب اپنے تابعی دوست سے ملے تو اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر پھر کبھی تمہارے پاس مہمان آئیں تو کسی تکلف کے بغیر میرے یہاں سے کھانا لے جانا۔ (حکایات از امام غزالی ص ۷۵، ۷۶)

ابوالخیر تینانی کا مہمان کے پیچھے کھانا لے جانا

* حمزہ بن عبداللہ علوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ابوالخیر تینانی کے دولت کدے پر حاضر ہوا اس وقت میرے دل میں یہ خیال تھا کہ میں صرف سلام و دعا کے بعد واپس آجاؤں گا، کھانا نہیں کھاؤں

گا۔ جب میں ملاقات کے بعد باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ ابوالخیر تینانی رحمہ اللہ میرے پیچھے پیچھے کھانا لئے چلے آرہے ہیں۔ میں ٹھہر گیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ عزیز! لواب کھاؤ۔ میرے خیال میں تمہارا عہد میرے گھر نہ کھانے کا تھا اور اب تم گھر سے باہر آچکے ہو۔ (حکایات از امام غزالی ص ۲۲۰)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مہمان نوازی

❀ مہمانوں کی خاطر و مدارت اور ان کی راحت و آسائش کا اہتمام حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں داخل عبادت تھا۔ فرماتے تھے ”کہ کسی مہمان کی خاطر مجھے اوابین کے نوافل بھی چھوڑ دینا گوارہ ہیں“ ہر مسلمان کی مرغوبات و ضروریات مہیا کرنے کا بطورِ خاص اہتمام رہتا۔

❀ ایک بزرگ جن کے بارے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم تھا، کہ کھانے کے بعد انہیں میٹھی چیز کی رغبت ہوتی ہے۔ جب وہ تشریف لاتے تو باوجود اس کے کہ دسترخوان پر عام مہمانوں کے لئے میٹھی چیزیں بھی ہوتی تھیں۔ مگر ان کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ مٹھائی کا مستقل ڈبہ ضرور منگواتے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ان کی خدمت میں پیش کیا جاتا۔

❀ اسی طرح جب کوئی میواتی جماعت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دسترخوان پر ہوتی، تو ان کے لئے بازار سے گڑ بھی ضرور منگوایا جاتا، کیونکہ یہ حضرات گڑ پسند فرماتے۔

❀ اسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ گجراتی سے پوچھا کہ تم گجراتیوں کے ہاں کھانے میں کونسی چیز زیادہ پسندیدہ ہے، تو کسی خادم نے کہہ دیا کہ کڑی کھچڑی۔ حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے اسی دن گجراتی کڑی کھچڑی پکوائی اور اس کے بعد سے معمول بن گیا کہ جب کوئی خصوصی گجراتی مہمان آتا یا گجراتی مہمانوں کی کثرت ہوتی، ...... تو ان کے لئے خصوصیت سے گجراتی کھچڑی پکوائی جاتی۔ ...... یہاں تک کہ رمضان المبارک میں جب گجراتیوں کی کثرت ہوگئی۔ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں معمول بن گیا، کہ افطار کے بعد کھانے میں سارے ہی مہمانوں کے لئے کئی دیگ کھچڑی کی، اور سحر میں دوسرے مہمانوں کی رعایت سے پلاؤ کی دیگیں پکتی تھیں۔

❀ مولانا حبیب اللہ صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث و مہتمم مدرسہ چھاپی) چند روز قیام کے لئے حضرت کے ہاں حاضر ہوئے۔ وہ فلش پاخانہ کے عادی تھے، سہارنپور کے دیسی بیت الخلاء ان

کے لئے بالکل نئے تھے۔ان کے لئے ضرورت سے فراغ اور استنجاء ایک مسئلہ بن گیا۔جب حضرت کو ان کی تکلیف کا علم ہوا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لئے مولانا نصیر الدین کی ٹال میں ایک مستقل بیت الخلاء بنوایا۔

❀ گجرات کے مشہور مبلغ مولانا نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں چند روز (غالباً چالیس روز) کا اعتکاف کیا۔سحر و افطار میں بلکہ عشاء کے بعد بھی بہت اہتمام سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے کھانا آتا تھا۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ بڑے اہتمام سے ان اوقات میں خبر گیری رکھتے کہ کھانا پہنچایا گیا یا نہیں۔اس کے باوجود بارہا ان کے معتکف کے قریب جا کر ان سے بھی دریافت فرماتے کہ کھانا، چائے وغیرہ آپ کے مزاج کے مطابق آرہا ہے یا نہیں؟

❀ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں......مہمانوں کا ایک بڑا مجمع شب و روز رہتا تھا،......خصوصاً ماہِ مبارک میں ان کی تعداد بلا مبالغہ ہزاروں تک پہنچ جاتی تھی۔اتنے بڑے ہجوم میں کسی نو وارد کا خدام کی نظر سے چوک جانا کچھ بھی **مستعبد** نہیں تھا،لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اگر معلوم ہو جاتا کہ......کوئی نو وارد آپ کے دستر خوان سے محروم رہا ہے تو آپ پر شدید تاثر ہوتا۔

چنانچہ اسی طرح کی کسی شکایت کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا تو سنتے ہی آپ پر رقت طاری ہوگئی، سارا دن روتے رہے،اور بار بار فرماتے ''کہ کل قیامت کے دن اگر یہ پوچھ لیا جائے کہ تمہارے یہاں مہمان رات کو بھوکا سویا تو خدا کو اس کا کیا جواب دوں گا۔''؟

(اقراء ڈائجسٹ ص۱۸۴)

❀ سستے زمانے میں ایک دفعہ جب کہ مہمانوں کے اخراجات کے منتظم نے حضرت کو بتایا کہ چالیس ہزار خرچ ہو گئے،جس میں مہمانوں کا خرچ اور عطایا سب شامل ہیں۔اس قدر خرچ پر حضرت سے کسی نے تعجب کا اظہار کیا،تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ:

''اگر ذاکرین کے اس مجمع میں سے کسی کے منہ سے ایک دفعہ بھی اخلاص سے اللہ کا پاک نام نکل گیا ہوگا،میرا سارا خرچ وصول ہو گیا۔

اس کے بعد گرانی کے دَور میں صرف ایک رمضان شریف میں پونے دو لاکھ سے کچھ اُوپر خرچ ہوا۔

(اقراء ڈائجسٹ ص۱۸۸)

قوم کا سردار قوم کا خادم

قاضی یحییٰ ایک دن خلیفہ مامون الرشید کے ہاں بطور مہمان مقیم تھا۔ خلیفہ اور قاضی دونوں ایک ہی کمرے میں سو رہے تھے۔ آدھی رات کے بعد قاضی صاحب کی آنکھ کھل گئی اور پیاس لگی۔ چاہتے تھے کہ اٹھ کر پانی پئیں۔ خلیفہ مامون یہ دیکھ کر خود پلنگ پر سے اٹھا، دوسرے کمرے میں گیا اور پانی کی صراحی اٹھا کر لے آیا۔ قاضی صاحب نے کہا۔ "آپ نے یہ کیا غضب کر دیا۔ خدام کو ارشاد کیا ہوتا۔ خلیفہ نے کہا سب سو رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا: میں خود پانی لے آتا، آپ نے تکلیف کیوں کی؟ مامون نے کہا۔ "مہمان کو تکلیف دینی کس نے بتائی ہے؟" آنحضرت ﷺ نے فرمایا" **سید القوم خادمھم** "قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔"

روزانہ ۳۶۰ مساکین کو کھانا کھلانا:

❀ مشہور محدث لیث بن سعد فہمی رحمہ اللہ بڑے سخی و کریم تھے۔ یہاں تک کہ سال بھر میں آپ رحمہ اللہ کی پانچ ہزار دینار کی آمدنی تھی، مگر زکوٰۃ آپ رحمہ اللہ پر واجب نہ ہوتی تھی، کیونکہ آپ رحمہ اللہ کا دستور تھا کہ ہر روز جب تک آپ تین سو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا نہیں لیتے تھے تو آپ روٹی نہیں کھاتے تھے۔

(حدائق الحنفیہ، ص ۱۴۰ طبع لاہور) (دلچسپ، عبرت انگیز واقعات، ص ۱۰۳)

تین ہزار برس تک اللہ کے ہاں دعوت:

❀ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا...... کہ تم کہاں سے کھاتے ہو...... انہوں نے فرمایا کہ یہ دنیا اللہ کا گھر ہے...... اور ہم اس کے مہمان ہیں۔ اور حدیث میں ہے...... کہ مہمانی تین دن کرنی چاہیے...... اور اللہ کے نزدیک ایک دن ایک ہزار سال کا ہے...... پس تین ہزار برس تک تو اللہ تعالیٰ کے یہاں دعوت ہے...... پھر اس کے بعد آ کر پوچھنا کہ کہاں سے کھاتے ہو۔ (اللہ والوں کی دنیا سے بے رغبتی، ص ۴۶۳)

مہمان کا اکرام

❀ جلال آباد کے ایک خان صاحب غالباً حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے مہمان ہوئے اور آدھی رات کو پلنگ پر پڑے ہوئے کروٹیں بدل رہے تھے۔ مولانا بڑے ذہین تھے سمجھ گئے کہ

غالباً حقہ کے عادی ہیں۔ مولانا اسی وقت محلّہ سے حقہ مانگ کر لائے اور بھر کر چارپائی کے برابر میں لا کر رکھ دیا۔ فرمایا کہ میں پیتا نہیں اس لئے بھرنا بھی نہیں آتا۔ دیکھ لیجئے کہ کسی چیز کی کمی بیشی ہو تو ٹھیک کر دوں۔ خان صاحب بے چارے پلنگ سے اتر کر الگ ہو گئے اور بڑی عذر معذرت کی۔ فرمایا کہ تم مہمان ہو تمہارا حق ہے اس میں شرمندگی اور محجوب ہونے کی کونسی بات ہے۔ ان خان صاحب کے ساتھ ایک بازاری عورت تھی بے نکاحی اور یہ پہلے سے علماء کے معتقد نہ تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ سب کو دیکھ لیا ہے۔ صبح ہی کو مولانا سے مرید ہو گئے اور اس عورت سے نکاح پڑھوا کر اس کو بھی مرید کروایا۔ تو حضرت مولانا اس قدر منکسر المزاج تھے کہ مہمانوں تک کا حقہ بھرتے تھے۔ بھلا باپ کا حقہ بھرنا کیسے چھوڑ سکتے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ بڑا بننے میں کیا رکھا ہے۔

حالت نزع میں مہمان کا خیال

❁ عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ کا ...... جب انتقال ہونے لگا، نزع کی حالت تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے ہوئے تھے۔ اپنے آدمیوں سے کہا کہ دیکھو میرے یہ دونوں بھائی روزہ سے ہیں، ایسا نہ ہو کہ ان کے کھانے میں میری موت کی وجہ سے دیر لگے، اور روزہ افطار کرنے میں تاخیر ہو جائے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اگر تجھے اکرام اور سخاوت سے کوئی چیز روک سکتی تھی تو نزع کی تکلیف روک سکتی تھی، مگر یہ بھی تیرے لئے مانع نہ ہوئی۔ اس حال میں ان کا انتقال ہوا کہ مہمانوں کے سامنے کھانا رکھا تھا۔ (موت کی یاد، ص ۴۸ تا ۴۹)

اکرام ضیف

ایک مرتبہ حضرت سہارن پوری قدس سرہ تھانہ بھون تشریف لے گئے، یہ سیاہ کار (شیخ الحدیث) بھی ہمراہ تھا۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے تھانہ بھون کے ایک معروف و مشہور معمر بزرگ کو انکی علوشان کی وجہ سے بلا لیا۔ اور کھانے میں اتنی انواع تھیں کہ ...... لا تعد ولا تحصی، مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے ان صاحب نے اس دعوت پر بڑی سخت تنقید اپنی مجالس میں کی کہ یہ علماء سادگی اور زہد پر تقریریں تو ایسی لمبی لمبی کریں۔ میں نے رکابیاں گنیں، صرف چار آدمی تھے اور اتنی رکابیاں تھیں۔ مجھے صحیح تعداد یاد نہیں۔ باسٹھ یاد پڑتا ہے۔ آٹھ

دس طرح کی تو چٹنیاں اور اچار تھے۔ کئی طرح کے مُربے۔ کئی طرح کے سالن، چھوٹی چھوٹی طشتریوں میں۔ حضرت تھانوی قدس سرہ کو انکی تنقید اور عیب جوئی پر قلق بھی ہوا۔ اپنی مجالس میں اس پر رنج بھی فرمایا کہ میں نے تو انکا اعزاز کیا اور وہ رکابیاں گننے ہی میں رہے۔ (آپ بیتی ص ۴۳۵ تا ۴۳۶)

مہمان کے ساتھ جو کھانا کھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حساب نہیں لیتا:

مہمان کے ساتھ جو کھانا کھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حساب نہیں لیتا۔ مہمان نوازی اسلامی زندگی کی ایک امتیازی خصوصیت ہے۔ اس میں عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ معروف تھے۔ ان کا دسترخوان ان کے احباب، اعزہ، پڑوسی اور اجنبی سب کیلئے خوان یغما تھا۔ وہ کبھی بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اس بارے میں کسی نے ان سے پوچھا تو فرمایا کہ مہمان کے ساتھ جو کھانا کھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حساب نہیں لیتا۔ سال کے بیشتر حصہ میں وہ روزہ رکھتے تھے۔ جس دن وہ روزہ سے ہوتے اس دن دوسروں کو عمدہ عمدہ کھانا پکوا کر کھلاتے۔ ابواسحاق کا بیان ہے کہ کسی سفر جہاد یا حج میں جا رہے تھے تو ان کے ساتھ دو اونٹنیوں پر بھنی ہوئی مرغیاں لدی ہوئی تھیں۔ یہ سب سامان ان مسافروں کا تھا جو ان کے ہم سفر تھے۔ (سیر صحابہ: جلد ۸، صفحہ ۳۱۹)

حاتم طائی کی سخاوت:

❀ لوگوں نے حاتم طائی سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے سے زیادہ سخی بھی کسی کو دیکھا ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں! ایک دن میرا گزر ایک یتیم کے گھر میں ہوا۔ اس کے پاس دس بکریاں تھیں۔ اس نے فوراً ایک بکری ذبح کر کے پکائی اور گوشت میرے سامنے لا کر رکھا۔ مجھ کو اس گوشت کا ایک حصہ بہت پسند آیا میں نے اسے بڑے شوق سے کھایا اور کھا کر کہنے لگا واللہ بڑا نفیس تھا۔ اس لڑکے نے یہ سنا تو باہر گیا۔ وہ ایک ایک بکری ذبح کرتا اور گوشت کا وہی حصہ پکا کر میرے سامنے لاتا، میں اسے شوق سے کھا لیتا اور مجھے کچھ بھی خبر نہ ہوتی جب میں وہاں سے چلنے کو باہر نکلا اور سوار ہونے لگا تو دیکھا کہ کثرت سے خون پڑا ہے۔ اس لیے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

لوگوں نے کہا کہ اس لڑکے نے اپنی سب بکریاں تمہارے واسطے ذبح کر ڈالیں۔

میں یہ سن کر لڑکے کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ اس لڑکے نے جواب دیا، تم میرے مہمان عزیز تھے۔ اگر میری ایک چیز تم کو پسند آئی تو اس میں بخل کیوں کرتا۔ پھر لوگوں نے حاتم سے پوچھا کہ اس کے معاوضے میں تم

نے اس یتیم کو کیا دیا۔

حاتم نے جواب دیا: میں نے سفید اور سرخ بالوں والی پانچ سو بکریاں دیں۔لوگوں نے پوچھا کیا تم اپنے کو اس یتیم سے زیادہ سخی نہیں سمجھتے۔حاتم نے جواب دیا: نہیں! اس سے مجھے کیا نسبت۔اس کے پاس جو کچھ تھا اس نے وہ سب کچھ دیا۔اور میں نے اسے اپنے پاس سے تھوڑا سا حصہ دیا۔دیکھو اگر کسی فقیر کے پاس آدھی روٹی ہے اور وہ اسے دے ڈالتا ہے تو اس کا یہ ایثار اس بادشاہ کی سخاوت سے کہیں بڑھ چڑھ کے ہے جو اپنا آدھا خزانہ دے ڈالتا ہے۔

❁......حاتم طائی نے بیٹے کو وصیت کی کہ اے لختِ جگر! میں ہمیشہ تین باتوں کا پابند رہا ہوں ......کسی ہمسایہ خاتون سے فریب نہیں کیا......امانت میں خیانت نہیں کی......اور مجھ سے کسی کو اذیت نہیں پہنچی۔

(اصلاحی کہانیاں، ص ۱۱۷)

مہمان کو بے تکلف کرنے کی تدبیر:

❁ فرمایا: کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سماعِ حدیث کے لیے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے۔کھانے کے وقت خادم نے اطلاع کی کہ کھانا تیار ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لے آؤ۔وہ ہاتھ دُھلانے کے لیے پانی لایا اور پہلے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ دھلانے چاہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے ہمارے ہاتھ دھلاؤ۔اسی طرح کھانا رکھتے وقت فرمایا کہ کھانا پہلے ہمارے سامنے رکھو۔اس کے بعد خود پہلے کھانا شروع کر دیا۔یہ ترتیب اس وقت کے رسم و تکلف کے خلاف ہے،لیکن اس میں ایک بہت بڑے دقیقہ پر امام کی نظر گئی اس لیے کہ مہمان کو پیش قدمی کرتے ہوئے شرم دامن گیر ہوتی ہے۔خصوصاً کھانے میں ابتدا کرتے ہوئے مہمان شرماتا ہے۔آپ نے یہ ترتیب مہمان کو بے تکلف کرنے کے لیے اختیار فرمائی۔

(انفاسِ عیسیٰ، حصہ دوم، ص ۵۵۲)

غرباء کا اخلاص

❁ لکھنؤ کا واقعہ ہے کہ وہاں کے ایک عالم ایک سقہ کے گھر تشریف لیے جاتے تھے کہ ایک رئیس نے پوچھا کہ مولانا کہاں جا رہے ہو؟ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس سقہ نے دعوت کی ہے۔رئیس نے کہا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ، آپ نے لٹیا ہی ڈبو دی سقہ کے یہاں دعوت کھانے جاتے ہو۔مولوی

صاحب نے کہا کہ ہاں صاحب ٹھیک ہے اور سقہ سے کہا کہ اگر تو ان کو لے چلے تو میں بھی چلتا ہوں ورنہ میں بھی نہیں جاتا۔ وہ ان رئیس کے سر ہوا اور ہاتھ پاؤں جوڑ کر لے چلا۔ مولوی صاحب نے اس تدبیر سے یہ بات دکھلا دی کہ ان غرباء کا برتاؤ کس طرح ہوتا ہے اور ان لوگوں کا کس درجہ خلوص ہوتا ہے۔ غرض وہاں جو پہنچے تو دیکھا کہ دو تین سقے کھڑے ہیں اور ان کو دیکھتے ہی سب تعظیم کے لئے بڑھے۔ رئیس صاحب نے عظمت ومحبت کبھی عمر بھر بھی نہ دیکھی تھی۔ آخر کھانا آیا تو مولوی صاحب نے سقوں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے نہایت اصرار اور خوشامد سے کھلانا شروع کیا۔ آخر ان رئیس نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ مولانا واقعی میں نے آج دیکھا اور آج مجھ کو معلوم ہوا کہ عزت رئیسوں کے گھر میں جانے سے نہیں بلکہ غریبوں میں جانے سے ہے۔

درزی کی دعوت:

❁ جناب رسول مقبول ﷺ بھی غرباء کی دعوت منظور فرما لیتے تھے، چنانچہ ایک درزی کے یہاں چلے گئے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ آخر وہ درزی کپڑا سینے بیٹھ گئے۔ آج کل اسکو بے تہذیبی سمجھتے ہیں کہ مہمان کے سر پر مسلط کیوں نہ ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے کھا رہے تھے۔ حضور ﷺ کو تلاش کرتے دیکھ کر اس روز سے مجھے کدو سے محبت ہو گئی۔ آپ نے دیکھا محبت ایسی چیز ہے کہ ہم کو یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ ہم کو محبت نہیں ہے ورنہ محبت وہ چیز ہے کہ محبوب کی ہر ہر ادا محبوب ہو جاتی ہے۔

(امثال عبرت ص ۲۹۴ تا ۲۹۵)

❁❁❁❁❁❁❁

آٹھویں نصیحت ......پڑوسی کی حفاظت

ارشادِ خداوندی ہے

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۔

ترجمہ: ......اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ۔

اس آیتِ کریمہ میں...... چند حقوق کو ذکر کرنے سے پہلے......اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت اور توحیدِ باری تعالیٰ کا ذکر ہے۔اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔منجملہ اُن میں ایک یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو،اس سے اور حقوق کی ادائیگی کی کیا اُمید ہوسکتی ہے؟ جو چیز انسان کو انسانی حقوق کے احترام پر حاضر وغائب مجبور کرنے والی ہے،وہ خوفِ خدا اور تقویٰ ہے۔اور یہ خوفِ خدا اور تقویٰ توحید ہی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

اس لئے مختلف حقوق کی تفصیل سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید وعبادت کی یاد دہانی ضروری اور مناسب تھی۔توحید کے بعد تمام حقوق میں سب سے پہلے والدین کے حقوق بیان فرمائے۔اشارہ اس طرف سے ہے کہ اوّل تو سارے احسانات وانعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن ظاہری اعتبار سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے بعد زیادہ احسانات انسان پر اس کے والدین کے ہیں۔

والدین کے بعد تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید آئی ہے۔اور اُس کے بعد یتیم اور مسکین کا حق بیان کیا گیا ہے۔جیسے رشتہ داروں کا حق ہے،اسی طرح یتیم اور مسکین کا بھی حق ہے۔......اسی طرح تھوڑی دیر کے لئے ساتھ بیٹھنے والے اور راہ گیر اور غلام باندی ملازموں وغیرہ کا بھی حق ہے۔

پڑوسی کا حق

اس آیتِ قرآنی میں دو قسم کے پڑوسیوں کا ذکر ہے:

1. وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبیٰ...... سے وہ پڑوسی مراد ہے جو تمہارے مکان کے متصل رہتا ہے۔
2. جَارِ الْجُنُب...... سے وہ پڑوسی مراد ہے جو تمہارے مکان سے کچھ فاصلہ پر رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ...... جَارِ ذِی الْقُرْبیٰ...... سے وہ شخص مراد ہے جو پڑوسی بھی ہے اور رشتہ دار بھی۔ اس طرح اس میں دو حق جمع ہو گئے۔ اور...... جَارِ الْجُنُبِ...... سے مراد وہ ہے جو صرف پڑوسی ہے، رشتہ دار نہیں۔ اس لئے اس کا درجہ پہلے سے مؤخر رکھا گیا۔

بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ...... جَارِ ذِی الْقُرْبیٰ ...... سے مراد وہ پڑوسی ہے جو اسلامی برادری میں داخل ہے اور مسلمان ہے اور...... جَارِ الْجُنُبِ...... سے غیر مسلم پڑوسی مراد ہے۔

بہرحال اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید، رشتہ دار ہو یا غیر، مسلم ہو یا غیر مسلم اُس کا حق ہے۔ بقدرِ استطاعت کے امداد و اعانت اور خبر گیری لازم ہے۔

البتہ جس کا حق علاوہ پڑوسی کے دوسرا بھی ہے وہ دوسرے پڑوسیوں سے درجہ میں مقدم ہے۔ ایک حدیث میں خود رسول اللہ ﷺ نے اس کو واضح فرما دیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ "بعض پڑوسی وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے۔ بعض وہ ہیں جن کے دو حق ہیں اور بعض وہ جن کے تین حق ہیں۔

* ایک حق والا پڑوسی...... وہ غیر مسلم ہے جس سے کوئی رشتہ داری بھی نہیں۔
* دو حق والا پڑوسی...... وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہے۔
* تین حق والا پڑوسی...... وہ ہے جو پڑوسی بھی ہے رشتہ دار بھی، اور مسلمان بھی۔

رسولِ کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جبرائیل امین ہمیشہ مجھے پڑوسی کی رعایت و امداد کی تاکید کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ شاید پڑوسی کو بھی رشتہ داروں کی طرح وراثت میں شریک کر دیا جائے (بخاری ومسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی محلّہ کے لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل اور بہتر وہ شخص ہے۔ جو اپنے پڑوسیوں کے حق میں بہتر ہو۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک پڑوسی کو پیٹ بھر کر کھانا جائز نہیں جب کہ اس کا پڑوسی بھوکا ہو

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ پڑوس کہاں تک ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ چالیس مکان آگے کی جانب، چالیس مکان پیچھے کی جانب، چالیس مکان دائیں جانب اور چالیس مکان بائیں جانب۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا: میرے دو پڑوسی ہیں کس سے ابتدا کروں؟ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا دروازہ تیرے دروازے سے قریب ہو۔

پڑوسی کے حق کے بارے میں چند احادیثِ مبارکہ

* حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار قسم کھا کر فرمایا جس کی ایذاء اور شر سے ہمسائے محفوظ نہیں ہیں وہ مومن نہیں ہے۔ (بخاری)

* حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قبیلہ بنی فلاں میں اُترا ہوا ہوں مجھ سے قریب تر جو ہمسایہ ہے وہی زیادہ ایذاء پہنچاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ مسجد کے دروازے پر آواز لگا دو کہ چالیس گھر تک پڑوس ہے۔ جس شخص کے پڑوسی اُس کے بوائق سے محفوظ نہیں وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ کسی نے پوچھا بوائق کیا ہے؟ فرمایا ''شر'' (طبرانی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے پڑوسی کو ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا، اس نے خدا کو ستایا (ابو الشیخ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: فلاں عورت بہت نماز پڑھتی ہے، صدقہ دیتی ہے، روزہ رکھتی ہے لیکن پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ستاتی رہتی ہے۔ فرمایا ایسی عورت جہنم میں ہے۔ اسی طرح دوسری عورت کا ذکر کیا کہ اُس کا نماز روزہ کم ہے صدقہ بھی کم ہے، لیکن اُس کے پڑوسی اُس سے مامون ہیں۔ فرمایا وہ جنت میں ہے۔ (احمد)

* حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص خود پیٹ بھر کر سویا لیکن اُس کا پڑوسی اُسکے پہلو میں بھوکا پڑا رہا، وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا۔ (طبرانی)

مِقداد بن اَسوَد رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ پڑوسن سے زنا کرنا غیر عورتوں سے زنا کرنے

سے زیادہ گناہ ہے۔ (طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ جب تک کوئی شخص پڑوسی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔ تب تک وہ مسلمان نہیں (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے ارادہ سے نکلے تو فرمایا: جس شخص نے پڑوسی کو ایذاء پہنچائی ہے وہ ہمارے ساتھ نہیں چل سکتا۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے پڑوسی کی دیوار پر پانی ڈال دیا ہے۔ فرمایا تم ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے (بخاری و مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے چاہیے کہ پڑوسی کا اکرام کرے (احیاء العلوم)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو چاہیے کہ مہمان کا اکرام کرے اور اپنے پڑوسی کو نہ ستائے۔ اور زبان سے کوئی بات نکالے تو بھلائی کی بات نکالے ورنہ چُپ رہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ صِلہ رحمی کرے (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم مومن نہیں ہے، خدا کی قسم مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں ہے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون شخص؟ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کی مصیبتوں سے مامون نہ ہو۔ (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے دو پڑوسیوں میں فیصلہ کیا جائے گا۔

ایک شخص عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اپنے پڑوسی کی کثرت سے شکایت کرنے لگے۔ انہوں نے فرمایا جاؤ اگر اس نے تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو تم اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پڑوسی کا حق صرف یہ نہیں کہ اس کو تکلیف نہ دی جائے بلکہ اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تکلیف کو برداشت کیا جائے۔ ایک حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے۔ جانتے ہو کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ اگر وہ تجھ سے مدد مانگے تو اس کی مدد کرو، اگر قرض مانگے

تو اس کو قرض دے۔ اگر محتاج ہو تو اس کی اعانت کر، اگر بیمار ہو تو عیادت کر۔ اگر وہ مرجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا، اگر اس کو خوشی حاصل ہو تو مبارک باد دے۔

اگر مصیبت پہنچے تو تعزیت کر......بغیر اس کی اجازت کے اس کے مکان کے پاس اپنا مکان اُونچا نہ کر جس سے اُس کی ہوا رک جائے۔ اگر تو کوئی پھل خریدے تو اس کو بھی ہدیہ دے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اُس پھل کو ایسی طرح پوشیدہ گھر میں لا کہ وہ نہ دیکھے اور اس کو تیری اولاد باہر لے کر نہ نکلے تا کہ پڑوسی کے بچے اس کو دیکھ کر رنجیدہ نہ ہوں اور اپنے گھر کے دھوئیں سے اس کو تکلیف نہ پہنچا مگر اس صورت میں کہ جو پکاوے اس میں اس کا بھی حصہ لگالے......تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا کتنا حق ہے؟ قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کے حق کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا جس پر اللہ رحم کرے (اربعین)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے (بلکہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے) اگرچہ بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ بھیجے۔

* حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی بڑھا دو اور اپنے پڑوسی کی خبر گیری کرو۔

* حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے نزدیک بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کے حق میں بہتر ثابت ہو۔ اور خدا کے نزدیک بہتر ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسائے کے لئے بہتر ثابت ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پانچ اہم نصیحتیں کی تھیں اُن میں سے ایک یہ تھی کہ ''جا اپنے پڑوسی کے ساتھ نیکی کر تو کامل مومن ہو جائے گا'' (ترمذی)

پڑوسیوں کے چند حقوق

* اس کے ساتھ احسان و مراعات سے پیش آئے۔
* اس کے اہل وعیال کی آبرو کی حفاظت کا خیال رکھے۔
* وقتاً فوقتاً اس کے گھر ہدیہ بھیجتا رہے، بالخصوص جب وہ فاقہ زدہ ہو، تو ضرور تھوڑا بہت کھانا اس کو دیا کرے۔

* اس کو تکلیف نہ دے۔
* معمولی معمولی اُمور میں اُس سے نہ اُلجھے۔
* اُس کی راحت کو اپنی راحت پر مقدم رکھے۔
* اس کے عیب کو ڈھانکے۔
* اُس کی لغزش کو معاف کرے۔
* بیمار ہو، تو عیادت کیا کرے۔
* مر جائے تو جنازے پر حاضر ہونا چاہیے۔
* اُس کے عذر کو قبول کرے۔
* اُس کے احسان کا بدلہ اچھی نیت سے دیا کرے۔
* اُس کی گمشدہ چیز کو ملنے پر پہنچا دیا کرے۔
* اُس پر کوئی ظلم کرتا ہو تو ظالم کو ظلم سے روک دے۔
* اُس کو رسوا نہ کرے۔
* جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اُس کے لئے بھی وہی پسند کرے۔
* اُس پر بدگمانی نہ کرے۔۔
* اگر اتفاقاً کچھ رنجش پیدا ہو جائے تو تین دن سے زیادہ ترکِ کلام نہ کرے۔
* اُس پر حسد و بغض نہ کرے
* اُس کی غیبت نہ کرے۔
* اُس کے ساتھ محبت و شفقت کا معاملہ کرے۔
* اگر اُس کو بھلائی پہنچے تو مبارک باد دے۔

اس کے علاوہ اور حقوق بھی ہیں۔الغرض دین اسلام نے پڑوسی کا حق ادا کرنے پر بڑا زور دیا ہے۔

ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ ایک تو آس پاس رہنے والے لوگ پڑوسی ہوتے ہیں جنہیں عام

لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا پڑوسی ہے۔لیکن بعض پڑوسی ایسے ہیں جس کی طرف لوگ اکثر دھیان نہیں دیتے مثلاً یہ لوگ بھی پڑوسی کے زمرے میں آتے ہیں۔

* ایک سفر کے دو رفیق
* ایک مدرسے کے دو طالبعلم
* ایک کارخانے کے دو ملازم
* ایک استاذ کے دو شاگرد
* ایک دکان کے دو شریک ساتھی

درحقیقت یہ بھی ایک طرح کی ہمسائیگی ہے۔اسلام نے ہمسائے کے مفہوم کو وسیع سے وسیع تر بنا دیا ہے۔

پڑوسی کے بارے میں چند حکایات

❀❀......حضرت ابن المقفع رحمۃ اللہ علیہ اپنے پڑوسی کی دیوار کے سایہ میں اکثر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اُن کو معلوم ہو گیا کہ پڑوسی قرضدار ہونے کی وجہ سے اپنا گھر فروخت کر رہا ہے۔فرمانے لگے کہ ہم اُس کے گھر کے سایہ میں ہمیشہ بیٹھے رہے۔اُس کے سایہ کا حق ہم نے کچھ ادا نہ کیا۔یہ کہہ کر اُس کے گھر کی قیمت اس کو نذر کر دی اور فرمایا کہ قیمت وصول ہو گئی۔اب اس کو فروخت کرنے کا ارادہ نہ کرنا۔

سبحان اللہ! جو پڑوسی کے گھر کے سایہ کا اتنا خیال رکھتے ہیں۔وہ پڑوسی اور اس کے اہل خانہ کا کتنا خیال رکھتا ہوگا۔

❀❀......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نے ایک بکری ذبح کی۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اس کی کھال نکال چکو تو سب سے پہلے اس کے گوشت میں سے میرے یہودی پڑوسی کو دینا۔کئی دفعہ یہی لفظ فرمایا۔غلام نے عرض کیا کہ آپ کتنی مرتبہ اس کو فرمائیں گے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام بار بار پڑوسی کی تاکید فرماتے رہے۔اس لئے میں بھی بار بار کہہ رہا ہوں کہ میرے یہودی پڑوسی کو گوشت دیدینا۔

یہ حضرات کافر پڑوسی کے حق کا کتنا خیال رکھتے تھے۔آج کل ہم ظاہری طور پر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا

لباس پہنے ہوئے بھی، مسلمان پڑوسی کا خیال نہیں رکھتے...... بلکہ اُلٹا پڑوسی کو نقصان پہنچانے کے در پے ہوتے ہیں۔

❀❀......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی کو کسی شخص نے بکری کی سری ہدیہ کے طور پر دیدی۔ اُنہوں نے خیال فرمایا کہ فلاں ساتھی (پڑوسی) زیادہ ضرورت مند ہیں، کنبہ والے ہیں اور اُن کے گھر والے زیادہ محتاج ہیں۔ اس لئے اُن کے پاس بھیج دی۔ اُن کو ایک تیسرے صاحب کا خیال پیدا ہوا اور اُن کے پاس بھیج دی۔ غرض اسی طرح سات گھروں میں پھر کر وہ سری سب سے پہلے صحابی کے گھر لوٹ آئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات خود بھی ضرورت مند ہوتے لیکن ہر شخص دوسرے (پڑوسی وغیرہ) کی ضرورت کو مقدم رکھتا۔

❀❀......حضرت عتبہ بن الغلام رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ لوگوں نے آپ کو جاڑے کے موسم میں ایک پیراہن پہنے ہوئے دیکھا اور حالت یہ تھی کہ آپ کا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا حالت ہے۔

آپ نے فرمایا: ایک مرتبہ چند آدمی میرے ہاں مہمان ہوئے اور انہوں نے میرے ہمسایہ کی دیوار سے بلا اجازت تھوڑی سی مٹی لے کر ہاتھ دھوئے تھے۔ اب جب کبھی دیوار کو دیکھتا ہوں تو ندامت اور شرم کے مارے پسینہ آجاتا ہے۔ حالانکہ میرا پڑوسی اس غلطی کو معاف کر چکا ہے۔

یہ حضرات پڑوسی کی دیوار کا اتنا خیال کرتے تھے اور اب یہ حالت ہے کہ پڑوسی کی جائیداد پر قبضہ کرنا، ایسے حالات پیدا کرنا کہ پڑوسی بھاگ جائے اور اس کا گھر ہمیں مل جائے۔ اللہ پاک ہم سب کو محض اپنے فضل وکرم سے ہمسایہ کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین!

❀❀......ایک صاحب کے گھر میں چوہے بہت تھے جن سے اسے تکلیف بہت تھی۔ کسی نے بلی پالنے کا مشورہ دیا (پرانے زمانے میں یہ جدید چوہے مار دوائیاں نہ تھیں) تو اس نے کہا کہ میں بلی اس لئے نہیں پالتا کہ مجھے ڈر یہ ہے کہ چوہے بلی کا شُہرہ سن کر پڑوسی کے گھر نہ چلے جائیں۔ تو یہ بات میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا دوسروں کے لئے کیسے پسند کروں۔

سبحان اللہ! اگر ہم سب اس بزرگ کے نقش قدم پر چلنا شروع کریں تو یہ دنیا جنت بن جائے گی۔

ہر طرف امن وسکون کا ماحول پیدا ہوگا۔ یہ جھگڑے فسادات قتل وغارت گری وغیرہ سب دوسروں کا حق ادا نہ کرنے اور خاص طور پر پڑوسی کی حق تلفی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

❀❀...... ہمارے پیرومرشد فرمایا کرتے ہیں کہ پیری مریدی یعنی سلوک وتصوف حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بلکہ حقوق البہائم کی ادائیگی کا دوسرا نام ہے۔ چونکہ تمام اہل اللہ اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو اِن کی صحبت میں عقیدت ومحبت سے بیٹھتے ہیں، یہی نسبت ان میں آہستہ آہستہ منتقل ہوتی جاتی ہے جیسا کہ مَثل مشہور ہے کہ خربوزہ، خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔

❀❀...... حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ...... آپ کا ایک ہمسایہ تھا جو کہ غیر مسلم تھا۔ اس کا ایک شیر خوار بچہ تھا۔ جو رات کی تاریکی کی وجہ سے تمام رات روتا رہتا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر روز چراغ اس کے گھر لے جاتے۔ وہ چراغ کی روشنی دیکھ کر خاموش ہو جاتا۔

وہ غیر مسلم پڑوسی سفر پر گیا ہوا تھا۔ جب سفر سے واپس لوٹا تو بچے کی ماں نے تمام ماجرا بیان کیا۔ اس نے کہا: افسوس جب شیخ کی طرف سے ہمیں روشنی پہنچ گئی تو ہم غفلت کی تاریکی میں کیوں رہیں۔ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، مسلمان ہو گیا۔

مرنے کے بعد سخاوت کا عجیب واقعہ

✻ کچھ لوگ طویل سفر کے بعد ایک مشہور سخی کی قبر پر پہنچے اور رات کو وہاں قیام کیا۔ ان میں سے ایک نے صاحبِ قبر کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس سے کہہ رہا ہے۔ اگر تم اپنے اونٹ کے عوض میرا گھوڑا لے لو تو میں تم لوگوں کی ضیافت کروں۔ اس شخص نے خواب میں اونٹ کے بدلے گھوڑا لینے پر رضامندی ظاہر کی۔ آنکھ کھولی تو دیکھا کہ اونٹ کی گردن سے خون بہہ رہا ہے۔ وہ جلدی سے اُٹھا، اُونٹ ذبح کیا اور اس کا گوشت قافلے کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ جب یہ لوگ واپس ہوئے تو انہیں راستے میں چند سوار ملے جو اسی قافلے کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے پوچھا: کیا تم لوگوں میں اس نام کا شخص بھی ہے؟ ان لوگوں نے اسی شخص کا نام لیا جس نے اُونٹ ذبح کیا تھا۔ اس نے کہا: یہ میرا نام ہے، کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ تم نے فلاں مردہ شخص کو کچھ فروخت کیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں لیکن یہ معاملہ خواب میں ہوا ہے۔ آنے والوں میں سے ایک نے کہا: وہ میرے والد ہیں، انہوں نے مجھے خواب میں حکم دیا کہ میں یہ گھوڑا تم تک پہنچا دوں۔

(حکایات از امام غزالی)

بادشاہ کی جوانمردی و مروت:

کرمان میں ایک بادشاہ تھا نہایت سخی و جوانمرد۔ایک مرتبہ عضدالدولہ نے اس کے ملک پر لشکرکشی کی اور اس کا ملک فتح کرنا چاہا۔ وہ طاقت کا مقابلہ نہ رکھتا تھا۔قلعہ بند کرلیا۔عضدالدولہ جنگ کرتے کرتے قلعہ تک آ گیا۔ جب رات ہوتی تھی، بادشاہ کرمان اس قدر کھانا بھیجتا جو عضدالدولہ کے تمام لشکر کو کافی ہوتا۔ عضدالدولہ نے کہلا بھیجا کہ دن کو جنگ کرنا اور رات کو کھانا بھیجنا کیا معنی رکھتا ہے؟ جواب بھیجا۔''جنگ کرنا اظہار مردی ہے اور کھانا بھیجنا وظیفہ مردی ہے۔آپ کا لشکر اگر چہ دشمن ہے لیکن میرے شہر میں مسافر ہے۔ یہ مروت سے بعید ہے کہ آپ میرے مکان میں ہوں اور اپنا کھانا کھائیں۔''عضدالدولہ رویا اور کہا۔''جو شخص ایسا صاحب مروت ہو اس سے جنگ کرنا بے مروتی ہے۔ چنانچہ لشکر لوٹا لیا۔ پھر اس سے تعرض نہ کیا۔

(مخزن اخلاق،ص ۴٦۲)

پڑوس کی قیمت ایک ہزار دینار:

❀ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے پڑوس میں یہودی رہتا تھا۔یہودی نے مکان بیچنا چاہا۔ایک آدمی نے پوچھا ''کتنے میں بیچو گے؟'' کہنے لگا کہ ''میں دو ہزار میں بیچوں گا۔''اس خریدار نے کہا کہ ''اس علاقے میں اس قسم کے مکان کی قیمت زیادہ سے زیادہ ایک ہزار دینار ہے۔ یہودی کہنے لگا کہ ''ہاں ٹھیک ہے۔ایک ہزار دینار تو میرے مکان کی قیمت ہے اور ایک ہزار دینار عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ کے پڑوس کی قیمت ہے۔

ایک وقت تھا کہ مسلمانوں کے پڑوس میں جو مکان ہوتے تھے ان مکانوں کی قیمتیں بڑھ جایا کرتی تھیں اور آج یہ وقت آ چکا ہے کہ یورپ کے بعض علاقوں میں مسلمان مکان لینے جاتے ہیں تو انہیں کوئی مکان بھی کرائے پر دینے کے لیے تیار نہیں۔

(دلچسپ،عبرت انگیز واقعات،ص ۱۵۹)

حق ہمسائیگی:

❀ مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں: آپ (حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ)

کا شغل تھا کہ اکثر غریب عورتیں اپنے کھیت سے مٹی بقدر ایک بڑی رکابی کے کلوخ کے لیے لایا کرتی تھیں۔اور آپ بنظرِ سخاوت ایک پائی میں خریدا کرتے تھے اور اپلہ (یعنی گو مٹھ موٹے موٹے لمبائی میں ایک ہاتھ کے قریب) تمام دن اس کی خریداری ہوتی تھی۔فقیر نے عرض کیا کہ ایک بار گاڑی پر منگا لیجئے کیونکہ ایک بڑی رکابی کے بقدر لائی ہیں اور ایک پائی آپ دیتے ہیں،اسی طرح گو مٹھ کی قیمت بھی آپ بہت دیتے تھے۔آپ نے سکوت فرمایا،اشارتاً معلوم ہوا کہ پرورش ان کی منظور ہے اور حق ہمسایہ ادا کرنا مدنظر ہے۔

اپلہ کی خریداری کے بارے میں عرض کیا کہ یہ عادت جوگیوں کی دیکھی ہے،یا آتش پرستوں کی،کہ تمام دن آگ جلایا کرتے ہیں،آپ نے فرمایا کہ:غریب محلّہ کے لوگ آگ لے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ایک اپلہ بھی لے جاتے ہیں۔

شرفا وغرباء کی مدد کا طریقہ:

❁ ایک بار سرشام کسی نے پانچ سو روپیہ نذر کیے۔اسی وقت اعلان فرمادیا کہ ہمارے حجرہ کی دیوارگری جارہی ہے،اس کی مرمت کی ضرورت ہے۔اہل قصبہ اس ادا سے واقف تھے۔بہت سے شرفاء اور غرباء ٹوکریاں اور پھاوڑے وغیرہ لے کر حاضر ہوگئے۔اور کسی نے دیوار کو ہاتھ لگایا،کسی نے کچھ کیا۔آپ نے کسی کو کچھ دیا،کسی کو کچھ،سونے سے پہلے ساری رقم تقسیم فرماکر فارغ ہوگئے۔کسی صاحب نے عرض کیا کہ آخر کیا عجلت تھی:فرمایا،واہ ہماری دیوارگری جارہی تھی،تم باتیں بناتے ہو۔(واقعات وکرامات اکابر علماء دیوبند،ص ۱۳۸ تا ۱۳۹)

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ دو ساتھیوں سمیت سفر میں تھے۔سخت سردی کا موسم تھا۔رات کو ایک مسجد میں قیام ہوا جس کے دروازے کا ایک پلہ ٹوٹا ہوا تھا۔آپ ساتھیوں کے سو جانے کے بعد ساری رات اس پلے کے سامنے کھڑے رہے تاکہ میرے ساتھیوں کو سردی نہ لگے۔

پڑوسیوں کے مکان کچے ہیں میں پکا کیسے بنواؤں:

❁ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔”حضرت

مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دیو بند میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے معروف تھے۔دارالعلوم دیو بند کے درجہ عالیہ کے استاد تھے۔ان سے ابوداؤد شریف پڑھنے والے اب بھی موجود ہیں اور پورے برصغیر میں ہزاروں افراد ہوں گے جنہوں نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا ہوگا۔آپ علوم قرآن وحدیث کے بہت بڑے ماہر اور جملہ علوم وفنون کے کامل محقق،مگر بہت کم گو۔حدیث کے درس میں بہت مختصر مگر جامع تقریر ایسی ہوتی تھی کہ حدیث کا مفہوم دل میں اتر جائے اور شبہات خود بخود کافور ہو جائیں۔دیو بند میں آپ کا مکان اور نشست گاہ کچی مٹی کی بنی ہوئی تھیں۔ہر سال برسات کے مواقع پر اس کی لپائی تپائی ناگزیر تھی۔جس میں کافی پیسہ اور وقت خرچ ہوتا تھا۔ایک مرتبہ احقر نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت!جتنا خرچ سالانہ اس کی لپائی پر ہوتا ہے اگر ایک مرتبہ پختہ اینٹوں سے بنانے میں خرچ کر ڈالیں تو دو تین سال میں وہ خرچ برابر ہو جائے گا اور ہمیشہ کے لیے اس محنت سے نجات ہو۔یہ سن کر پہلے تو فرمایا!ماشاءاللہ بات تو بہت عقل کی کہی ہے ہم بوڑھے ہو گئے،ادھر دھیان ہی نہیں آیا۔پھر کچھ توقف کے بعد جو حقیقت حال تھی وہ بتائی اور تب پتہ چلا کہ یہ حضرات کس مقام سے سوچتے ہیں۔فرمایا''میرے پڑوس میں تمام غریبوں کے کچے مکان ہیں،اگر میں اپنا مکان پختہ بنوالوں تو غریب پڑوسیوں کو حسرت ہوگی اور اتنی وسعت نہیں کہ سب کے سب پختہ بنوا دوں''۔اس وقت معلوم ہوا کہ یہ حضرات جو کچھ سوچتے ہیں وہاں تک ہر ایک کی رسائی نہیں ہوسکتی۔چنانچہ انہوں نے اس وقت تک اپنے مکان کو پختہ نہیں کیا جب تک پڑوسیوں کے مکان پکے نہیں بن گئے''۔

اخلاق عالیہ

❁ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا ہمسایہ ایک گبر تھا۔اس کے ایک شیر خوار لڑکا تھا۔وہ تمام رات اندھیرے کی وجہ سے روتا رہتا تھا۔کیونکہ اس کے گھر میں چراغ نہ تھا۔آپ ہر روز چراغ اس گبر کے گھر لے جاتے اور وہ لڑکا چراغ کی روشنی میں خاموش ہو جاتا۔

جب وہ گبر سفر سے واپس آیا تو اس لڑکے کی ماں نے آپ کے متعلق ہر شب چراغ کا لانا بیان کیا۔اس گبر نے کہا''جب شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی روشنی آ گئی تو افسوس کہ ہم اپنی تاریکی میں رہیں۔وہ گبر آپ کی خدمت میں آیا اور مسلمان ہو گیا۔

ایسا پڑوس ایسی سخاوت:

❀ ایک بڑھیا، عبداللہ بن طاہر کے پڑوس میں رہتی تھی۔ اس کی چار بیٹیاں تھیں۔ چاروں جوان تھیں۔ کسی نے بڑھیا سے کہا ''تمہاری بیٹیاں جوان ہو چکی ہیں۔ ان کی شادی کی فکر کرو''۔

یہ سن کر بڑھیا نے سرد آہ بھری اور بولی:

''گھر میں کھانے کو ہوتا نہیں، ان کی شادی کس طرح کروں''۔

اس پر مشورہ دینے والے نے کہا:

''تمہارا مکان کافی بڑا ہے، اس کو بیچ دو''۔

جواب میں اس نے کہا:

''میں عبداللہ بن طاہر کے پڑوس کو نہیں چھوڑ سکتی ...... ایسے پڑوس کو چھوڑ کر میں پیسوں کا کیا کروں گی۔''

یہ بات عبداللہ بن طاہر کے کانوں تک پہنچی۔ انہوں نے ایک دوسری عورت کو بلایا اور اس سے کہا:

''میری چار بیٹیاں ہیں۔ ان کے لیے اچھے اچھے رشتے تلاش کرو۔''

جب اس عورت نے رشتے تلاش کر دیے تو عبداللہ بن طاہر نے بڑھیا کی چاروں بیٹیوں کی شادی ان سے کرا دی اور ہر ایک لڑکی کو ایک لاکھ دینار دیئے۔

(بچوں کا اسلام، شمارہ نمبر ۱۵۶، ص ۱۱)

❀❀❀❀❀❀❀

نویں نصیحت...... فضول کام اور کلام کو چھوڑ دینا

ارشادِ خداوندی ہے

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ

ترجمہ:......اور جو نکمی بات پر دھیان نہیں کرتے۔

مطلب یہ ہے کہ فضول باتوں سے خواہ قولی ہوں یا فعلی، کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومنون کے ابتدائی حصے میں کامل مومن کی چند صفات بیان فرمائی ہیں۔ان صفات میں سے ایک یہ ہے کہ کامل مومن فضول کلام یا کام (جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو) سے پرہیز کرتے ہیں۔لغو کا اعلیٰ درجہ معصیت اور گناہ ہے۔جس میں دینی فائدہ نہ ہونے کے ساتھ ساتھ دینی ضرر اور نقصان ہے،اس سے بچنا واجب ہے۔اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ نہ مفید ہو نہ مضر،اس کا ترک کرنا کامل مومن کی نشانی ہے

حدیثِ پاک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی آدمی کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔

سورۂ فرقان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (72)

ترجمہ......اور جو لوگ شامل نہیں ہوتے جھوٹے کام میں اور جب گزرتے ہیں کھیل کی باتوں پر نکل جائیں بزرگانہ۔

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے کامل مومن کی اسی صفت کو ارشاد فرمایا ہے کہ کامل مومن کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر اتفاقاً بلا ارادہ بے ہودہ مشغلوں کے پاس ہو کر گزریں تو سنجیدگی و شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں یعنی ان کی طرف التفات نہیں کرتے۔نہ ان کی تحقیر کر کے اور نہ تکبر کا اظہار کر کے،بس خاموشی سے چلے جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اتفاق سے ایک روز کسی بے ہودہ مجلس پر گزر ہو گیا تو وہاں ٹھہرے نہیں گزر کر چلے گئے۔رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ ابن مسعود کریم ہو گئے اور یہ آیت

تلاوت فرمائی جس میں بے ہودہ مجلس سے کریمانہ اور شریفانہ انداز سے گزر جانے کا حکم ہے۔

اسی طرح لہو ولعب میں مشغولیت سے عام مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

ترجمہ......اور ایک وہ لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تا کہ بچلائیں اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہرائیں ان کو ہنسی۔ وہ جو ہیں ان کو ذلت کا عذاب ہے۔

مطلب ان کا یہ ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو قرآن سے اعراض کر کے ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں......خود بھی گمراہ ہیں اور اس کے ذریعے سے دوسروں کو بھی راہِ حق سے گمراہ کرنے والے ہیں۔ اور راہِ حق کی ہنسی بھی اڑاتے ہیں تا کہ لوگوں کے دلوں سے اس کی وقعت اور تاثیر نکل جائے۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں رسوا کن عذاب تیار کیا گیا ہے۔

واقعہ

اس آیت کا شانِ نزول ایک خاص واقعہ ہے کہ نفر بن حارث مشرکینِ مکہ میں سے ایک بڑا تاجر تھا اور تجارت کے لئے مختلف ملکوں کا سفر کرتا تھا۔ وہ ملکِ فارس (موجودہ ایران) سے شاہانِ عجم کسریٰ وغیرہ کے تاریخی قصے خرید کر لایا اور مشرکینِ مکہ سے کہا کہ محمد (ﷺ) تم کو قومِ عاد وثمود وغیرہ کے واقعات سناتے ہیں، میں تمہیں ان سے بہتر رستم اور اسفندیار اور دوسرے شاہانِ فارس کے قصے سناتا ہوں۔ یہ لوگ اس کے قصہ کو شوق ورغبت سے سننے لگتے۔......کیونکہ ان میں کوئی تعلیم تو تھی ہی نہیں جس پر عمل کرنے کی محنت اٹھانی پڑے صرف لذیذ قسم کی کہانیاں تھیں۔ ان کی وجہ سے بہت سے مشرکین جو اس سے پہلے کلام الٰہی (کے اعجاز اور یکتائی کی وجہ سے اس کو) سننے کی رغبت رکھتے اور چوری چوری سنا بھی کرتے تھے۔ ان لوگوں کو قرآن سے اعراض کا بہانہ ہاتھ آ گیا۔

اور درمنثور میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ تاجر باہر سے ایک گانے والی کنیز خرید کر لایا تھا اور اس کے ذریعے اس نے لوگوں کو قرآن سننے سے روکنے کی یہ صورت نکالی کہ جو لوگ قرآن

سننے کا ارادہ کریں اپنی اس کنیز سے ان کو گانا سنواتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ محمد (ﷺ) تم کو قرآن سنا کر کہتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو اور اپنی جان دو جس میں تکلیف ہی تکلیف ہے۔ آؤ تم یہ گانا سنو اور جشن وطرب مناؤ۔

قرآن کریم کی مذکورہ آیت اسی واقعہ پر نازل ہوئی۔ لَهْوَ الْحَدِيْث سے وہ قصے کہانیاں، شاہانِ عجم یا یہ لونڈی گانے والی مراد ہے۔ لفظِ حدیث تو باتوں اور قصے کہانیوں کے معنی میں ہیں اور لہو کے معنی غفلت میں پڑنے کے ہیں۔ یعنی جو چیزیں انسان کو ضروری کاموں سے غفلت میں ڈالیں وہ لہو کہلاتی ہیں۔ یا ایسے کاموں کو بھی لہو میں شمار کیا جاتا ہے جن کا کوئی فائدہ نہ ہو، محض وقت گزاری کا مشغلہ یا دل بہلانے کا سامان ہو۔

لَهْوَ الْحَدِيْث .... کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں اس کی تفسیر گانے بجانے سے کی گئی ہے۔.

اور جمہور صحابہ وتابعین اور عام مفسرین کے نزدیک...... لَهْوَ الْحَدِيْث ...... عام ہے تمام ان چیزوں کے لئے جو انسان کو اللہ کی عبادت اور یاد سے غفلت میں ڈالے۔ اس میں غنا ومزامیر بھی داخل ہیں اور قصے کہانیاں بھی۔

خلاصہ یہ کہ جو کام حقیقتاً لہو ہوں، یعنی جن میں نہ کوئی دینی فائدہ ہو اور نہ دنیاوی، وہ سب کے سب مذموم اور مکروہ ہیں۔ بعض تو کفر کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ بعض حرام ہیں اور بعض کم سے کم درجہ مکروہ تنزیہی ہے، یعنی خلافِ اولیٰ ہے۔

جو کھیل دین سے گمراہ ہونے یا دوسروں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں...... وہ کفر ہے۔ جیسا کہ آیت مذکورہ سے ثابت ہے جس میں نضر بن حارث نے لہو کو اسلام کے خلاف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کیا تھا۔ یہ لہو حرام ہونے کے ساتھ کفر تک پہنچ گیا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جو کوئی لہو لوگوں کو اسلامی عقائد سے تو گمراہ نہیں کرتا، مگر ان کو کسی حرام اور معصیت میں مبتلا کرتا ہے وہ کفر تو نہیں مگر حرام اور سخت گناہ ہے۔ جیسے وہ تمام کھیل جن میں ہار جیت پر مال کا لین دین ہو۔ یا جو انسان کو ادائے فرض نماز وغیرہ سے مانع ہو۔

آج کل کے مروجہ کھیلوں یعنی کرکٹ وغیرہ میں انہاک کی وجہ سے نماز وغیرہ کی ادائیگی کا کہاں تک خیال رکھا جاتا ہے۔

اس زمانے میں بیشتر نوجوان فحش ناول یا جرائم پیشہ لوگوں کے حالات پر مشتمل قصے دیکھنے کے عادی ہیں۔ یہ سب چیزیں اسی قسم لہوِحرام میں داخل ہیں۔ اسی طرح گمراہ اہلِ باطل کے حالات کا مطالعہ بھی عوام کے لئے گمراہی کا سبب ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ البتہ راسخ العلم علماء ان کے جواب کے لئے دیکھیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اور جن کھیلوں میں نہ کفر ہے اور نہ کوئی کُھلی ہوئی معصیت وہ مکروہ ہیں کہ بے فائدہ کام میں اپنی توانائی اور وقت کو ضائع کرنا ہے۔

کھیلوں کے سامان کی خرید وفروخت

مذکورہ تفصیل سے کھیلوں کے سامان کی خرید وفروخت کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ جو سامان کفر وضلال یا حرام ومعصیت ہی کے کھیلوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی تجارت اور خرید وفروخت بھی حرام ہے اور جو سامان لہوِمکروہ میں استعمال ہوتا ہے، اس کی تجارت بھی مکروہ ہے۔ اور جو سامان جائز اور مستثنٰی کھیلوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی تجارت بھی جائز ہے۔ اور جس سامان کو جائز اور ناجائز دونوں طرح کے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے اس کی تجارت جائز ہے۔

مباح اور جائز کھیل

جو کھیل بدن کی ورزش، صحت اور تندرستی باقی رکھنے کے لئے یا کسی دوسری دینی ودنیوی ضرورت کے لئے یا کم ازکم طبیعت کا تھکان دور کرنے کے لئے ہوں اور ان میں غلو نہ کیا جائے کہ انہی کو مشغلہ بنا لیا جائے اور ضروری کاموں میں بھی حرج واقع نہ ہو تو ایسے کھیل شرعاً مباح ہیں۔ اور اگر دینی ضرورت کی نیت سے ہوں تو ثواب بھی ہے۔

جیسے تیراندازی، گھوڑے کی سواری یا اپنے اہل کے ساتھ ملاعبت وغیرہ۔

حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انصار مدینہ میں ایک صاحب دوڑ میں بڑے ماہر تھے۔ کوئی ان سے سبقت نہ لے جا سکتا تھا۔ انہوں نے ایک روز اعلان کیا کہ کوئی ہے جو میرے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کرے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں مقابلہ کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت

دیدی تو میں مقابلہ میں آگے بڑھ گیا۔اس سے معلوم ہوا کہ پیادہ دوڑ کی مشق جائز ہے۔

ایک مشہور زمانہ پہلوان رکانہ نے رسول اللہ ﷺ سے کشتی کی تو آپ ﷺ نے اس کو کشتی میں پچھاڑ دیا۔

اسی طرح ایک دفعہ حبشہ کے کچھ نوجوان مدینہ طیبہ میں فن سپہ گری کی مشق کرنے کے لئے نیزوں وغیرہ سے کھیلتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ان کا کھیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی پشت کے پیچھے کھڑا کرکے دکھلایا اوران لوگوں کوفرمایا:

اِلْھُو وَالْعَبُوا ......''یعنی کھیل کود کرتے رہو۔''اور بعض روایات میں اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی آئے ہیں:

فَاِنِی اکرہ ان یزی فِی دِینکم غِلْظَۃ

یعنی میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں خشکی اور شدت دیکھی جائے۔

ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے......رَوِّحُوالقُلُوب سَاعَۃ فَسَاعَۃ ...... یعنی تم اپنے قلوب کو بھی کبھی کبھی آرام دیا کرو۔

جس سے قلب ودماغ کی تفریح اوراس کے لئے کچھ وقت نکالنے کا جواز پیدا ہوا۔

شرط ان سب چیزوں میں یہ ہے کہ نیت ان مقاصدِ صحیحہ کی ہو جو اِن کھیلوں میں پائے جاتے ہیں کھیل برائے کھیل مقصد نہ ہو اور وہ بھی بقدرِ ضرورت ہے۔اس میں تَوَسُّع اور غُلو نہ ہو۔درحقیقت جب یہ اپنی حد کے اندر ہوں تو لہو کی تعریف میں داخل نہیں۔

بعض کھیل جوصراحتاً ممنوع کئے گئے

بعض کھیل ایسے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر منع فرمادیا ہے۔مثلاً شطرنج اور چوسر وغیرہ......اگر ان کے ساتھ ہار جیت اور مال کا لین دین ہو تو یہ جوا اور قطعی حرام ہیں ......اور اگر محض دل بہلانے کے لئے کھیلے جائیں تب بھی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نرد شیر کھیلتا ہے وہ ایسا ہے جس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے خون میں رنگے ہوں (مسلم)

اس طرح ایک روایت میں شطرنج کھیلنے والے پر لعنت کے الفاظ آئے ہیں۔

اگر آج کل کے مروجہ کھیلوں پر نظر دوڑائی جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ اوّل تو نماز روزے کا خیال ہی نہیں۔ دوسرے غیر شرعی لباس جس میں ستر کو ڈھانپنے کا کوئی انتظام نہیں۔ تیسرے ان کھیلوں کا مقصد مسلمانوں کو صرف اور صرف کھیل کی طرف مشغول رکھنا تاکہ دینی امور کی طرف سے اور آخرت سے بے پرواہ ہو کر دنیا ہی میں پھنس جائیں، تاکہ ان کے دلوں سے دین اسلام کی وقعت نکل جائے۔ چوتھے مال و دولت کو قبلہ گاہ بنا کر گمراہ ہو جائیں۔ یہ تو مَردوں کے کھیل سے متعلق ہے۔ مسلمان کہلانے والی خواتین بھی اس میدان میں کود پڑی ہیں۔ جب مسلمانوں کی دینی غیرت وحمیت اس درجے تک پہنچے تو پھر اللہ کا عذاب مسلمانوں پر آ کر ہی رہے گا۔ اور جس کا مشاہدہ آئے روز دیکھا جاتا ہے کہ پوری دنیا میں مسلمانوں پر طرح طرح کے عذاب مسلط کر دیئے گئے ہیں۔

اسی طرح کبوتر بازی کو رسول اللہ ﷺ نے ناجائز قرار دیا ہے۔ ظاہری وجہ یہ ہے کہ ان میں مشغولیت ایسی ہوتی ہے کہ آدمی کو ضروری کام یہاں تک کہ نماز اور دوسری عبادت سے بھی غافل کر دیتی ہے۔

الغرض اللہ کے خاص بندے ایسے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں جن میں نہ دینی فائدہ ہو اور نہ دنیوی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان جتنے کام یا کلام کرتا ہے۔ بظاہر اس کی تین قسمیں ہیں۔

مفید	جس میں کوئی دین یا دُنیا کا فائدہ ہو۔
مضر	جس میں دین یا دُنیا کا کوئی نقصان ہو۔
نہ مفید نہ مضر	جس میں نہ فائدہ ہو اور نہ نقصان

اس تیسری قسم کو حدیث پاک میں لایعنی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ تیسری قسم بھی درحقیقت دوسری قسم میں داخل ہے کیونکہ وہ وقت جو ایسے کام یا کلام میں صرف کیا جائے اگر اسی وقت میں ایک دفعہ اللہ کا نام لیا جائے تو جنت میں ایک درخت لگ جائے گا۔...... یا کوئی اور مفید کام کرتا تو گناہوں کا کفارہ نجاتِ اُخروی کا ذریعہ بن جاتا۔

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آدمی کا ہر کلام اس پر وبال ہے کوئی نفع دینے والی چیز نہیں بجز اس کے کہ بھلائی کا حکم کرے یا بُرائی سے روکے یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔

لایعنی کلام اور کام کے بارے میں چند احادیث مبارکہ

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی کی اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے فائدہ باتوں کو ترک کر دے۔(ترمذی)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جتنی چیزیں لہو ولعب کی ہیں سب بے ہودہ ہیں مگر ایک تو کمان سے تیر پھینکنا، دوسرے گھوڑے کو سدھانا، تیسرے اپنی بیوی سے مُلاعبت کرنا۔ یہ تینوں کھیل فائدہ کے ہیں (ترمذی)

کان سے پہچان

❀❀......ایک بزرگ کے پاس ایک آدمی آیا اور باتیں شروع کیں۔ اس بزرگ نے اس کی طرف دیکھا نہیں۔ پوچھنے پر بتایا کہ میں نے آپ کو کان سے پہچان لیا ہے، آنکھ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ یہ لایعنی ہو جائے گا۔

❀❀......ایک بزرگ بات کا ارادہ فرماتے تو پہلے سے کاغذ پر لکھ دیتے، وہی باتیں کرتے تاکہ سوچنا نہ پڑے اور وقت ضائع نہ ہو۔

نفس کا محاسبہ:

☆......ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ اُنھوں نے دوا پی تو ان کی بیوی نے کہا کہ چند قدم ٹہل لیجئے، اُنھوں نے جواب دیا کہ فضول وعبث حرکت جائز نہیں ہے......میں اپنے نفس سے تمام حرکات وسکنات کا حساب لیا کرتا ہوں، بھلا اس چہل قدمی کو کس حساب میں شمار کروں گا......اسی طرح جس شے کے اپنے نفس تک پہنچنے کے وسائل میں سے کسی ایک سبب کے اندر بھی کچھ معصیت خداوندی کو دخل ہو، اس سے بھی پرہیز کرنا اس درجہ میں ضروری ہے۔

بے ہمہ باہمہ

☆......حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ ایک روز امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر

تھے۔امام صاحب نے فرمایا کہ بایزید وہ کتاب طاق سے اٹھالاؤ۔آپ نے کہا کون سے طاق سے؟ حضرت امام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اتنے عرصے سے تم یہاں رہتے ہواور ابھی تک تمہیں طاق کا بھی پتہ نہیں۔آپ نے عرض کیا کہ آپ کی موجودگی میں مجھے سر اٹھانے سے کیا کام ......میں یہاں سیر کے لئے حاضر نہیں ہوا۔یہ سن کر حضرت امام رحمہ اللہ نے فرمایا اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو تم واپس بسطام چلے جاؤ تمہارا کام ختم ہو چکا۔

سبحان اللہ! مومن کی یہی شان ہے ضروری کام کرنا، غیر ضروری کو چھوڑ دینا۔

(حکایات الاولیاء،ص۴۳)

ترکِ فضول کا معیار:

☆ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ترک فضول کا معیار کیا ہے؟ فرمایا کہ یہ امر اجتہادی ہے۔اجتہاد سے یہ دیکھا جاوے کہ اگر یہ بات ہم نہ کہیں گے تو اس سے اپنا یا دوسرے کا خفیف یا شدید دنیوی یا دینی ضرر ہوگا،ایسی بات تو کہی جاوے اور جو ایسی نہ ہو نہ کہی جاوے......ابتداء میں یہی معیار ہے۔

(انفاسِ عیسیٰ،حصہ دوم،ص۵۴۲تا۵۴۳)

حکایت حضرت مولانا فرید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

❁ فرمایا کہ:مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ دیوبند کے والد فرید الدین صاحب کی نسبت سنا ہے کہ وہ بہت ہی کم بولتے تھے اور بلا کسی شدید ضرورت کے نگاہ بھی اوپر نہیں اٹھاتے تھے۔حتیٰ کہ اگر ان سے کوئی بات پوچھتا تو زبان سے جواب دے دیتے لیکن منہ نہ اٹھاتے،صرف اس لیے کہ بلا ضرورت کیوں نگاہ کو صرف کیا جائے۔(امثال عبرت حصہ دوم،ص۱۲)

زیادہ باتوں سے بچنے کا طریقہ:

❁ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ان کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مولوی شفیع صاحب آج ہم آپس میں عربی میں باتیں کریں گے۔میں بڑا حیران ہوا کہ آج تک تو کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔آج معلوم نہیں کیا بات ہوگئی۔میں نے پوچھا کہ کیوں،کوئی وجہ تو بتائیے؟ فرمایا کہ جب ہم آپس میں بیٹھتے ہیں تو بعض اوقات فضول ادھر ادھر کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں اور یہ زبان قابو میں نہیں رہتی۔اور بے تکلف عربی نہ تم بول سکتے ہیں اور نہ میں بول سکتا

ہوں۔اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ صرف ضرورت کی بات ہوگی۔ بے ضرورت بات نہ ہوگی۔

لایعنی سے احتراز:

ایک بزرگ تھے وہ بات کرنے کے وقت مردوں کو بھی نہ دیکھتے تھے۔ان سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی۔فرمایا دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ لوگ جن کو پہچانتا ہوں اور دوسرے وہ جن کو نہیں پہچانتا ہوں۔جن کو پہچانتا ہوں تو ان کو بلا دیکھے آواز سے پہچان جاتا ہوں دیکھنے کی کیا ضرورت ہے اور جن کو نہیں پہچانتا ان کے دیکھنے سے کیا فائدہ......سبحان اللہ "من حسن الاسلام المرء ترکہ مالایعنیہ" پر عمل اس کو کہتے ہیں۔(امثال عبرت،ص ۲۱۱)

الغرض لقمانِ حکیم علیہ السلام نے جن ظاہری اور باطنی اوصاف حمیدہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ان کے بارے میں چند قرآنی آیات،احادیث مبارکہ اور اولیائے کرام کی حکایات کا مختصر خاکہ پیش کیا گیا۔

یہ اوصافِ حمیدہ یعنی ظاہری اور باطنی کمالات کسی شخص کو اس وقت تک نصیب نہیں ہوتے جب تک وہ کسی شیخ کامل کی صحبت میں تزکیہ نفس کے مراحل سے نہ گزرے۔ ہمارے پیرومرشد کے قولِ مبارک کے مطابق چونکہ تزکیہ فعل متعدی ہے اس کے لئے کسی مزکی کی ضرورت ہے۔لہٰذا خانقاہی نظام میں اسی تزکیہ نفس کے لئے شیخ کامل کی صحبت اختیار کرنا پڑتی ہے۔ کیونکہ تجربے سے ثابت ہے کہ جیسے جسمانی مریض اپنے امراضِ جسمانی کا علاج وآپریشن وغیرہ خود نہیں کرسکتا،اپنے آپ کو ہسپتال میں کسی ماہر معالج یعنی ڈاکٹر کے حوالہ کرے گا۔ بالکل اسی طرح روحانی مریض اپنے روحانی امراض یعنی تکبر،حسد،عجب،فخر،بخل،ریاکاری، حبِ جاہ،وغیرہ کے روحانی علاج کے لئے کسی روحانی کمپلیکس یعنی خانقاہ میں روحانی طبیب یعنی پیرِ طریقت کے حوالہ کرے گا۔ایسا پیر طریقت جو خود شریعت مطہرہ کا پابند ہو اور جس کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر یہ ہو کہ دُنیا کی محبت گھٹتی جاوے۔اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جاوے۔

شیخ طریقت اللہ تعالیٰ کے فضلِ خاص سے مرید کو روحانی امراض کے علاج کے لئے ایسے روحانی نسخے تجویز کرے گا جس پر عمل کرتے ہوئے آہستہ آہستہ امراضِ باطنی کا علاج ہوتا جائے گا۔اور مرید کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی۔ جب مرید کے دل میں اللہ کی محبت کا غم پیدا ہوگا تو باقی سارے غموں سے نجات پا جائے گا۔کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

شیخِ کامل کی صحبت میں مرید اللہ تعالیٰ کا عاشق بن جاتا ہے اور اسی عشق ومحبت کی وجہ سے مرید کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عشق ومحبت کی بدولت عاشقوں کے دن رات روشن ہوتے ہیں۔

تجھ سے روشن ہیں جہان درد کے شمس و قمر
اے امامِ دردِ دل اے رہبرِ دردِ جگر
میرے دل کو روشنی دیتے نہیں شمس و قمر
کائناتِ دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر
اے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن
اے ہماری کائناتِ دل کے خورشید و قمر

اور حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ...... کے مریدِ خاص خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہمان کئے ہوئے
روئے زمین کو کوچۂ جاناں کئے ہوئے

اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی والہانہ اور عاشقانہ انداز سے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکالی دیکھ لی

علمائے دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں۔

رات کو دن بنا دیا کس نے
رُخ سے کاکل ہٹا دیا کس نے
حُسنِ لیلیٰ دکھا کے اے امداد

مجھ کو مجنوں بنا دیا کس نے

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کی صحبت فرضِ عین ہے۔اہل اللہ کی صحبت کی برکت سے دین کا راستہ آسان بلکہ لذیذ ترین بن جاتا ہے۔

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ، ہاتھ میں آ گیا جو چراغ راہ کے جل گئے

شرط یہ ہے کہ آدمی اپنی ''انا'' کو ''فنا'' میں بدل دے، پھر دیکھنا کیسی لازوال دولت ملتی ہے

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

اہل اللہ کی صحبت ومعیت جنت سے بھی بڑی نعمت ہے

فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي ''صالحین کی صحبت کو پہلے بیان فرمایا اور جنت کو بعد میں''

میسر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمین از آسماں آید

(اختر)

اہل اللہ کی صحبت کی برکت سے، قلب کی برکت سے قلب میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا آفتاب طلوع ہوتا ہے۔اور جب اس سلطانِ حقیقی کی کبریائی اور عظمتوں کا جھنڈا قلب میں لہراجاتا ہے تو ساری کائنات نظر سے گر جاتی ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

اللہ تعالیٰ کی کبریائی زمین وآسمان کی وسعتوں میں نہیں سما سکتی لیکن مومن کامل کے دل میں سما جاتی ہے

پر تو حسنت نہ گنجد در زمین و آسمان
در مریم سینہ حیرانم کہ چو جاکر دی

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ شعر سنا تو فرمایا کہ خواجہ صاحب اگر میرے پاس ایک لاکھ روپیہ ہوتا تو میں آپ کو انعام دیتا۔

کوئی کتنا ہی عالم فاضل ہو۔......شیخِ کامل کی صحبت کے بغیر مقاماتِ عالیہ کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ علمائے دیوبند کی زندہ مثال ہمارے سامنے ہے۔علوم ظاہری کے امام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

اسی طرح شیخ الہند بلکہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات اہل اللہ کے صحبت یافتہ مرید تھے۔پھر اہل اللہ کی صحبت کی برکت سے علم ومعرفت تقویٰ و پرہیزگاری، عدل وانصاف اور دین اسلام کی اشاعت وترویج میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

یہ ہیں دیوبندی حضرات جن کے ایک ہاتھ میں قرآن وحدیث......اور دوسرے ہاتھ میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عشق ومحبت تھی۔

درکفِ جامِ شریعت درکفِ سندان عشق
ہر ہوس ناکِ نہ داند جام و سنداں باختن

حکایت

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ......اپنے دور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ ......فقہ اور مذاہبِ اربعہ کے بہت بڑے عالم تھے۔مولانا موصوف پر علومِ ظاہری کا غلبہ تھا۔درس وتدریس اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہتے تھے۔

مولانا ایک روز اپنے شاگردوں کے حلقہ میں رونق افروز تھے۔ چاروں طرف کتابوں کے ڈھیر

پڑے تھے کہ اچانک ''شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ'' قلندرانہ انداز سے آپہنچے اور کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ مولانا نے جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں۔ یہ فرمانا تھا کہ کتابوں میں آگ لگی گئی۔ مولانا نے شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں

صد کتاب و صد ورق درنار کن
سینہ را از نورِ حق گلزار کن

یہ کہہ کر مجلس سے روانہ ہوگئے۔ اس واقعہ سے مولانا کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ تمام گھر بار اور شان و شوکت کو خیر باد کہہ کر صحرانوردی شروع کی۔

❀❀......ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ......مولانا رومی □ ایک روز حوض کے کنارے کتب بینی میں مصروف تھے۔ کہ اچانک وہاں ''شمس تبریز □'' آگئے اور مولانا سے یہ دریافت کیا کہ یہ کیا کتابیں ہیں؟ مولانا نے جواب دیا کہ تمہیں ان کتابوں سے کیا غرض؟ یہ سن کر ''شمس تبریز □ نے وہ کتابیں حوض میں پھینک دیں۔ مولانا کو سخت رنج ہوا۔ اور فرمایا کہ میاں درویش تم نے ایسی چیزیں ضائع کیں جن میں نایاب علمی نکتے تھے اور اب ان کا ملنا محال ہے۔ اس پر شمس تبریز نے وہ کتابیں خشک حالت میں حوض سے نکال کر مولانا کے سامنے رکھ دیں۔

مولانا حیران ہوئے تو شمس تبریز نے کہا یہ حال کی باتیں ہیں تم صاحب قال ان کو کیا جانو؟

قال را بگزار مردِ حال شو
پیش مردِ کاملِ پامال شو

اس کے بعد مولانا رومی شمس تبریز رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور بہت جلد ہی مقاماتِ عالیہ سے سرفراز ہوئے۔ مولانا اپنے مرشد کی غلامی کو بڑے فخر سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرو مرشد کی صحبت میں رہ کر حب الٰہی کی گرمی سے ایسے مست ہوئے کہ آپ کے سینہ میں علوم و معارف کا ......ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن ہوا......جس کی بدولت آپ نے مثنوی شریف لکھی جس میں کم وبیش اٹھائیس ہزار اشعار ہیں اور ہر شعر الہامی ہے۔یعنی وارداتِ غیبیہ ہیں، جن کو مولانا خود فرماتے ہیں:

قافیہ اندیشم و دلدارِ من
گویدم مندیش جز دیدار من

مولانا فرماتے ہیں کہ جس وقت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی نظر مجھ پر پڑی تو عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ اس کیفیت کو اپنی ایک غزل میں یوں بیان فرماتے ہیں:

نہ تنہا دیں میخانہ مستم
ازیں مے ہمچوں من بسیار شد مست
ازیں مے جُرعۂ پاکاں چشیدن
جنید و شبلی و عطار شد مست
چوں برمن شمس تبریزی نظر کرد
تو مُلّا برسرِ بازار شد مست

مولانا اپنے پیرو مرشد کے بڑے عاشق تھے۔شان وشوکت، عمامہ، جُبہ، پالکی وغیرہ چھوڑ کر پیر کا سامان لوٹا پیالہ، بستر وغیرہ سر پر رکھ کر پیر کے پیچھے پیچھے پھرا کرتے اور فرماتے۔

من نہ گویم زی سپس راہ اثیر
پیر جویم پیر جویم پیر پیر
پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست پُر از آفت و خوف و خطر

حکایت

اسی طرح حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ علومِ ظاہری کے بلند مرتبے پر فائز تھے۔لوگ ان کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جانے سے منع کرتے تھے۔ جب پہلی ملاقات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو عرض کیا کہ حضرت کچھ نصیحت فرمائیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ حکیم الامت تھے۔اس لئے حکیمانہ جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ جیسے عالم فاضل کو کیا نصیحت کروں؟ ہاں اپنے بزرگوں سے جو کچھ سنا ہے اس کا تکرار کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تمام تصوف کا حاصل اپنے کو مٹانا ہے۔

مٹا دو ہاں مٹا دو اپنی ہستی تم محبت میں
یہی کہتے ہیں بسطامی ، غزالی ، اور جیلانی
نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
صد بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

بس یہ سنتے ہی سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر گریہ طاری ہو گیا۔

بہت چاہا نہ ظاہر ہو کسی پر رازِ ضبطِ غم
دو آنسو کہہ گئے لیکن شکستہ دل کا افسانہ
کیا خبر تھی بنائے گی محبت ایسا دیوانہ
مجھے خود ہی بننا پڑے گا محبت کا افسانہ

پھر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ تین دن تھانہ بھون مجلس میں شریک ہوئے۔......تیسرے دن کھڑے ہو کر سہ دری پر ہاتھ رکھ کر زار و قطار رونے لگے اور فرمایا کہ تمام عمر جس کو علم سمجھا تھا اب معلوم ہوا کہ سب جہل تھا۔علم تو ان بڑے میاں کے پاس ہے۔اور یہ اشعار پڑے

جانے کس انداز سے تقریر کی
پھر نہ پیدا شبہٗ باطل ہوا
آج ہی پایا مزا قرآن میں
جیسے قرآن آج ہی نازل ہوا

ایک اور موقعہ پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کے اثرات کو یوں بیان فرماتے ہیں:

مجھے دیوانہ بنایا کس نے
مجھ پہ جادو چلایا کس نے
اپنا ہر داغ نظر میں آیا
ایسا آئینہ دکھایا کس نے
دل تھا مردہ لحدِ سینہ میں
اس کو قُم کہہ کے جلایا کس نے
اب کچھ آباد ہے دل کی بستی
اس خرابہ کو بسایا کس نے

اسی طرح خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی صحبت کے اثرات کو یوں بیان فرمایا ہے:

نقشِ بُتاں مٹایا دکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو میرے دل بنا دیا
آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے
ناآشنائے درد کو بِسمل بنا دیا
مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا
کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ میخانہ

ان حکایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل اللہ کی صحبت بہت بڑی نعمت ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں کسی شیخِ کامل کی صحبت میسر ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت کے بارے میں حضرت مرشدی دامت برکاتہم کی تصنیف کردہ کتاب ''اصلاح نفس'' (مکمل ۳ جلد) فیض اشرف (جو حضرت کی اپنے شیخ سے خط وکتابت پر مشتمل ایک نایاب کتاب ہے) اور حقوق البہائم وغیرہ کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

جس طرح کسی زمانے میں بُلبُلِ ہندوستان خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اجمیر شریف میں اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد کی فضاؤں کو ''ہُوحق'' کے فلک شگاف نعروں سے گرما رکھا تھا۔ اور جس طرح مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سرہند میں حبِ الٰہی اور عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بلند کیا تھا۔ اسی طرح ہمارے پیرومرشد دامت برکاتہم نے ضلع بٹگرام کے ہزاروں عقیدت مندوں کو علم ومعرفت اور رشد وہدایت کے چشموں سے سیراب کیا اور ایک ایسا عظیم انقلابی کارنامہ سرانجام دیا کہ ایک جانب عوام الناس سے بدعات وخرافات اور رسوماتِ جاہلیہ کا سدباب کیا اور توحید وسنت کا درس دے کر بندگانِ خدا کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا اور دوسری جانب سلوک وتصوف میں بحیثیتِ مجددِ اعظم شریعت وطریقت کو لازم وملزوم قرار دے کر مخلوقِ خدا کی صحیح سمت رہنمائی فرمائی۔

کئی صدیوں سے پورے ضلع بٹگرام میں علم ومعرفت اور سلوک وتصوف کے میدان میں اس انقلابی کارنامے کی سعادت کسی اور شخص کے حصے میں نہیں آئی۔ علمائے دیوبند کی ترجمانی کرتے ہوئے پورے ضلع بٹگرام میں اس انقلابی کارنامے کا سہرا حضرت والا کے مرہون منت ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے خاص فضل وکرم سے ہمارے پیرومرشد جیسی جامع شریعت وطریقت ہستی کو مَسندِ رُشد وارشاد پر فائز فرما کر پورے ضلع بٹگرام کے باشندوں کو نعمتِ عظمٰی سے سرفراز فرمایا۔

اس نعمتِ عظمٰی کی سعادت علاقہ ٹکری کوزہ بانڈہ کے مشہور ومعروف گاؤں پوڑہ شریف کو نصیب ہوئی جو حضرت والا کا آبائی گاؤں ہے جس میں ایک عالیشان خانقاہ معرض وجود میں آچکی۔ (جس کا مختصر سا خاکہ کتاب کے آخر میں پیش کیا گیا ہے)۔

جن کے ظاہری وباطنی کمالات اور فیوض وبرکات روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ جن کی ظاہری شہرت ومقبولیت کے نہ صرف عوام الناس بلکہ علمائے دیوبند سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام حضرات بھی معترف ہیں۔ مجھ جیسے کم فہم اور طفلِ مکتب کے لئے ان کے کمالات بیان کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

حضرت والا کے عقیدت مندوں میں، علماء وفضلاء، ڈاکٹرز، انجنیئرز ، وکلاء، سکول ٹیچر، دانشور حضرات کے علاوہ ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے سرکاری اور غیر سرکاری عہدیدار شامل ہیں۔

علم و معرفت اور زہد و تقویٰ کے مقامِ اعلیٰ پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت والا نے پشاور یونیورسٹی سے B.Sc Hons in Agriculture کی ڈگری حاصل کی ، یوں جدید علوم پر گہری بصیرت رکھنے کے علاوہ کئی زبانوں مثلاً عربی، فارسی، اُردو، انگریزی، جیسی بین الاقوامی زبان کے ماہر بھی ہیں۔ اور پشتو حضرت والا کی مادری زبان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت والا کا حلقۂ تعلیم و تربیت ایک یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور آپ کے زیرِ تربیت لوگ علم و معرفت، تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ ساتھ بیک وقت کئی زبانیں مثلاً عربی، فارسی، اُردو، پشتو، انگریزی وغیرہ آسانی سے سیکھ سکتے ہیں۔

حضرت والا ایک مجددِ اعظم کی حیثیت سے معاشرے کی اصلاح کی فکر میں بعض اوقات انتہائی مغموم ہو جاتے ہیں۔ اور پریشانی کی یہ کیفیت خاصی حد تک مضطرب رکھتی ہے۔ حضرت والا کا یہ حال دیدنی ہوتا ہے۔ اور پھر بڑے پُر درد انداز میں اپنے متعلقین کو توبہ کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ ساتھیو! اگر میری بات مانتے ہو تو بس آج اور ابھی صدقِ دل سے توبہ کرلیں کیونکہ موت اچانک آتی ہے۔ توبہ کرنے والے اللہ کے محبوب ہیں۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

توبہ کی تین شرائط ہیں۔

1. گزشتہ گناہوں پر صدقِ دل سے نادم ہونا
2. آئندہ کے لئے گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا۔
3. جو کچھ ہو چکا اس کی تلافی۔

یعنی حقوق اللہ مثلاً نماز روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کی قضاء کی ادائیگی شروع کرنا اور حقوق العباد ضائع ہونے کی صورت میں حق دار کا حق ادا کرنا، یا معاف کرانا وغیرہ بلکہ حقوق البہائم بھی پورے کرنا۔

✻✻......جس طرح بارود سے بڑے بڑے چٹان ریزہ ریزہ ہو کر ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح

گناہوں سے توبہ کر کے بارگاہِ خداوندی میں خوب گڑگڑا کر دو آنسو بہالیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین کی بارگاہِ عالی سے معافی کا پروانہ مل جائے گا۔

تسلی ہم گناہ گاروں کو حاصل ہو گئی احمد
بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے
میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا
تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

حضرت والا فرماتے ہیں کہ توبہ شیخِ کامل کے ہاتھ پر کرنا چاہیے تاکہ شیخ کی دعا و توجہ بھی شامل ہو جائے پھر آئندہ کے لئے شریعتِ مطہرہ کی پابندی کے ساتھ ذکر الٰہی شروع کریں۔......اور لفظ ''اللہ'' (جو کہ اسمِ اعظم ہے) کا ذکر خوب والہانہ اور عاشقانہ انداز سے کرتے جائیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ قربِ الٰہی کی نعمت سے مالا مال ہو جائیں گے۔

مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ جلد ۸،ص ۵۷ پر فرماتے ہیں کہ قطبِ ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قولِ مبارک کے مطابق اسم اعظم ''اللہ'' ہی ہے بشرطیکہ تو ''اللہ'' اس طرح کہے کہ قلب غیر اللہ سے خالی ہو۔ جیسا کہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دل میرا ہو جائے اک میدانِ ہو
تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو
غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر
تُو ہی تُو آئے نظر دیکھوں جدھر

حضرت سیدی و مرشدی فرماتے ہیں کہ اسمِ ذات باری تعالیٰ لفظ ''اللہ'' ہے۔(باقی رحمٰن، رحیم،

کریمہ وغیرہ صفاتی اسمائے شریفہ ہیں)......جس کی محبت میں نہ صرف انسان بلکہ ساری کائنات سرگرداں متحیر اور پریشان ہے۔

ایک اور موقع پر فرمایا کہ لفظ اللہ کا معنی ''من موہن'' یعنی دل کو مول لینے والا......واقعی من موہن ہی تو ہیں اسی لئے تو اہل اللہ کا اوڑھنا بچھونا صرف اللہ اللہ کرنا ہے۔

غالباً حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی جلالی شان میں فرمایا کرتے تھے کہ ارے خدا کے بندو کھٹائی مٹھائی میں مزہ ہے۔اور اللہ کا نام لینے میں مزہ نہیں۔اس میں بہت بڑا مزہ ہے۔کوئی کر کے تو دیکھے:

ہر وادئ ویران میں گلستان نظر آیا
قربان میں تیرے نام کی لذت پہ خدایا
بزم میں تنہا نظر آتا ہوں میں
ایک میں ہوں اور خدا کا نام ہے
نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے

ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ ذکرِ الٰہی سے اُجڑے ہوئے دل آباد ہوتے ہیں۔ذکرِ الٰہی سے دلوں کو سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿ﷺ﴾

اور کیوں نہ ہو، یہ ہمارے محبوب رب کا پیارا نام ہے۔جب کوئی عاشق اپنے محبوب کا نام لیتا ہے تو اس کے دل کو راحت،سکون اور تسلی ملتی ہے۔جیسے کہ مجنون ایک دفعہ کسی ریگستان میں دُنیا و مافیہا سے بے خبر بیٹھا ہوا زمین پر کچھ لکھ رہا تھا۔کسی نے آ کر پوچھا کہ اے مجنون! کیا کر رہے ہو۔

گفت مجنون مشق نام لیلیٰ می کنم
خاطرِ خود را تسلی می دہم

مجنون نے کہا کہ اپنی لیلیٰ کا نام لے رہا ہوں اور اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں۔ہمارے حضرت

فرماتے ہیں کہ ذکرِ الٰہی میں مزہ تو بہت ہے۔لیکن آدمی مزہ لینے کی نیت سے ذکر نہ کرے بلکہ اپنے محبوب رب کو راضی کرنے کے لئے ذکر کرے۔

نہ یہ چاہتا ہوں نہ وہ چاہتا ہوں
خدا کے لئے میں خدا چاہتا ہوں

٭٭......ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ اپنے محبوب رب کا نام لیتے لیتے ایسے مست ہوئے کہ غلبۂ عشق و محبت میں فرمایا کہ اے اللہ اپنی قیمت بتا میں تیرا خریدار ہوں۔آواز آئی کہ دونوں جہاں کو ترک کردو مجھے پالو گے۔یہ سن کر اس بزرگ پر وجدی کیفیت طاری ہوگئی اور فرمانے لگے

قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

یعنی اے اللہ تو نے اپنی قیمت دو جہاں بتائی یہ تو بہت کم ہے اپنی قیمت اور بڑھا۔

٭٭......ابراہیم بن ادہم پہلے بادشاہ تھے لیکن جب ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عشق و محبت کا تیر پیوست ہوا تو شاہانہ ٹھاٹ باٹ کو خیرباد کہہ کر صحراء کی طرف چل پڑے اور نیشاپور (ایران) کے پہاڑوں میں اللہ، اللہ کرتے پھرتے رہے۔

درونِ سینۂ ام زخم بے نشان زدۂ
بحیر تم کہ عجب تیرِ بے کمان زدۂ

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی بادشاہی دی کہ دُنیاداروں کی ہزاروں بادشاہتیں اس پر قربان۔ آج بھی وہ دلوں پر حکمرانی کررہے ہیں۔ان کا نام لیتے ہی قلب میں اللہ تعالیٰ کی عشق و محبت کی گرمی پیدا ہوتی ہے۔

٭٭......ایک بار یہ بیٹھے ذکر کررہے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا گزر ہوا۔ان کے پاس بیٹھ گئے مگر حضرت کو علم نہ ہوا (اتنا استغراق تھا) حضرت خضر علیہ السلام نے ان کو ہلایا، سلام کلام کیا۔انہوں نے پھر ذکر شروع کردیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا بھائی لوگ میری ملاقات کی تمنا کرتے ہیں اور تم دیکھتے بھی نہیں۔میں خضر ہوں۔کوئی خواہش ہو تو بتا۔فرمایا اچھا......تو ایسا کریں کہ مجھے نبی بنا دیں۔حضرت

خضر علیہ السلام نے کہا یہ ناممکن ہے۔ فرمایا کہ نبی آپ نہیں بنا سکتے تو ولی تو میں خود بن سکتا ہوں۔ جائیں اپنا کام کریں، لیکن ناز کے لئے گلاب جیسا منہ چاہیے۔

ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ اِس دور میں صحراؤں کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔ شاہی قالین پر بیٹھ کر اللہ کا ذکر والہانہ اور عاشقانہ انداز سے کرتے جائیں۔...... اللہ کے محبوب بن جائیں گے۔ حضرت والا کا اشارہ اس حدیث پاک کی طرف ہے جس میں محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے...... ''بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ جل شانہ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ جنت کے اعلیٰ درجوں میں ان کو پہنچا دیتا ہے۔ (فضائل ذکر، ص ۲۰)

باالفاظ دیگر یہیں قالین پر بیٹھ کر ...... دست بکار دل بہ یار ...... کا مصداق بنیں۔...... قلباً عرشی قالباً فرشی ...... بے ہمہ اور باہمہ کی کیفیت ہو۔

ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ ...... حق تعالیٰ کی محبت اور قرب کا ...... انتہائی مؤثر ذریعہ حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری اور باطنی اتباع ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (طٰہٰ)

ترجمہ: ...... (میرے حبیب) ان سے کہہ دیجئے اگر تم حق تعالیٰ کی محبت کے دعویدار ہو۔ تو میری اتباع اختیار کرو (اس کے نتیجے میں) حق تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہ معاف فرما دیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کرے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جائے گا باالفاظِ دیگر محبّ محبوب بن جائے گا، عاشق معشوق بن جائے گا اور مرید مراد بن جائے گا۔ حق تعالیٰ کی محبوبیت اس کے محبوب کی اتباع میں پنہاں ہے۔ حال میں اتباع ہو، قال میں اتباع ہو، فعل میں اتباع ہو، ظاہر میں اتباع اور باطن میں اتباع ہو۔ عبادات میں اتباع، معاملات میں اتباع، معاشرت میں اتباع۔ الغرض قال قالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو...... حال، حالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ طالبانِ حق کا کوئی قدم خلافِ سنت نہ اُٹھنے پائے۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اتباعِ سنت میں ذوق تک بدل دیئے تھے۔ایک صحابی فرماتے ہیں کہ مجھے کدو کا کھانا پسند نہ تھا۔ایک دن میں نے حبیب پاک ﷺ کو رغبت سے کدو نوش فرماتے ہوئے دیکھا تو اسی دن سے مجھے کدو سے محبت پیدا ہوگئی۔(اصلاحِ نفس ج ۱ ص ۶۰)

جب کوئی عاشق اپنے معشوق کے وصال سے محروم ہوتا ہے۔تو اپنے معشوق کے گلی کوچے اور خدوخال وغیرہ کے تذکرے سے اپنا جی خوش کرتا ہے۔اور محبوب کے حسن و جمال کی یادوں سے اپنے غمگین دل کو تسلی اور سکون دیتا ہے۔اسی ضمن میں حصولِ ثواب، نجات مِنْ عذاب اور شفاعتِ محبوب کی نیت سے محمد عربی ﷺ کے شمائل و فضائل کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

کتب احادیث میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محمدِ عربی ﷺ کے شمائل و فضائل کثرت سے بیان ہوئے ہیں۔ان میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت امِ معبد رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا رنگ مبارک چمکتا ہوا تھا۔پُتلی نہایت سیاہ تھی، آنکھیں بڑی بڑی تھیں جن میں سرخ ڈورے تھے۔پلکیں دراز تھیں، دونوں ابروؤں کے درمیان قدرے کشادگی تھی۔اَبرو خمدار تھیں، بینی مبارک بلند تھی۔دندان مبارک میں قدرے کشادگی تھی۔دندان مبارک میں قدرے فاصلہ تھا۔یعنی بالکل اوپر نیچے جُڑے ہوئے نہ تھے۔چہرہ مبارک گول تھا جیسے چاند کا ٹکڑا، ریش مبارک گُنجان تھی کہ سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی۔شِکم اور سینہ ہموار تھا۔سینہ مبارک چوڑا تھا دونوں شانے کلاں تھے۔اِستخواں بھاری تھیں۔دونوں کلائیاں اور بازو اور اسفل بدن بھرے ہوئے تھے۔دونوں کف دست اور قدم کشادہ تھے۔سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا۔قدم مبارک میانہ تھا۔رفتار میں کوئی آپ کے ساتھ نہ جاسکتا تھا۔یعنی رفتار میں ایک گونہ سرعت تھی مگر بے تکلف۔قامت قدرے درازی کی طرف مائل تھا یعنی طویل تو نہ تھے، مگر دیکھنے میں قد اونچا معلوم ہوتا تھا۔بال قدرے بل دار تھے جب مسکراتے تو دندان مبارک سے روشنی نمودار ہوتی۔جب کلام فرماتے تو دانتوں کے بیچ سے ایک نور معلوم ہوتا تھا۔گردن نہایت خوبصورت تھی۔چہرہ مبارک پھولا ہوا نہ تھا اور نہ بالکل گول، بلکہ گولائی کی طرف مائل تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی مُشک اور خوشبودار چیز رسول اللہ ﷺ کی مہک

سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی۔ کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن اس شخص کو مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی اور کبھی کسی بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کے سبب دوسرے بچوں میں پہچانا جاتا۔ اور آپ ﷺ ایک بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ اور آپ ﷺ کو پسینہ آیا تھا۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ایک شیشی لاکر آپ ﷺ کے پسینہ کو جمع کرنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اس بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملائیں گے اور یہ پسینہ اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس راستے سے گزرتے اور کوئی شخص آپ ﷺ کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ ﷺ اس راستہ سے تشریف لے گئے ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ نے کہا ہے کہ یہ خوشبو بغیر خوشبو لگائے ہوئے خود آپ ﷺ کے بدن مبارک میں تھی۔

آپ ﷺ جب بیت الخلاء جاتے تو زمین پھٹ جاتی اور بول و براز کو نگل جاتی اور اس جگہ سے نہایت پاکیزہ خوشبو آتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اسی لئے علمائے کرام آپ ﷺ کے بول و براز کے طاہر ہونے کے قائل ہیں۔ مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے غزوہ اُحد کے موقع پر آپ ﷺ کے زخم کا خون چوس لیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی۔ اور آپ ﷺ کی خادمہ امّ ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا بول پی لیا تھا۔ ان کو ایسا معلوم ہوا جیسے شیرین نفیس پانی ہوتا ہے، حضور ﷺ کا بول براز مبارک نہ صرف طاہر بلکہ دافع الامراض ہے۔

حضرت آمنہ (آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ) کہتی ہیں کہ میں نے آپ کو پاک صاف جنا کہ کوئی آلودگی آپ کو لگی ہوئی نہ تھی۔ اور قدرتی مختون آون، نال کٹے ہوئے، سرمہ لگے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔ اور پیدائش کے وقت آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے اور اسی روشنی میں شام اور روم کے محلات مجھے نظر آئے۔

آپ ﷺ باوجودیکہ سوتے میں خراٹے بھی لینے لگتے تھے مگر بغیر وضو کئے ہوئے نماز پڑھ لیتے تھے۔ سونے سے آپ کا وضو نہ ٹوٹتا تھا۔ یعنی سونے میں آپ ﷺ حدث سے محفوظ تھے۔

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اکثر کتابوں میں پڑھا ہے اور سب میں یہ مضمون پایا

ہے کہ آپ ﷺ عقل میں سب پر ترجیح رکھتے، رائے میں سب سے افضل تھے۔ ظلمت میں بھی اسی طرح دیکھتے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔

جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ اور آپ ﷺ دور سے ایسا ہی دیکھتے جس طرح نزدیک سے دیکھتے اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے جس طرح سامنے سے دیکھتے۔ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ)

آپ ﷺ کی قوت کی یہ کیفیت تھی کہ آپ ﷺ نے مشہورِ زمانہ پہلوان رُکانہ کو کشتی میں گرا دیا تھا۔ جبکہ ان کو اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے اپنے اسلام لانے کی یہ شرط لگائی تھی۔ مختصر یہ کہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس، قول فعل وغیرہ معجزہ تھا۔ ہر ہر کمال آپ ﷺ پر ختم تھا۔ جملہ کمالات و فضائل آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ ﷺ اپنی مثال آپ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سابقہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو جتنے کمالات و معجزات عطا فرمائے تھے آپ ﷺ ان کمالات، معجزات اور صفاتِ عالیہ کے ساتھ متصف تھے۔ مختصر یہ کہ

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہما دارند تو تنہا داری

حق تعالیٰ اس سعی (بمثل مشت خرخوار) کو قبول فرما کر اپنے محبوب ﷺ کی شفاعت کا وسیلہ بنائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کی سچی اور پکی محبت و عظمت کا کچھ حصہ اس بندہ گناہ گار کو نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العلمین۔

ہمارے حضرت کے ہاں تعلیم و تربیت کا حلقہ علمی نسبت سے چلتا ہے۔ اگر کوئی عالم دین علمی ذوق و تحقیق کے حوالہ سے قرآن و حدیث کو سمجھنے کا شوقین ہو۔ تو ان کی خدمت میں بصد ادب و احترام عرض ہے کہ وہ آ کر حضرت والا کی صحبتِ بابرکت میں طفلِ مکتب کی طرح عقیدت و محبت اور عظمت کے ساتھ دم بخود ہو کر دو زانو بیٹھ جائے اور اپنے سارے کمالات کی نفی کرے۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نہ گیرد فضل شاہ
پیش یوسف نازش و خوبی مکن

جز نیاز و آہ یعقوبی مکن
چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش
ہمچو او باگریہ و آشوب باش

جب یہ حالت ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت والا کے محققانہ انداز بیان کے چشمے سے سیراب ہوجائے گا۔ کیونکہ...... حضرت والا جب علمی شہ پاروں کی عالمانہ، متکلمانہ، محققانہ اور صوفیانہ انداز سے عقدہ کشائی فرمارہے ہوتے ہیں تو علوم دینیہ کے ایک بحر بیکراں معلوم ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ گاؤں گجبوڑی ضلع بٹگرام کی ایک مسجد میں دن کے ۹ بجے حضرت والا وعظ فرمارہے تھے۔ عوام الناس کی ایک کثیر تعداد کے علاوہ ضلع بٹگرام کے چیدہ چیدہ علمائے کرام کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔

علمائے کرام چونکہ علمی تحقیق کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے حضرت والا نے ان کے علمی ذوق وشوق کو مدنظر رکھتے ہوئے صوفیانہ انداز میں بیان کے ساتھ عالمانہ طرز بیان اختیار فرمایا۔

حضرت والا نے علمائے کرام کی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے دریافت فرمایا کہ کیا صرف ارادہ پر گناہ لکھا جاتا ہے یا نہیں؟ تو سب نے بیک آواز کہا کہ نہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہاں بعض اوقات بعض مقامات پر صرف ارادہ پر گناہ لکھا جاتا ہے۔ حضرت والا نے اس حوالہ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسا مدلل بیان فرمایا کہ تمام علمائے کرام انگشت بدنداں رہ گئے۔

ان دلائل میں سے صرف ایک آیت قرآنی اور ایک حدیث پاک کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾)

ترجمہ:...... اور جو اس میں چاہے ٹیڑھی راہ شرارت سے، اسے ہم چکھائیں گے عذاب دردناک۔

یہ آیت مبارکہ حرم شریف کے بارے میں ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جو آدمی حرم میں کج روی یعنی گناہ کا صرف ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اسے دردناک عذاب دیں گے۔ (معارف القرآن)

اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ

اَلْقَاتِل وَالْمَقْتُول کِلاھما فِی النَّار

ترجمہ:......قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔

قاتل تو اس لئے کہ اس نے ایک آدمی کو قتل کیا۔لیکن مقتول کیوں دوزخی ہے؟ اس لئے کہ مقتول نے بھی پہلے سے سو فیصد پختہ ارادہ کیا تھا۔میں اس (قاتل) کو قتل کروں گا لیکن ایک نے پہل کی اور دوسرا قتل ہوا۔ارادۂ گناہ کی دو قسمیں ہیں......ایک گناہ کرنے کا وسوسہ ہے کہ قلب میں گناہ کا وسوسہ پیدا ہوا۔لیکن وسوسے کو عملی جامہ نہیں پہنایا اور استغفار کرتے ہوئے قلب سے وسوسہ دور کیا (جیسے مچھر، مکھی وغیرہ آکر بیٹھ گئی اور اُڑادی گئی) جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔

اللّٰھم اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِی خَشْیَتَكَ وَذِکْرَكَ وَاجْعَلْ هِمَّتِی وَهَوَای فِیْمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

ترجمہ:......یا اللہ کر دے میرے دل کے خیالات کو اپنا خوف اور اپنی یاد اور کر دے ہمت میری اور خواہش میری اس چیز میں جسے تو اچھا سمجھے اور پسند کرے۔

انسانی قلب میں پیدا ہونے والے وسوسے کا ایک علاج یہ ہے جو مذکورہ حدیث میں وارد ہے۔اور ساتھ ساتھ یہ سوچے کہ میرے دل کو اللہ نے کیسا بنایا کہ اس میں طرح طرح کے خیالات آتے ہیں تو یہ وسوسہ ذکر بن جائے گا۔

دوسرا علاج یہ ہے کہ وساوس کی طرف دھیان ہی نہ دیں کیونکہ وساوس کی مثال بجلی کی تار کی سی ہے۔بجلی کی تار کو نہ جلباً ہاتھ لگایا جائے نہ دفعاً......کیوں کہ دونوں صورتوں میں ہاتھ لگانے سے نقصان ہی ہوتا ہے۔تیسرا علاج یہ ہے کہ آدمی ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جائے۔وساوس مبدّل بہ ذکرِ الٰہی ہو جائیں گے اور بجائے نقصان کے ذکرِ الٰہی سے اللہ کی محبت قلب میں پیدا ہوگی۔اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی نصیب ہوگی۔

ارادۂ گناہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسانی قلب میں گناہ کا ارادہ پیدا ہوا، پھر اس ارادہ کو پختہ کر کے عزم کے درجے تک پہنچایا۔اگر موقع ملتا تو گناہ کر بیٹھتا لیکن کچھ عوارض ایسے پیش آئے کہ گناہ نہ کر سکا جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں مقتول کا معاملہ ہے۔مقتول کو موقع ہی نہ ملا اور خود قتل ہوا۔

حضرت والا نے فرمایا کہ اہل اللہ کی صحبت میں عالمانہ موشگافیوں کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کا پکا رنگ انسان پر چڑھتا ہے بشرطیکہ عقیدت و محبت اور عظمت کے ساتھ بیان کو سنا جائے اور بیان کرنے

سے مقصود بھی یہی چیز ہے کہ...... قرآن وحدیث کا رنگ انسان کی عملی زندگی میں نظر آ جائے۔...... جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (۳۸)

ترجمہ:...... ہم نے قبول کیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے اور ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں۔ (معارف القرآن)

آقائے نامدار محمد عربی ﷺ کی صحبتِ بابرکت کی وجہ سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن وحدیث کا رنگ ایسے جذب کئے ہوئے تھے کہ حق تعالیٰ نے دنیا ہی میں ان کو اپنی دائمی رضامندی اور خوشنودی کا پروانہ عطا فرمایا۔ .... رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

اور ہر ایک سے اللہ نے حسنیٰ کا وعدہ کیا۔

تم ہمارے ہم تمہارے ہو چکے
دونوں طرفوں سے اشارے ہو چکے
اشارے ہوئے نظارے ہوئے
تم ہمارے ہوئے ہم تمہارے ہوئے

اور بارگاہِ نبوی ﷺ سے ان کو یہ سند ملی...... میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

جس طرف چشمِ محمد ﷺ کے اشارے ہوگئے
جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہو گئے

جس وقت حضرت والا کا بیان ختم ہوا تو سارے علماء کرام حضرت والا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر یوں گویا ہوئے کہ حضرت! ہم تو آپ کو ایک صوفی سمجھتے تھے۔ آج پتہ چل گیا کہ درحقیقت آپ کی شخصیت ایک منفرد بلند پایہ عالم دین کی ہے لیکن صوفیانہ رنگ کی غالب نسبت نے آپ کی علمی شان کو چھپا رکھا ہے۔

سبحان اللہ!

یہ تو ہمارے حضرت کی علمی شان کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے ورنہ حضرت والا حلقۂ صوفیاء میں ایک منفرد اعلیٰ شان رکھنے کے ساتھ ساتھ عالمِ اسلام میں علومِ اسلامیہ کے ایسے سرخیل مانے جاتے ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت والا کی صحبتِ بابرکت میں عقیدت ومحبت اور عظمت کے ساتھ بیٹھنے سے قرآن وحدیث کا پکا رنگ آہستہ آہستہ انسان پر چڑھتا ہے، روحانی طور پر کمزور اور لاغر وجود میں ایمانی طاقت اور قوت پیدا ہوتی ہے۔

نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تن نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ ذکر الٰہی سے باطن کی اصلاح ہوتی ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ یہ ذکر کسی شیخِ کامل کی اجازت اور نگرانی میں کیا جائے۔ذکر کی دو قسمیں ہیں۔

1......تقلیدی ذکر

2......تحقیقی ذکر

تقلیدی ذکر مختلف کتابوں سے دیکھ کر کیا جاتا ہے۔جس سے ایک گونہ ثواب تو ملتا ہے لیکن باطن کی اصلاح نہیں ہوتی۔اس کے برعکس حقیقی ذکر جب کسی کامل شیخِ طریقت کی اجازت سے شروع کیا جاتا ہے تو یہ ذکر باطن پر اثر کرتا ہے۔جس سے اصلاح ہوتی ہے، جو مقصود ہے۔

❊❊......ایک دفعہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت ذکر الٰہی میں خود تاثیر ہونی چاہیے، اجازت کی قید کیوں ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن اس کے لئے مضبوط ہاتھ کی ضرورت ہے ورنہ تلوار ایسے پڑی رہے گی۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جو لوگ خانقاہوں میں کسی کامل شیخِ طریقت کے زیرِ تربیت اجازت سے ذکر شروع کرتے ہیں تو جلد ہی ان کی اصلاح ہو جاتی ہے اور ان کی عملی زندگی میں ایک نمایاں انقلاب نظر آجاتا ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ حضرت والا گاؤں پوڑہ علاقہ ٹکری کوزہ بانڈہ تحصیل و ضلع بٹگرام سے تعلق رکھتے ہیں۔ بچپن ہی سے کھیل تماشوں اور لہو لعب سے احتراز کرتے تھے۔ سنِ بلوغت تک پہنچنے سے پہلے ہی پشاور یونیورسٹی میں سلطان العارفین حضرت مولانا محمد اشرف خان صاحب سلیمانی نور اللہ مرقدہ کی صحبت نصیب ہوئی۔ اور تقریباً ۲۶ سال مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر تربیت رہے۔

(تفصیل کے لئے حضرت والا کی تصنیف کردہ کتاب فیض اشرف ملاحظہ فرمائیں)

حضرت والا زہد و تقویٰ اور علم و معرفت میں اپنے ساتھیوں کے درمیان ایک منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت والا کے ساتھ بڑی شفقت و محبت اور مہربانی کا معاملہ فرماتے۔ مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ حضرت والا پر مرکوز رہی۔ جب حضرت والا پہلی دفعہ حرمین شریفین کی بابرکت حاضری اور حجِ مبرور و مغفور کی دولتِ عظمیٰ سے سرفراز ہونے کے بعد وطن واپس ہوئے تو مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا کے سر مبارک پر خلافت کا تاج سجایا۔

چونکہ حضرت والا محلّہ چٹی ڈھیری مانسہرہ میں رہائش اختیار کر چکے ہیں۔ لہٰذا جیسے ہی خلافت کی اطلاع لوگوں تک پہنچی تو لوگ جوق در جوق حضرت والا سے بیعت ہونے کے لئے بے تابانہ حاضر ہوئے اور اس کے بعد روز بروز بیعت ہونے کے لئے لوگ آتے رہتے ہیں۔...... حضرت والا بڑے پیار و محبت سے عقیدت مندوں کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

اسی طرح حضرت والا جب اپنے آبائی گاؤں پوڑہ تشریف لائے اور لوگوں کو خلافت کی خوشخبری پہنچی تو لوگوں کی آمد کا ایک سلسلہ شروع ہوا اور حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہونے لگے۔ جب لوگوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو حضرت والا کی خصوصی توجہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور ایک عالیشان خانقاہ معرض وجود میں آئی۔ جو خانقاہ اشرفیہ گلشنِ چشتیہ پوڑہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس خانقاہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

حضرت والا نے خانقاہ کے لئے ...... اپنی ذاتی جائیداد سے تقریباً ۴ کنال اراضی وقف کر دی اور تقریباً ۲۰ لاکھ روپے کے خرچ سے ...... حضرت والا کے مرید خاص ...... اور خلیفۂ مجاز ...... عبدالرحمٰن مرحوم (گاؤں میرا) کی زیر نگرانی جدید طرز پر ایک عظیم الشان روحانی کمپلیکس یعنی خانقاہ تعمیر ہوئی۔

حضرت والا جب ہفتے کے دن مانسہرہ سے...... گاؤں پوڑہ مرکزی خانقاہ، خانقاہ اشرفیہ گلشن چشتیہ رونق افروز ہوتے ہیں تو چاروں طرف سے عقیدت مندوں کا ایک جمِ غفیر حضرت والا کے ملفوظات سننے کے لئے آنا شروع ہوجاتے ہیں۔ زیادہ تر سفید لباس میں ملبوس جب یہ عقیدت مند آتے ہیں تو گاؤں پوڑہ میں عید کا سا سماں ہوتا ہے۔ اور اسمِ ذات لفظ اللہ کے نعرۂ مستانہ سے پوری فضا گونج اٹھتی ہے۔ بوڑھے جوان چھوٹے بڑے سب کے نورانی چہروں سے سرور طمانیت کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ بروز اتوار ۹ بجے سے گیارہ بجے تک حضرت والا کا ایک خصوصی جامع بیان ہوتا ہے۔ جو صوفیانہ طرز بیان کے ساتھ ساتھ عالمانہ حقائق پر مبنی ہوتا ہے۔ بیان سننے کے لئے مختلف شعبوں سے...... تعلق رکھنے والے ہزاروں سامعین موجود ہوتے ہیں۔ بروزِ سوموار بعد از نمازِ فجر کے درسِ قرآنِ پاک کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔ اور حضرت والا واپس مانسہرہ تشریف لے جاتے ہیں۔ باقی پانچ دن مانسہرہ کی خانقاہ میں عشق ومحبت کی یہ شراب لٹائی جاتی ہے۔

حضرت والا ملازمت کے ساتھ ساتھ بڑی قربانی سے بیک وقت دو خانقاہوں میں عشق ومحبت کے چشموں سے عقیدت مندوں کو سیراب کرتے رہے۔ یہ حضرت والا کی خاص کرامت ہے۔ کبھی کبھی وعظ ونصیحت کے لئے مختلف علاقوں کے سفر کی صعوبت بھی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اب تک ''روحِ کائنات''، ''جنت کے باغ'' .... ''اصلاحِ نفس جلد اوّل، دوم اور سوم'' ''حقوق البہائم'' اور ''فیضِ اشرف'' کے نام سے سات کتب شائع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں۔ اس کے علاوہ کئی مزید کتابیں ''فیض ملک، پسندیدہ ملفوظات وغیرہ زیر تصنیف ہیں۔ جو عنقریب شائع ہونے والی ہیں۔

حضرت والا کی صحبتِ بابرکت سے ہزاروں لوگ مستفید ہوکر...... دنیا کے مختلف ممالک مثلاً سعودی عرب، دبئی، متحدہ عرب امارات، افغانستان، ایران، ہندوستان، جاپان، روس، تھائی لینڈ، جرمنی، سوئٹزرلینڈ، برطانیہ، اور امریکہ میں پھیل گئے ہیں اور وہاں پر حبّ الٰہی اور عشقِ نبوی ﷺ کا پیغام پہنچانے میں مصروف ہیں۔ گاؤں پوڑہ کی مرکزی خانقاہ میں بڑی دھوم دھام سے سالانہ اصلاحی روحانی اجتماعات بھی منعقد کئے جاتے ہیں۔...... جن میں بیرونِ ملک اور اندرونِ ملک سے ہزاروں عقیدت مند شریک ہوتے ہیں۔ پاکستان کی مشہور ومعروف شخصیات ......پیر طریقت رہبر شریعت...... حضرت مولانا سید ابرار ہاشمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، پیر طریقت رہبر شریعت شیخ الحدیث ......حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب □ پشاور

اور شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم (دارالعلوم اکوڑہ خٹک) شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مفتی حمید اللہ جان صاحب دامت برکاتہم کے علاوہ پاکستان بھر سے سینکڑوں دیگر علمائے کرام نے اجتماع میں شرکت کی سعادت مرحمت فرمائی۔

اس کے علاوہ سالانہ اصلاحی روحانی جوڑ بھی منعقد کئے جاتے ہیں۔ اجتماع کی طرح جوڑ میں بھی بڑی دھوم دھام سے ہزاروں عقیدت مندوں کے علاوہ علمائے کرام بھی شریک ہوتے ہیں۔ ہر دو پروگراموں میں حبّ الٰہی اور عشقِ نبوی ﷺ کی سرور وطمانیت کی ایک عجیب دلکش کیفیت ہوتی ہے۔

ضلع مردان کے مشہور ومعروف نعت خوان محمد اسرار اسرار صاحب، عبدالسلام صاحب، محمد عارف صاحب، ھدایت شاہ صاحب، سرامد شاہ صاحب اپنی مسحور کن آواز سے نعتیہ کلام پیش کر کے ساری مجلس کو بے ہوش و مدہوش کئے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت والا کی خصوصی توجہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اسی طرح سالانہ اصلاحی روحانی اجتماع اور اصلاحی روحانی جوڑ منعقد ہونے کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

وَاللّٰہ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُون

ہر اجتماع اور جوڑ کے بابرکت موقع پر گاؤں پوڑہ کے مقامی باشندوں نے انتہائی جانثاری کا ثبوت دیتے ہوئے...... ہر قسم کی جانی اور مالی قربانی پیش کی ہے۔...... دور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں کی ہر قسم کی خاطر مدارت اور خدمت نہایت خلوص دل اور خندہ پیشانی سے کی۔...... (خاص طور پر حضرت والا کے قریبی رشتہ دار اور مرید خاص مرحوم جناب الحاج محمد ایوب صاحب (گاؤں پوڑہ)...... اور گاؤں میرہ سے تعلق رکھنے والے حضرت والا کے مریدِ خاص جناب الحاج محمد رسول خان صاحب ایڈوکیٹ نے عظیم الشان مالی اور جانی قربانی پیش کی ہے)۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنی دائمی پکی اور سچی محبت عطا فرمائے۔ آمین

یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل اور حضرت والا کی ولایتِ خاصہ کا کرشمہ ہے کہ بہت ہی کم عرصے میں خانقاہ کا فیض دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گیا۔

گو کہ حضرت والا کی بابرکت صحبت کے فیض سے مخلوقِ خدا کی ایک کثیر تعداد فیض یاب ہو رہی ہے تاہم ساری دنیا کے علماء وفضلاء سے عموماً اور خصوصاً سرزمین اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے علماء وفضلاء مبلغین و

مدرسین حضرات کے ساتھ ہر خاص وعام غریب، امیر، بادشاہ، فقیر، وزیر، مشیر وغیرہ......حضرات کی خدمت میں دردمندانہ التجا ہے۔ کہ وہ اس سنہری موقع سے فائدہ اُٹھا کر گاؤں پوڑہ کے غوثِ اعظم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر بیعت ہو جائیں اور حبِّ الٰہی اور عشق نبوی ﷺ سے سرشار ہوکر ساری دنیا میں پھیل جائیں اور اللہ تعالیٰ کی علم ومعرفت کا یہ عظیم پیغام گھر گھر تک پہنچا دیں۔

تاکہ اللہ اور اس کے محبوب ﷺ خوش ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ہمارے حضرت کی عمر خیر وعافیت کے ساتھ دراز فرمائے۔ تاکہ عشق ومحبت کی یہ داستان اسی طرح جاری وساری رہے۔ آمین!

آخر میں تبرکاً......حضرت والا کے خاندان کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔......حضرت والا کے والدین ماجدین اور اہلیہ محترمہ (روحانی والدہ صاحبہ) قضائے الٰہی سے واصل بحق ہو چکے ہیں جو حضرت والا کے دست مبارک پر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں داخل تھے۔ ایک بھائی جناب امیر محمد صاحب جو ایم اے، بی ایڈ ہیں اور ایک علمی شان رکھتے ہیں۔ اور تین بہنیں ہیں۔ جن میں ایک ہمشیرہ صاحبہ وفات پا چکی ہیں۔

حضرت والا کے دو فرزند ہیں۔ ان میں بڑے فرزند ارجمند حضرت والا کے خلیفہ اور جانشین حضرت مولانا محمد بلال صاحب ہیں......جو پشاور یونیورسٹی سے عربی اور اسلامیات میں ایم اے اور بی ایڈ ہیں، جبکہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ایم ایڈ ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ جامعہ اشرفیہ لاہور سے درسِ نظامی میں وفاق المدارس سے فارغ التحصیل ہیں۔ دوسرے فرزند ارجمند جناب محمد ہلال صاحب فاضل جامعہ مدنیہ جدید (لاہور) ہیں۔ اس کے علاوہ ایم اے اسلامیات اور بی ایڈ بھی کیا ہوا ہے۔

ان کے علاوہ تین بچیاں جن میں دو بچیاں علوم دینیہ سے فارغ ہیں۔ اور ایک بچی قضائے الٰہی سے سڑک کے ایک حادثے میں ۱۹۹۵ء میں وفات پا چکی ہے۔ حضرت والا ان دنوں دوسرے حجِ مبرور کے مبارک سفر پر حرمین شریفین جا چکے تھے۔......یہ سارا خاندان حضرت والا کے دستِ مبارک پر سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام......حضرات کی عمریں خیر وعافیت کے ساتھ دراز فرمائے اور حضرت والا کی آنکھوں کی ٹھنڈک بناتے ہوئے سلسلہ عالیہ کی نشر واشاعت وفروغ کا ذریعہ بنائے۔

آمین یاربَّ العَالَمین وما علینا اِلَّا البَلاغ و صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آله واصحابه

اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

❀❀❀❀❀❀❀

شجرہ مشائخ چشتیہ صابریہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم

﴿۱﴾.........سید المرسلین و شفیع المذنبین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

﴿۲﴾.........حضرت علی کرم اللہ وجہہ

﴿۳﴾.........امام الاولیاء حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ﴿۴﴾.........خواجہ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ

﴿۵﴾.........خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ﴿۶﴾.........خواجہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ

﴿۷﴾.........خواجہ حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ ﴿۸﴾.........خواجہ ابوھبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ

﴿۹﴾.........خواجہ ممشاد علوی رحمۃ اللہ علیہ ﴿۱۰﴾.........خواجہ ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ

﴿۱۱﴾.........خواجہ ابواحمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ ﴿۱۲﴾.........خواجہ بومحمد رحمۃ اللہ علیہ

﴿۱۳﴾.........خواجہ سید ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ ﴿۱۴﴾.........خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

﴿۱۵﴾.........خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ ﴿۱۶﴾.........امام الاولیا عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

﴿۱۷﴾.........خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ﴿۱۸﴾.........خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

﴿۱۹﴾.........خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ ﴿۲۰﴾.........خواجہ علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ

﴿۲۱﴾.........خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ ﴿۲۲﴾.........خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ

﴿۲۳﴾.........خواجہ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ﴿۲۴﴾.........خواجہ احمد عارف رحمۃ اللہ علیہ

﴿۲۵﴾.........خواجہ محمد رحمۃ اللہ علیہ ﴿۲۶﴾.........خواجہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

﴿۲۷﴾.........خواجہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ ﴿۲۸﴾.........خواجہ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ

﴿۲۹﴾.........خواجہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ ﴿۳۰﴾.........خواجہ محبّ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

﴿۳۱﴾.........خواجہ سید محمدی رحمۃ اللہ علیہ ﴿۳۲﴾.........خواجہ شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ

﴿۳۳﴾.........خواجہ شاہ عضد الدین رحمۃ اللہ علیہ ﴿۳۴﴾.........خواجہ عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ

﴿۳۵﴾............خواجہ عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ ﴿۳۶﴾............خواجہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ

﴿۳۷﴾............خواجہ میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ ﴿۳۸﴾............خواجہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

﴿۳۹﴾............قطب الارشاد علامہ رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

﴿۳۹﴾............حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

﴿۴۰﴾......خواجہ یسین نگینوی رحمۃ اللہ علیہ ﴿۴۰﴾......خواجہ مولانا فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

﴿۴۰﴾......علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ﴿۴۱﴾............خواجہ شاہ عبد العزیز دعاجو رحمۃ اللہ علیہ

﴿۴۲﴾............سلطان الاولیآء والعارفین قطبِ وقت حضرت مولانا محمد اشرف خان صاحب سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ

﴿۴۳﴾............سلطان الاولیآء والعارفین قطب الارشاد وتکوین پیر طریقت رہبرِ شریعت حضرت مولانا **اختیار الملک** دامت برکاتہم العالیہ حنفی، چشتی، نقشبندی دیوبندی، خلیفہ مجاز سلطان الاولیآء والعارفین قطبِ وقت حضرت مولانا محمد اشرف خان صاحب سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ۔

خانقاہ اشرفیہ گلشن چشتیہ کے نظام الاوقات

خانقاہ اشرفیہ گلشن چشتیہ پوڑہ کوزہ بانڈہ بٹگرام

۱۔	حلقہ تعلیم وتربیت	عصر تا مغرب بروز ہفتہ
۲۔	مجلس درود شریف	مغرب تا عشاء شب اتوار
۳۔	مجلس ذکر دوازدہ تسبیح	بعد از نماز تہجد شب اتوار
۴۔	ختم خواجگان وختم قرآن پاک	بعد از نماز فجر بروز اتوار
۵۔	خصوصی حلقہ تعلیم وتربیت	8:00 تا 10:00 بجے بروز اتوار

(حسب موسم وقت بدلتا ہے)

۶۔	حلقہ تعلیم وتربیت	عصر تا مغرب بروز اتوار
۷۔	حلقہ خصوصی (نفیر غیب وغیرہ)	مغرب تا عشاء شب پیر
۸۔	درس قرآن پاک	بعد از نماز فجر بروز پیر

نوٹ:۔ حلقہ تعلیم وتربیت بروز اتوار (آٹھ بجے سے دس بجے تک میں تقریباً دوسو سے چار سو تک طالبین موجود ہوتے ہیں۔ مستورات کے لئے پردے اور لاؤڈ سپیکر کا انتظام کیا گیا ہے حلقہ کی ابتداء تلاوت قرآن پاک اور نعت شریف سے کی جاتی ہے۔

ماہ رمضان کے دوران سوائے حلقہ نمبر ۵ کے باقی سب حلقے موقوف ہوتے ہیں۔

خانقاہ اشرفیہ گلشن چشتیہ مانسہرہ

۱۔ حلقہ تعلیم وتربیت (حلقہ خصوصی) عصر تا مغرب بروز جمعۃ المبارک
ظہر تا عصر دوران ماہ رمضان المبارک

۲۔ درس قرآن پاک بعد از نماز فجر بروز ہفتہ

۳۔ روزانہ عصر تا مغرب (سوائے ہفتہ واتوار) حلقہ تعلیم وتربیت ہوتا ہے اور درس قرآن پاک بھی (سوائے اتوار اور پیر کی صبح کے) روزانہ ہوتا ہے۔

نوٹ:۔ حلقہ تعلیم وتربیت میں تقریباً دوسو تک طالبین موجود ہوتے ہیں اور کبھی تعداد بڑھ جاتی ہے۔عورتوں کے لئے علیحدہ پردے والا ؤڈ سپیکر کا انتظام کیا گیا ہے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وصلى الله علىٰ حبيبه سيدنا محمد و آله واصحابه واهل بيته اجمعين الى يوم الدين

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

سلسلہ چشتیہ میں نسبتِ عینیت کا زور ہے

☆......طریقت کے جتنے سلاسل ہیں، محبت کی چاشنی کس میں موجود نہیں۔مگر چشتیہ سلسلہ میں چونکہ نسبتِ عینیت کا زور ہے،......اس لیے آتش بجاں جتنے ہیں سب یہیں ہیں۔سلسلہ نقشبندیہ کے ایک مشہور و معروف بزرگ مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

☆......"بزرگانِ چشتیہ میں خاص نسبتِ علوی کا ظہور ہے۔......اور وہ فیضِ عینیت کہ "علی منی وانا منه"......سے عبارت ہے۔اس طریق میں بہت ہے۔اور فنافی الشیخ کا یہی منشاء ہے۔اور آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی نسبت عیسوی تھی، تو اسی...... "نفختُ فيه من روحی"......کی مناسبت ہے کہ چشتیہ کا دردِ بے سماع آرام پذیر نہیں ہوتا"۔

علامہ قشیری نور اللہ مرقدہ کا ارشاد

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب رسالہ قشیریہ میں ضرورت صحبت اہل اللہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''مرید پر واجب ہے کہ شیخ سے ادب تعلیم وتربیت حاصل کرے اگر اس کا کوئی شیخ نہیں تو کبھی فلاح نہ پائے گا اس کا رہبر شیطان ہوگا یعنی اس کے کہنے پر چلے گا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو درخت خودرو ہوتا ہے وہ پتے تو لاتا ہے مگر پھل نہیں لاتا۔ یہی حال اس کا ہوتا ہے جس کا کوئی شیخ نہیں ہوتا پس رفتہ رفتہ وہ اپنی خواہش نفسانی کا غلام بن جائے گا اور اس کو اس کی غلامی سے کبھی خلاصی نہیں ہوسکتی۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀